

سیرۃ نگاری میں عالمی ادارۃ یافتہ مصنف کے قلم سے نبوت کی روشن روشن کرنل منور

انسوہ حسنہ کا خوبصورت تذکرہ

تجلیاتِ نبوت

RMPInternational.TK



مصنفی الرحمن مبارکپوری

£ - BOOKS RELEASER

THE REAL MUSLIMS PORTAL

سیرۃ نگاری میں عالمی ایوارڈ یافتہ مصنف کے قلم سے

سیرتِ کریمہؐ کے ارتقا و ارتقاء کے ارتقاء

السنۃ الحسنۃ کا حق و بھروسہ و تکیہ

تجلیاتِ نبوت

تالیف و تصدیق

مولانا محمد امجد علی مبارکپوری

دارالسلام



کتاب و سنت کی روشنی میں عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شامیہ • لاہور • کوئٹہ
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیویارک

مُحَمَّدٌ قَدْ أَشَاعَتْ بِرَأْيِهِ دَارُ السَّلَامِ مَحْفُوظٌ هِيَ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرياض 11416 سعودی عرب فون: 4033962-4043432 00966 1

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa فیکس: 4021659

Website: www.dar-us-salam.com

① طریقہ کار - الضیاء - الرياض فون: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945

② شارع العین - الملز - الرياض فون: 4735220 فیکس: 4735221

③ جده فون: 6879254 00966 2 فیکس: 6336270

④ الخبر فون: 8692900 00966 3 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 00971 6 امریکہ ① ہوسٹن فون: 7220419 001 713

فیکس: 5632624 7220431

لندن فون: 85394885 0044 20 ② ٹریلک فون: 6255925 001 718

فیکس: 020 85394889 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شو روم)

① 36- لورال، سیکرٹریٹ ٹاؤن، لاہور

فون: 7110081-711023-7232400-7240024 0092 42 فیکس: 7354072

Website: www.darussalam.pk E-mail: info@darussalam.pk.com

② غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

③ نمون مارکیٹ، اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

کراچی شو روم (D.C.H.S) Z-110, 111 مین طارق روڈ، اقبال ٹاؤن، کراچی

فون: 4393936-21-0092 فیکس: 4393937

Email: darussalamkhi@darussalam.pk.com

④ اسلام آباد شو روم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 2500237-051

WWW.KITABOSUNNAT.COM

فہرست مضامین

33	دادا کے سایہ شفقت میں	14	نقش ثانی پر ایک نظر
33	چچا کی کفالت میں	17	عرض ناشر
33	ملک شام کا سفر اور بحیرا راہب سے ملاقات	20	مقدمہ
34	جنگ خبار	محمد (ﷺ)	
35	حلف الفضول	25	خاندان، نشو و نما اور نبوت سے پہلے کے حالات
36	عملی زندگی	25	نسب نامہ مبارک
37	ملک شام کا سفر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کی تجارت	25	قبیلہ
37	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی	26	خاندان
38	نبی ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اولاد	29	پیدائش
38	بیت اللہ کی تعمیر اور حجر اسود کے جھگڑے کا فیصلہ	30	رضاعت
40	نبوت سے پہلے آپ کی سیرت	30	حلیمہ سعدیہ کی گود میں
	نبوت و دعوت	31	حلیمہ کے گھر میں برکات کی بارش
	نبوت کے آثار اور سعادت کی	32	کچھ اور عرصہ حلیمہ کے پاس
		32	سینہ مبارک چاک کیا جاتا ہے
		33	ماں کی آغوش محبت میں

88 -	کارویہ	42	جھلیکایں
88	قریش اور ابو طالب کے درمیان گفتگو	43	نبوت کا آغاز اور وحی کا نزول
89	ابو طالب کو قریش کی دھمکی اور چیلنج	45	آغاز نبوت اور نزول وحی کی تاریخ
89	قریش کی عجیب و غریب تجویز اور ابو طالب کا دلچسپ جواب	46	وحی کی بندش اور دوبارہ نزول
		48	تبلیغ کا آغاز
		48	پہلے پہل ایمان لانے والے
		51	اہل ایمان کی عبادت و تربیت
	رسول اللہ ﷺ پر دست درازی		اسلام کی علانیہ تبلیغ
96	دارالارقم	54	قرابت داروں میں تبلیغ
97	ہجرت حبشہ	55	صفا کی پہاڑی پر
97	مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کا سجدہ	58	حاجیوں کی آگاہی کیلئے قریش کے مشورے
98	مہاجرین کی واپسی		
98	دوسری ہجرت حبشہ		
99	مسلمانوں کی واپسی کیلئے قریش کا حربہ		
102	مشرکین کی حیرت		
102	تعذیب اور قتل کی کوشش		
107	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	61	ہنسی اڑانا اور تحقیر و استہزاء کی روش اپنانا
108	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	62	لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکنا
110	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مشرکین کا رد عمل	64	شکوہ و شبہات پیدا کرنا اور پروپیگنڈا کرنا
112	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت	65	بحث اور کٹ جھتی
113	پرشش مرغوبات کی پیشکش		
			مسلمانوں کو تعذیب
			رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین

- 145 ایمان کی شعاعیں مکہ سے باہر
- 145 سوید بن صامت رضی اللہ عنہ
- 145 ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ
- 146 ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- 146 طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ
- 147 ضحاک ازدی رضی اللہ عنہ
- 148 مدینہ میں اسلام
- 149 پہلی بیعت عقبہ
- 150 یشرب میں اسلام کی دعوت
- دوسری بیعت عقبہ
- 153 بارہ نقیب
- 156 مسلمانوں کی ہجرت
- 159 قریش "دار الندوہ" میں
- 161 نبی ﷺ کی ہجرت
- 163 قریش کی تدبیر اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تدبیر
- 164 رسول اللہ ﷺ اپنا گھر چھوڑتے ہیں
- 165 غار میں تین راتیں
- 116 سودے بازیاں اور دست برداریاں
- 120 عذاب کی جلدی
- 122 مکمل بائیکاٹ
- 123 صحیفہ چاک اور بائیکاٹ ختم
- 124 قریش کا وفد ابو طالب کے حضور
- غم کا سال
- 126 ابو طالب کی وفات
- 127 سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رحمت الہی کے جوار میں
- 128 غم ہی غم
- 128 حضرت سودہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی
- رسول اللہ ﷺ طائف میں
- 130 مشرکین کی طرف سے ---
- 134 شق القمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا)
- 138 اسراء اور معراج
- 139 قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت

182	پانچواں مرحلہ	166	مدینہ کی راہ میں
182	سرایا اور غزوات	170	قبائیں تشریف آوری
غزوہ بدر کبرای		171	مدینہ میں داخلہ
191	مبارزت اور قتال	172	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت
193	ابو جہل کا قتل	172	اہل بیت کی ہجرت
195	یوم الفرقان (فیصلے کا دن)	172	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت
195	فریقین کے مقتولین	173	کنزور مسلمان
196	مکہ اور مدینہ میں معرکے کی خبر	173	مدینہ کی آب و ہوا
197	رسول اللہ ﷺ مدینے کی راہ میں	مدینہ منورہ میں نبی ﷺ ---	
197	قیدیوں کا قضیہ	174	مسجد نبوی
198	رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا	175	اذان
	سے عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی	175	مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ
بدر کے بعد کے واقعات		177	اسلامی معاشرے اور اسلامی امت
199	غزوہ بنو سلیم		کی بنیاد رکھنا
199	نبی ﷺ کے قتل کی سازش	قریش کی فتنہ خیزیاں	
199	غزوہ بنو قینقاع	180	قریش کے داؤ بیچ
200	غزوہ سویق	181	لڑائی کی اجازت
200	کعب بن اشرف کا قتل	181	پہلا مرحلہ
202	سریہ قرہہ	181	دوسرا مرحلہ
غزوہ احد		182	تیسرا مرحلہ
205	مبارزت اور قتال	182	چوتھا مرحلہ

احزاب میں پھوٹ اور غزوے کا
خاتمہ

غزوہ بنو قریظہ

235

239 ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کا قتل
241 سید یمامہ، ثمامہ بن اثال کی گرفتاری
242 غزوہ بنو لحيان (ربیع الاول ۶ ہجری)
243 سریہ عیص اور ابو العاص (شوہر زینب
رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ) کا قبول
اسلام

غزوہ بنو المصطلق یا غزوہ مرسیع

244

245 پہلا حادثہ
246 واقعہ الک

عمرہ حدیبیہ

251

251 عمرہ کے لئے روانگی اور حدیبیہ میں
پڑاؤ
رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین
گفت و شنید
عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت اور بیعت

نبی ﷺ پر مشرکین کا حملہ اور آپ
کے قتل کی افواہ

209 نرنے میں آنے کے بعد عام
مسلمانوں کا حال

210 گھائی میں
212 گفتگو اور قرارداد
213 مشرکین کی واپسی اور مسلمانوں کی
طرف سے شہیدوں اور زخمیوں کی
خبر گیری

214 جانب مدینہ اور اندرون مدینہ
215 غزوہ حراء الاسد

حادثے اور غزوات

217 رجیع کا حادثہ (صفر ۴ ہجری)
218 بزمعونہ کا المیہ (صفر ۴ ہجری)
220 غزوہ بنی نضیر (ربیع الاول ۴ ہجری)
223 غزوہ بدر دوم (شعبان ۴ ہجری)

غزوہ خندق

224 شوری اور خندق
226 خندق کے آرپار
229 بنو قریظہ کی غداری اور غزوے پر
اس کا اثر

273	منذر بن ساوی (حاکم بحرین) کے نام	255	رضوان
	خط	256	اتمام صلح
273	شاہان عمان جیفر اور اسکے بھائی کے	257	ابو جندل کا قضیہ
	نام خط	258	عمرے سے دستبرداری اور صلح پر
276	غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد		مسلمانوں کا غم
	غزوہ خیبر	260	مہاجر عورتوں کا قضیہ
280	نظاۃ کی فتح	261	مسلمانوں کے معاہدہ میں بنو خزاعہ کی
283	شق کی فتح		شرکت
283	کتیبہ کی فتح	261	کنزور مسلمانوں کے معاملے
284	فریقین کے مقتولین		کا حل
284	مہاجرین حبشہ، ابو ہریرہ اور ابان بن	262	صلح کا اثر
	سعید بن عاص کی آمد		بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط
285	خیبر کی تقسیم	263	نجاشی (شاہ حبشہ) کے نام خط
286	زہریلی بکری	264	مقوقس (شاہ اسکندریہ و مصر) کے
287	اہل فدک کی سپردگی		نام خط
287	وادئ القرئی	265	(شاہ فارس خسرو پرویز) کے نام خط
287	اہل یتماء کی مصالحت	266	قیصر (شاہ روم) کے نام خط
288	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی	271	حارث بن ابی شمر غسانی کے نام خط
	غزوہ ذات الرقاع	272	امیر بصری کے نام خط
289		272	ہوزہ بن علی (صاحب یمامہ) کے
290	تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟		نام خط

310	رواگی	عمرہ قضاء	291
	غزوہ خنین	معرکہ موتہ	294
312			
315	مشرکین کا تعاقب	سریہ ”ذات السلاسل“	297
316	غزوہ طائف (شوال سنہ ۸ ہجری)	غزوہ فتح مکہ	298
317	اموال غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم		
318	انصار کا شکوہ اور رسول اللہ ﷺ کا خطاب		
319	وفد ہوازن کی آمد (ذی قعدہ سنہ ۸ ہجری)	مکہ کی راہ میں	300
		ابو سفیان دربار نبوت میں	302
321	عمرہ جعرانہ (ذی قعدہ سنہ ۸ ہجری)	مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کا داخلہ	303
321	بنو تمیم کی تادیب اور ان کا قبول اسلام	کعبہ کی تطہیر اور اس میں نماز	306
		آج تم پر کوئی سرزنش نہیں	306
321	بنو طے کے ”فلس“ کا انہدام اور 321	بیعت	307
	عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	مجرمین کے خون رائیگاں قرار دیئے گئے	308
	غزوہ تبوک	فتح کی نماز	308
324		کعبے کی چھت پر اذان بلالی	309
324	رومیوں سے ٹکراؤ کیلئے مسلمانوں کی تیاری	مکہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام	309
325	اسلامی لشکر ”راہ تبوک“ میں	عزیٰ، سواع اور منات کا خاتمہ	309
327	تبوک میں بیس دن	بنو جذیمہ کے پاس حضرت خالد کی	

346	بنو عامر بن صعصعہ کا وفد	328	”دومہ“ الجندل کے اکیدر کی
348	بنو حنیفہ کا وفد		گرفتاری
349	شاہان حمیر کے قاصد کی آمد	328	مدینہ کو واپسی
350	ہمدان کا وفد	328	مسجد ضرار کا انہدام
350	بنو عبد المدا ان کا وفد	329	اہل مدینہ کی طرف سے رسول اللہ
351	بنو مدح کا اسلام		ﷺ کا استقبال
352	ازدشنوۃ کا وفد	329	مخلفین
352	جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی آمد اور		غزوات کے متعلق چند کلمات
	”ذوالخلفہ“ کا انہدام	332	
353	اسود عسی کا ظہور اور قتل		حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج
	حجۃ الوداع	334	
354		335	وفود، مبلغین اور دیگر عمال
360	”سریہ“ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	337	قبیلہ عبد القیس کا وفد
	رفیق اعلیٰ کی جانب	338	سعد بن بکر کے رئیس ضمام بن ثعلبہ
361			کی آمد
361	الوداعی آثار	340	عذرہ اور ہلی کا وفد
362	مرض کا آغاز	341	بنو اسد بن خزیمہ کا وفد
363	عہد اور وصیت	341	تجیب کا وفد
364	نماز کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی	342	بنی فزارہ کا وفد
	جانشینی	343	نجران کا وفد
365	جو کچھ تھا سب صدقہ فرما دیا	345	اہل طائف کا وفد

376	میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا	365	حیات مبارکہ کا آخری دن
377	اولاد	367	نزع رواں اور وفات
377	قاسم رضی اللہ عنہ	368	صحابہ کی حیرت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا موقف
377	زینب رضی اللہ عنہا	370	خلافت کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب
378	رقیہ رضی اللہ عنہا	371	تجین و تکفین اور تدفین
378	ام کلثوم رضی اللہ عنہا		خانہ نبوت
378	فاطمہ رضی اللہ عنہا	373	
379	عبداللہ رضی اللہ عنہ	373	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن
379	ابراہیم رضی اللہ عنہ	373	حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا
	صفات و اخلاق	373	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
380	چہرہ مبارک اور اس کے متعلقات	373	عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا
381	سرگردن اور بال	374	حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا
381	اعضاء و اطراف	374	حضرت زینب بنت خدیجہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا
381	قد و قامت اور جسم	374	ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا
381	خوشبو	375	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
382	رفقار	375	جویریہ بنت الحارث (رئیس بنی المصطلق) رضی اللہ عنہا
382	آواز اور گفتگو	376	حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا
383	اخلاق کی ایک جھلک	376	حضرت صفیہ بنت حبیبی رضی اللہ عنہا



تجلیات نبوت -- نقش ثانی پر ایک نظر

تاریخ انسانی میں انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا اس عہد کے ظلمات میں سب سے روشن اور منور کردار رہا ہے لیکن مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے ان پیکرانِ صدق و صفا کی صورت گری اور تصویر کشی میں کچھ ایسے افراط و تفریط سے کام لیا ہے کہ یہ سیرتیں چستان بن کر رہ گئی ہیں۔ اس میں واحد اشتراک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے کہ جن کی حیات مقدسہ اور خدمات جلیلہ کے تذکرے کو کم و بیش پانچ لاکھ سوانح نگاروں نے کسی نہ کسی شکل میں محفوظ رکھا ہے مگر اصول سیرت پر کسی مرتب شرائط و ضوابط کے فقدان نے سیرت نگاروں کو حاطب اللیل کی طرح ہر خشک و تر کو جمع کرنے پر مجبور کیا۔ سیرت النبی ﷺ کے ذخیرہ پر نگاہ رکھنے والے اس حقیقت مذکور سے بخوبی آگاہ ہیں۔

اُردو زبان میں سیرت نگاری کی روایت خود اس زبان کے آغاز و ارتقا سے مربوط ہے۔ مگر تحقیقی لوازم کے لحاظ سے سرسید احمد خاں کے نظریات سے اختلاف کے باوجود ان کی خطبات الاحمدیہ فی سیرۃ الحمید (1870ء) کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ بعد ازاں شبلی نعمانی اور ان کے نامور شاگرد بہ سلیمان ندوی نے پہلی مرتبہ واقعات سیرت کے ایک تحقیقی شعور کے ساتھ اخذ و قبول کی روایت کو مستحکم کیا۔ قاضی سلیمان منصور پوری کی ”رحمۃ للعالمین“ بھی ایسے ہی تحقیقی لوازم کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

سیرت نگاری میں ایک معیاری تحقیق کا نمونہ 1979ء میں سامنے آیا۔ یہ علمائے مبارکپور کے ایک فاضل مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی تصنیف ”الرحیق المختوم“ تھی جو انہوں نے عربی زبان میں تحریر کی اور اسے رابطہ عالم اسلامی کے تحت منعقد ہونے والے بین الاقوامی انعامی مقابلہ سیرت نگاری میں اولیت کا شرف حاصل ہوا۔

الرحیق المختوم قدرے تفصیلی کاوش ہے۔ اسی فاضل مصنف نے تجلیات نبوت کے نام

سے دینی مدارس اور ہائی سکولوں کے طلبہ اور عامۃ المسلمین کے لیے ایک متوسط بلکہ قدرے مختصر کتاب تیار کی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مصنف نے کمال ہنرمندی سے سیرت کے تمام تر وقائع کو ایک ایسی نئی ترتیب اور تازہ اسلوب کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اس کے مطالعے سے دل و دماغ پر ایک پاکیزہ نقش قائم ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے سیرت نگار کو ایک پل صراط سے گزرنا پڑتا ہے۔ کتاب کو ایک نظر دیکھتے جائیے، اس میں دعوت اسلامی کے تمام مراحل اور اس کی پیش آمدہ دشواریوں کا مناسب تذکرہ موجود ہے۔ تکالیف اور مصائب کے بحرانون میں وحی الہی کس طرح سے نصرت الہی کے راستے پیدا کرتی ہے، اس کا ایمان افروز بیان ملتا ہے۔ واقعات سیرت کی صحت میں مصنف نے مستند ماخذوں تک رسائی حاصل کی ہے اور اس تلاش و جستجو کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کے ہاں اصول دین سے متصادم کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ سیرت نگاری کے اس فن میں صحت واقعات کی تلاش میں یہ احتیاط اور ضبط لائق تحسین ہے۔

تجلیات نبوت کی انہی مذکورہ خصوصیات کے باعث اس کا عربی ایڈیشن تو سعودی عرب کے تعلیمی اداروں میں ایک نصابی کتاب کے بطور اختیار کر لیا گیا ہے، پاکستان کے دینی مدارس میں بھی اسے پذیرائی مل رہی ہے۔ فاضل مصنف نے اس اردو ایڈیشن کے لیے تخریج اور تصحیح کا ایک کڑا معیار پیش نظر رکھا ہے۔ اس اہم کتاب کی اس تازہ طباعت میں قارئین کو حوالہ جات اور ان کے ماخذ کا براہ راست علم ہو جائے گا۔ یوں طلبائے مدارس اور عامۃ المسلمین کے لیے اردو زبان میں یہ سیرت کی پہلی مختصر مگر جامع کتاب ہے جس میں واقعات کی صحت کے ساتھ ان کی مکمل تخریج موجود ہے۔ یہ اہتمام اپنی جگہ اس کتاب کی اہمیت، ثقاہت اور استناد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سیرت نبوی سے شغف رکھنے والے حضرات اس امر سے باخبر ہیں کہ سیرۃ النبی ﷺ کے شریک مصنف سید سلیمان ندوی نے بچوں اور نوجوانوں کے لیے ”رحمت عالم“ کے عنوان سے ایک کوشش کی تھی جسے بہت قبول عام ہوا مگر اس میں قارئین کو تخریج اور تصحیح کا یہ اسلوب دکھائی نہیں دے گا جو تجلیات نبوت میں اختیار کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کے

ذاتی ذخیرہ سیرت میں تین ہزار کے قریب کتب و رسائل موجود ہیں مگر میں وثوق کے ساتھ عرض کروں گا کہ تجلیات نبوت صحت واقعات اور تخریج کے اعتبار سے اردو زبان میں موجود بہترین کتابوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

دارالسلام جسے دینی اور دعوتی لٹریچر کو عالمی سطح پر جدید اسلوب طباعت کے ساتھ پیش کرنے کا شرف حاصل ہے اس نے ”تجلیات نبوت“ کے اس نئے ایڈیشن کو ایک معیاری طباعت کا کامیاب نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے تحقیقی مواد اور لوازمے، عام فہم اسلوب اور موزوں واقعاتی ترتیب کے باعث یہ تالیف سیرت ان شاء اللہ العزیز نوجوانوں اور عامۃ المسلمین میں قبول عام کا درجہ حاصل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے مطالعے سے قارئین میں اتباع سنت، اطاعت رسول اور حمیت دین کے جذبات پیدا کرے اور اس کتاب کے مصنف، ناشر اور منتظمین کی محنت کو حسن قبول عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

پروفیسر عبد الجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور۔

۱۷ / رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ



عرض ناشر (طبع اول)

سیرت کا موضوع گلشن سدا بہار کی طرح ہے، جس سج میں ہر پھول کی رنگینی و شادابی و امان نگاہ کو بھر دینے والی ہے۔ یہ گل جیسے کا اپنا ذوق انتخاب ہے کہ وہ کس پھول کو چنتا اور کس کو چھوڑتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا، وہ اس سے کم نہ تھا جسے چن لیا گیا۔ بس یوں جانئے کہ اس موضوع پر ہر نئی تحقیق و توثیق قوس و قزح کے ہر رنگ کو سمیٹتی اور نکھارتی نظر آتی ہے۔

سیرت طیبہ کا موضوع اتنا متنوع ہے کہ ہر وہ مسلمان جو قلم اٹھانے کی سکت رکھتا ہو اس موضوع پر حسب استطاعت لکھتا ہے اور لکھنا اپنی سعادت سمجھتا ہے، ہر قلم کار اس موضوع کو ایک نیا اسلوب دیتا ہے، پھر بھی سیرت پر لکھی گئی بے شمار کتب کسی نہ کسی پہلو سے تشنگی محسوس کراہی دیتی ہیں۔ اسی طرح ہر ناشر سیرت رسول ﷺ پر کتب شائع کرنا اپنے ادارے کے لئے سعادت سمجھتا ہے اور اسے خوب سے خوب تر شائع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

دارالسلام اب تک عربی اور انگریزی زبان میں سیرت رسول ﷺ پر قابل قدر اور قابل ستائش کتب شائع کر چکا ہے، تاہم نوجوان نسل کو تفصیل میں لے جائے بغیر سیرت طیبہ ﷺ سے آگاہ کرنے کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے عصر حاضر کے عظیم سیرت نگار مولانا صفی الرحمن مبارک پوری حفظہ اللہ سے کچھ عرصہ قبل درخواست کی گئی کہ عربی زبان میں نوجوانوں اور بطور خاص میٹرک تک کے طلبہ کے لئے ایک مختصر مگر جامع کتاب سیرت رسول ﷺ پر لکھیں جو عام فہم اور صحیح واقعات پر مبنی ہو اور اس کا انداز اتنا دلکش ہو کہ نوجوانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور سیرت نقش ہو جائے۔ انہوں نے میری التماس کو شرف قبولیت بخشا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد ”روضۃ الانوار فی

سیرت النبی المختار (ﷺ) کے نام سے کتاب کا مسودہ میرے حوالے کر دیا۔ کتاب شائع ہوئی تو سعودی عرب کے متعدد تعلیمی اداروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، کئی لوگوں نے اسے مفت تقسیم کیا، چند ایک اسکولوں نے اسے اپنے نصاب میں داخل کر لیا۔ ایک عرصہ بعد مولانا صاحب حفظہ اللہ دوبارہ ریاض تشریف لائے تو اردو دان طبقے کے لئے ان سے اس کتاب کے ترجمہ کی فرمائش کی گئی۔ اس پر انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کھولا اور اردو ترجمہ کا مسودہ یہ کہتے ہوئے میرے حوالے کر دیا کہ انہیں معلوم تھا کہ میں اس خواہش کا اظہار بھی ضرور کروں گا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ جس پر میں نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، اللہ کے فضل سے عربی اور اردو دونوں زبانوں پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے جس لگن اور شبانہ روز محنت سے یہ کام سرانجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دوران تحریر عقیدت و شیفتگی کا عنصر انداز بیان کو فصیح و بلیغ، شستہ و شگفتہ اور متین بنا دیتا ہے۔ اسی لئے سیرت پر قلم اٹھاتے ہوئے ان کا ہر جملہ گنینہ کی طرح جڑا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مولانا کا سیرت رسول ﷺ پر وسیع مطالعہ اور تحقیق و جستجو مسلمہ حیثیت رکھتی ہے، جس کا ثبوت ان کی تالیف ”الرحیق المختوم“ ہے، جو رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کی طرف سے سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اول انعام یافتہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ اس لئے آپ کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، تاہم اس مقام پر اس کتاب کا ایک اقتباس نمونے کے طور پر ملاحظہ فرمالیا جائے، فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ہستی جامع کمالات تھی۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف حکمت کے اعتبار سے بلند پایہ ہے۔ پھر بھی وہ اُمی کہلائے اور اسی اُمی ہونے نے یہ ثابت کیا کہ وہ فُشائے خداوندی کے سوا کچھ نہیں بولتے۔ وہ محبت کو بنیاد بناتے ہیں اور صبر کو لباس، اسی لئے جب قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھنے والے ایک نجدی نے اپنے مخصوص سخت اور درشت لہجے میں بات کی تو وہ اپنے سوالات کا حکیمانہ جواب سننے کے بعد کلمہ شہادت پڑھے بغیر نہ رہ سکا اور اطاعت و محبت کا وہ وعدہ کیا کہ اسی وقت

جنت کی سند حاصل کر گیا۔“

ایسے ہی وہ ولولہ انگیز جملے ہیں جو آپ کو ”تجلیات نبوت“ کے صفحات میں جا بجا ملیں گے، جو عقیدت و محبت کے حقیقی آئینہ دار ہیں۔

آخر میں دار السلام کی جانب سے مولانا صفی الرحمن صاحب کا تمہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو ان دنوں دار السلام کے لئے مختلف علمی منصوبوں پر بھی کام کر رہے ہیں۔

«جَزَاهُمُ اللَّهُ أَحْسَنُ الْجَزَاءِ»

اس کتاب کو خوبصورت بنانے میں ہمارے ادارے کے کارکنان نے دن رات محنت کی ہے۔ ان کی یہ پر خلوص کاوش محبت رسول (ﷺ) کی آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ، مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

خادم قرآن و سنت

عبد المالك مجاہد

مدیر دار السلام، الرياض - لاہور۔

(ربیع الاول ۱۴۱۸ / جولائی ۱۹۹۷ء)



www.KITABOSUNNAT.COM

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ الْمُبْعُوْثِ
رَحْمَةِ الْعَالَمِينَ، وَهُدًى لِلْمُتَّقِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ حَمَلَةَ لَوَاءِ
الدِّينِ، وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ مِّنَ الْأَيْمَةِ وَالْهُدَاةِ وَالِدُّعَاةِ
وَالْآتِقِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَعَلَى مَنْ سَلَكَ سَبِيلَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ -
أَمَّا بَعْدُ:

سیرت نبوی ﷺ انتہائی پاکیزہ اور بلند پایہ موضوع ہے۔ اس سے مسلمان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس کا دین کن کن مراحل سے گزرا، اس کے نبی ﷺ اور اصحاب نبی پر کیا بتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کیسی کیسی نسب و خاندانی شرافت بخشی، اور اس طرح وحی و رسالت اور دعوت دین کے لئے منتخب فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس راہ میں کیا کیا مشقتیں جھیلیں، کیسے کیسے مصائب برداشت کئے اور بالآخر کس کس طرح کے انعامات سے نوازے گئے۔ اللہ نے پردہ غیب سے فرشتے بھیج کر، اسباب موثر کر، برکات نازل فرما کر، معجزات ظاہر کر کے کس کس طرح آپ کی نصرت و تائید فرمائی اور بڑے بڑے زور آور لشکروں نے آپ کی مٹھی بھر جماعت کے سامنے شکست کھائی۔ یہ ساری باتیں کتب سیرت کے اوراق پر جلوہ گلن نظر آتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک اس موضوع پر لکھنے لکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا بڑا اہتمام ہوتا آیا ہے۔ کیونکہ یہ کام گہرے ایمان و محبت اور والہانہ جذبہ فنا و فدائیت کا نتیجہ ہے۔ مگر ہوتا یہ رہا ہے کہ عموماً اس موضوع پر لکھتے ہوئے تحقیق کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ بلکہ افکار و خیالات اور جذبات و احساسات کی نظر میں جو چیز چمک گئی، اسے داخل

کتاب کر لیا گیا۔ خواہ وہ صحت و ثبوت کے لحاظ سے صفر ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسی باتیں بھی قبول کر لی گئیں جو دین کے اصول سے متضاد اور معقولیت کے دائرے سے خارج ہیں۔

اسی کیفیت کے پیش نظر برادر عزیز جناب عبدالملک مجاہد صاحب مدیر دارالسلام پبلی کیشنز الریاض، نے میرے سامنے یہ تجویز رکھی کہ میں اس موضوع پر اوسط درجے کی ایک کتاب تالیف کروں۔ جس میں آئمہ، فن کے نقطہ نظر سے ثابت شدہ اور مسلمہ معلومات جمع کی گئی ہوں تاکہ اس سے ہماری نئی نسل اور بالخصوص میٹرک تک کے طلبہ سیرت کے باب میں صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔ میں نے افادہ عامہ کے لئے ان کی یہ تجویز قبول کر لی اور اللہ سے توفیق و اعانت طلب کرتے ہوئے قرآن کریم، معتد کتب تفاسیر اور کتب احادیث و سیرت کی مدد سے یہ کام سرانجام دیا۔ واقعات کی داخلی اور خارجی شہادتوں سے بھی استفادہ کیا اور کوشش کی کہ جہاں تک ممکن ہو اختصار و انتخاب کے ساتھ روایات کے الفاظ اور سابقین کی زبان استعمال کی جائے اور مجھے امید ہے کہ میں نے بڑی حد تک یہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے اور میرے لئے سعادت دارین کا ذریعہ بنائے آمین۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلَّم۔

صفی الرحمن مبارکپوری

مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ

(۱۳/ شوال ۱۴۱۵ھ)



حلیہ مبارک

از: امام ابن حزم رحمہ اللہ

رسول اللہ ﷺ نہ بہت لانے تھے نہ پستہ قد، بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ رنگ کے اعتبار سے آپ نہ بالکل سفید تھے نہ گندم گوں، بلکہ رنگ سفیدی کے ساتھ سُرخ لائے ہوئے تھا۔ چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن، چمکدار، سر کے بال نہ بالکل سیدھے نہ بالکل پیچدار بلکہ ہلکی سی پیچیدگی کے ساتھ گھونگریالے تھے۔ اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی اور پُر گوشت تھیں۔ پلکیں سیاہ سُریں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سُرخ ڈورے دندان مبارک خوبصورت چمکدار۔ ذہن اعتدال کے ساتھ فراخ یعنی تنگ نہ تھا، ناک خوبصورت، رفتار تیز تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ڈھلواں زمین پر اتر رہے ہیں۔ جب آپ تو جہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ فرماتے، یعنی صرف گردن پھیر کر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ نگاہ اکثر نیچی رہتی تھی۔ ہتھیلیاں پُر گوشت اور ملائم تھیں۔ ایڑی میں گوشت کم تھا۔ ریش مبارک گھنی اور بال سیاہ تھے۔ آپ کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ سر کے بال زیادہ لانے ہوتے تو کان کی کونٹک یا شانے تک پہنچ جاتے تھے ورنہ نصف کان کی کونٹک یا شانے تک پہنچتے تھے۔ آپ کے سر اور داڑھی کے بال میں سے زیادہ سفید نہ تھے یعنی کتنی کے بال سفید تھے۔

(جوامع السیرۃ امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم)

التوئی ۴۵۶ھ

حلیہ مبارک

حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کی زبانی

پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خُون، توند نگی ہوئی نہ چندریہ کے بال
 گرے ہوئے۔ زیبا۔ صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور
 گھنے۔ آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگین چشم، باریک
 و پستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش، وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لئے
 ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زہندہ و دل فریب۔ قریب سے نہایت
 شیریں و کمال حسین، شریں کلام، واضح الفاظ، کلام کی کمی و بیشی الفاظ سے
 معرّا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر
 نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زہندہ نہال کی تازہ
 شاخ، زہندہ منظر والا قدر رُفیع ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے
 ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چُپ چاپ سُنتے ہیں۔ حکم دیتا ہے تو تعمیل کے
 لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ ترش رُو، نہ فضول گو۔

(زاد المعاد لابن قیم الجوزی ۵۶۳/۳)

ماخوذ از رحمۃ اللعالمین ۸۳/۱

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

مُحَمَّد (ﷺ)

﴿خاندان، نشوونما اور نبوت سے پہلے کے حالات﴾

نسب نامہ مبارک | آپ کا مبارک نسب نامہ یہ ہے:

”محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔“

عدنان بالاتفاق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ لیکن دونوں کے درمیان کتنی پشتیں ہیں؟ اور ان کے نام کیا کیا ہیں؟ اس بارے میں بڑا اختلاف ہے۔

آپ (ﷺ) کی والدہ کا نام ”آمنہ“ تھا اور ان کے والد وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھے۔ یہ وہی کلاب ہیں جو والد کی طرف سے بھی آپ کے نسب نامہ میں آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام عروہ یا حکیم تھا۔ لیکن وہ کتوں کے ذریعہ بکثرت شکار کھیلا کرتے تھے، اس لئے کلاب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ عربی میں کلاب کتوں کو کہتے ہیں۔

قبیلہ | آپ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے، جو پورے عرب میں سب سے معزز قبیلہ تھا۔ قریش دراصل فہر بن مالک یا نضر بن کنانہ کا لقب تھا۔ بعد میں اس کی اولاد اسی نسبت سے مشہور ہو گئی۔ یوں تو اس قبیلے کو ہر دور میں سیادت حاصل رہی۔ لیکن قصی کو ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔ اس کا نام زید تھا اور وہ بچپن میں یتیم ہو کر والدہ کے ساتھ ملک شام کے قریب قبیلہ عذرہ میں جا بسا تھا اور وہیں پلا بڑھا بھی تھا، لیکن جوان ہو کر مکہ آگیا

اور کچھ ہی دنوں کے بعد خانہ کعبہ کا متولی بن گیا۔ یہ قبیلہ قریش کا پہلا شخص تھا جو خانہ کعبہ کا متولی ہوا، متولی ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اسی کے ہاتھ میں خانہ کعبہ کی کنجی ہوتی تھی، وہ جس کے لئے اور جب چاہتا تھا کعبہ کا دروازہ کھولتا تھا۔ علاوہ ازیں قریش مکہ سے باہر آباد تھے، اس نے انہیں اندر لاکر آباد کیا۔ نیز اسی نے حاجیوں کے لئے میزبانی کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ وہ حج کے دنوں میں بڑے پیانے پر کھانا تیار کراتا اور چمڑے کے بڑے بڑے حوضوں میں کھجور، شہد یا کشمش سے میٹھا شراب بنواتا اور حاجیوں کو پیش کرتا۔ اس نے کعبہ کے شمال میں ”دار الندوہ“ کے نام سے ایک گھر بھی بنایا تھا، جو قریش کی اجتماعی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہی ان کی پارلیمنٹ بھی تھی اور اسی میں وہ شادی وغیرہ کی رسمیں بھی انجام دیتے تھے۔ قریش کا جھنڈا اور کمان بھی قصی ہی کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ لڑائی کا جھنڈا اس کے سوا کوئی نہیں باندھ سکتا تھا۔ وہ بڑا کریم اور عقلمند تھا۔ قریش اس کی بات بے چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا خاندان، آپ کے پردادا ”ہاشم“ کی نسبت سے ”ہاشمی خاندان“
خاندان کہلاتا تھا ان کو قصی کے منصب میں سے حاجیوں کی میزبانی کا منصب حاصل ہوا، جو ان کے بعد ان کے بھائی مطلب کی طرف منتقل ہو گیا۔ مطلب کے بعد پھر ہاشم کی اولاد کو یہ منصب حاصل ہوا اور اسلام کی آمد تک ان ہی کے ہاتھ میں رہا۔

ہاشم اپنے زمانے کے سب سے عظیم انسان شمار ہوتے تھے۔ انہیں وادی بطناء کا سردار کہا جاتا تھا۔ وہ روٹی توڑ کر گوشت اور شوربے میں بھگوتے اور لوگوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ چونکہ عربی میں اس طرح کسی چیز کے توڑنے کو ہشم اور توڑنے والے کو ہاشم کہتے ہیں اس لئے ان کا نام ہاشم پڑ گیا، ورنہ ان کا اصل نام عمرو تھا۔ قریش تجارت پیشہ تھے۔ ہاشم نے ان کے لئے جاڑے میں یمن اور گرمی میں شام کا تجارتی سفر منظم کیا اور اس کے لئے دونوں ملک کے ذمہ داروں سے ضمانتیں حاصل کیں۔ اس سفر کا ذکر قرآن مجید کی سورہ قریش میں اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے احسان کے طور پر کیا گیا ہے۔

ہاشم ایک بار تجارت کے لئے شام جاتے ہوئے یثرب (مدینہ منورہ) سے گزرے تو وہاں بنو عدی بن نجار کی ایک خاتون سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کر لی اور کچھ عرصہ ٹھہر کر ملک شام چلے گئے اور وہیں سرزمین فلسطین کے مشہور شہر غزہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی روانگی کے وقت سلمیٰ حاملہ تھیں، بعد میں بچہ پیدا ہوا، جس کے سر کے بالوں میں سفیدی تھی اس لئے اس کا نام شبیبہ رکھ دیا گیا۔ یہ بچہ مدینہ میں پرورش پاتا رہا، لیکن مکہ میں ہاشم کے بھائیوں اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو اس کا علم نہ تھا۔ آٹھ برس بعد مطلب کو اس کا پتہ چلا تو وہ مدینہ جاکر اس کو اپنے ساتھ لے آئے۔ جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ ان کا غلام ہے۔ چنانچہ اسے عبدالمطلب، عبدالمطلب کہنے لگے، اور بالآخر وہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔^①

عبدالمطلب بہت خوبصورت اور عظیم تھے۔ ان کے دور میں ان کا ہم مرتبہ کوئی نہ ہوا۔ وہ قریش کے سردار اور مکہ کے قافلہ تجارت کے ذمہ دار تھے۔ جو دو سخا اس قدر کرتے تھے کہ ان کا لقب فیاض پڑ گیا تھا۔ ان کے دسترخوان کا پس خوردہ مسکینوں، جانوروں اور چڑیوں کو کھانے کے لئے ڈال دیا جاتا تھا اور اس بنا پر ان کا یہ عرف بن گیا تھا کہ ”زمین پر انسانوں، اور پہاڑ کی چوٹیوں پر وحشی جانوروں اور چڑیوں کو کھلانے والا۔“ انہیں زمزم کا کنواں کھودنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس کنویں کو بنو جرہم نے مکہ سے جلا وطن ہوتے وقت پاٹ دیا تھا۔ اس وقت سے اس کی جگہ نامعلوم چلی آرہی تھی۔ عبدالمطلب کو خواب میں اس کی جگہ بتلائی گئی اور کھودنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کھودا تو پرانا کنواں برآمد ہو گیا۔^②

انہی کے زمانے میں خانہ کعبہ پر ہاتھی والوں کے حملے کا واقعہ پیش آیا۔ یہ سب حبشی تھے۔ ان کے سردار کا نام ابرہہ تھا جو یمن پر قابض اور حکمران تھا۔ وہ خانہ کعبہ بڑھانے کے لئے ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر آیا، لیکن جب مکہ کے مشرق میں مزدلفہ اور منی کے

① سیرت ابن ہشام ۱/۱۳۷، تاریخ طبری ۲/۲۴

② سیرت ابن ہشام ۱/۱۳۷

درمیان ”وادیِ محسر“ میں پہنچا اور مکہ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر پر چڑیوں کا جھنڈ بھیج دیا۔ جنہوں نے اس پر ٹھیکری جیسے پتھر برسادیے اور وہ کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گیا۔^① یہ واقعہ آپ کی پیدائش سے ۵۰/۵۵ دن پہلے پیش آیا۔

آپ ﷺ کے والد گرامی عبد اللہ، عبد المطلب کے سب سے خوبصورت، پاک دامن اور چیتے لڑکے تھے۔ انہیں ”زنج“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمزم کی کھدائی کے دوران جب کنویں کے نشانات برآمد ہوئے تو قریش نے بھی عبد المطلب کے ساتھ شرکت کرنی چاہی اور اس کیلئے ان سے جھگڑا کیا، جو بڑی مشکل سے فرو ہو سکا۔ یہ دیکھ کر عبد المطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے ان کو دس لڑکے دے دیئے اور ہر ایک مقابلے کے لائق ہوا تو ان میں سے ایک کو وہ اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں گے۔ اب اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کی یہ مراد پوری ہو گئی، چنانچہ انہوں نے سب لڑکوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا، لہذا ان کو ذبح کرنے کیلئے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے، مگر قریش نے انہیں روک دیا۔ بالخصوص عبد اللہ کے بھائی اور ماموں سخت آڑے آئے۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ ان کے بدلے ایک سو اونٹ ذبح کئے جائیں، چنانچہ عبد المطلب نے ایسا ہی کیا،^② اسی لئے آپ ﷺ کو دو ذبح کی اولاد کہا جاتا ہے۔ ایک ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور ایک آپ ﷺ کے والد عبد اللہ۔ اسی طرح آپ کو دو ندیہ دیئے گئے بزرگوں کی اولاد بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مینڈھے کا ندیہ دیا گیا تھا اور آپ کے والد کو سو اونٹوں کا۔

عبد اللہ کی شادی آمنہ بنت وہب سے ہوئی، جو اس وقت قریش کی سب سے بلند پایہ خاتون تھیں۔ ان کا باپ وہب بھی بنو زہرہ کا سردار اور عالی نسب تھا۔ آمنہ شادی کے بعد ہی امید سے ہو گئیں۔ ادھر کچھ عرصہ بعد عبد المطلب نے عبد اللہ کو تجارت کے سلسلے میں

① ایضاً ۱/۲۳، ۶۵، کتب تفسیر، تفسیر سورة الفیل۔

② سیرت ابن ہشام، ۱/۱۵۱، ۱۵۵، تاریخ طبری، ۲/۲۳۹، ۲۳۳

مدینہ یا شام بھیجا۔ واپسی پر وہ مدینہ میں انتقال کر گئے اور انہیں نابغہ ذبیانی کے مکان میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت تک آپ پیدا نہیں ہوئے تھے۔^①

پیدائش | آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر موسم بہار میں پیدا ہوئے۔ یہ دو شنبہ (سوموار) کی صبح تھی، ربیع الاول کی ۹ / اور کہا جاتا ہے کہ ۱۳ / تاریخ۔۔۔ سال وہی تھا جس میں ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ چونکہ وہ اپنے ساتھ ہاتھی بھی لایا تھا، اور عربی میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں، اس لئے اس سال کا نام ”عام الفیل“ پڑ گیا۔ اس روز اپریل ۵۷۱ء کی ۲۲ / تاریخ تھی۔^②

پیدائش کے وقت دایہ کا کام حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفاء بنت عمرو نے انجام دیا۔

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ کے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہو گئے۔^③ پھر والدہ نے عبدالمطلب کے پاس آپ کی پیدائش کی خوشخبری بھجوائی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کا شکر ادا کیا اور اس توقع پر کہ ”آپ کی تعریف کی جائے گی“ آپ کا نام ”محمد“ رکھا۔ پھر عرب کے دستور کے مطابق ساتویں دن عقیقہ اور ختنہ کیا اور لوگوں کی دعوت کی۔^④

① سیرت ابن ہشام، ۱/۱۵۶، ۱۵۸، تاریخ طبری، ۲/۲۳۶-۲۳۷، الروض الانف، ۱/۱۸۳

② ۹ ربیع الاول کی تحقیق محمود پاشا فلکی نے بہت خوب کی ہے۔ دیکھئے نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام، طبع بیروت، ص: ۲۸، ۳۵

③ مسند احمد، ۴/۱۲۷، ۱۲۸، ۱۸۵، ۵/۲۶۲-۲۶۳، مسند دارمی، ۱/۱۳-۱۴، طبقات ابن سعد، ۱/۱۰۲-۱۰۳

④ سیرت ابن ہشام، ۱/۱۵۹، ۱۶۰، تاریخ طبری، ۲/۱۵۶، ۱۵۷، طبقات ابن سعد، ۱/۱۰۳-۱۰۴، کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ (تلفیح فوم اہل الاثر، ص: ۴) مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (زاد المعاد، ۱/۱۸)

آپ ﷺ کو آپ کے والد کی لونڈی ام ایمن گود کھلایا کرتی تھیں۔ وہ جشن تھیں، اور ان کا نام ”برکت“ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی نبوت کا دور پایا، اسلام لائیں اور ہجرت بھی کی، پھر آپ کی وفات کے پانچ چھ مہینے بعد وفات پا گئیں۔ ①

رضاعت | آپ ﷺ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا، اس وقت اس کا اپنا جو بچہ دودھ پیتا تھا، اس کا نام مسروح تھا۔ ثویبہ نے آپ سے پہلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو اور آپ کے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا، لہذا یہ تینوں آپ کے رضاعی بھائی ہوئے۔ ②

حلیمہ سعدیہ کی گود میں | عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری بیاریوں سے بچانے کے لئے انہیں دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے، تاکہ ان کے پٹھے مضبوط اور ان کی عربی زبان خالص اور ٹھوس ہو جائے۔ اسی دستور کے مطابق عبدالمطلب کو بھی دودھ پلانے والی دایہ کی تلاش تھی۔ ادھر بنو سعد بن بکر بن ہوازن کی کچھ عورتیں اسی غرض سے مکہ آئیں اور ان پر آپ (ﷺ) کو بھی پیش کیا گیا، مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ یتیم ہیں تو وہ آپ کو لینے سے انکار کر دیتیں۔ ایک خاتون حلیمہ بنت ابو ذویب کو کوئی بچہ نہ ملا، لہذا انہوں نے مجبوراً آپ ہی کو لے لیا۔ مگر جب لے لیا تو ان پر خوش قسمتی کا ایسا دروازہ کھلا کہ دنیا حیرت زدہ رہ گئی، جس کی ایک جھلک آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ کریں گے۔

حضرت حلیمہ کے والد ابو ذویب کا نام عبداللہ بن حارث تھا اور وہ آپ (ﷺ) کے رضاعی نانا ہوئے۔ حلیمہ کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ اور دونوں ہی قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن سے تعلق رکھتے تھے، اس طرح حارث کے بچے، بچیاں آپ کے رضاعی

① صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۷۱ (۳/۱۳۹۲)

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۶۴۵، ۵۱۰۰، ۵۱۰۱، ۵۱۰۲، ۵۱۰۷، ۵۳۷۲، تاریخ طبری ۵۸۸/۲۔ دلائل النبوة

لابی نعیم ۱۷۷/۱

بھائی بہن ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ، انیسہ، جدامہ، ان کا لقب شیماء تھا اور اسی سے وہ مشہور ہوئیں۔ وہ قدرے بڑی تھیں اور آپ کو گود کھلایا کرتی تھیں۔

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا کہ جب تک آپ ﷺ حلیمہ کے گھر میں برکات کی بارش

مال رہا۔ حلیمہ کا بیان ہے کہ وہ جب مکہ آئی تھیں تو قحط سالی کا دور تھا، ان کے پاس ایک گدھی تھی جو اس قدر کمزور اور دہلی تھی کہ پورے قافلے میں سب سے ست اور مرل چال چلتی تھی، ایک اونٹنی بھی تھی، مگر وہ ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی۔ حلیمہ کا اپنا بچہ بھوک کی بے قراری سے پوری رات بلکتا اور چیختا رہتا، نہ خود سوتا نہ ماں باپ کو سونے دیتا۔ مگر جب وہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیرے پر آئیں اور گود میں رکھا تو سینے دودھ سے بھر گئے حتیٰ کہ آپ نے شکم سیر ہو کر دودھ پیا اور آپ کے ساتھ حلیمہ کے بچے نے بھی جی بھر کر پیا، پھر دونوں آرام کی نیند سو گئے۔

ادھر شوہر اٹھ کر اونٹنی کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تھن سے دودھ ابلا چاہتا ہے، چنانچہ اس نے اس قدر دودھ دوہا کہ دونوں نے خوب آسودہ اور سیراب ہو کر پیا اور نہایت پر سکون رات گزاری۔

مکہ سے واپسی میں حضرت حلیمہ اسی خستہ حال گدھی پر سوار ہوئیں اور اپنے ساتھ آپ کو بھی لیا مگر اب وہی گدھی اس قدر تیز چلی کہ پورے قافلے کو کاٹ کر آگے نکل گئی، اور کوئی گدھا اس کا ساتھ نہ پکڑ سکا۔

حضرت حلیمہ کا وطن دیار بنو سعد، سب سے زیادہ قحط زدہ تھا، مگر اس کے باوجود مکہ سے واپسی کے بعد ان کی یہ حالت ہوئی کہ جب بکریاں چر کر واپس آتیں تو ان کی کوکھ نکلی ہوتی، اور تھن دودھ سے لبریز ہوتے۔ میاں بیوی خوب دوستے اور پیٹتے، جبکہ کسی اور انسان کو دودھ کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہوتا۔

یوں اس خاندان کو مسلسل خیر و برکت نصیب ہوتی رہی، یہاں تک کہ دو سال گزر گئے اور مدت رضاعت پوری ہو گئی، چنانچہ حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اس دوران آپ

ﷺ پختہ اور مضبوط ہو چکے تھے۔

کچھ اور عرصہ حلیمہ کے پاس
حلیمہ کا دستور تھا کہ وہ آپ کو ہر چھ مہینے بعد مکہ

لا تیں، والدہ اور خاندان کے لوگوں سے ملا تیں پھر اپنے دیار بنو سعد واپس لے جاتیں۔ جب مدت رضاعت پوری ہو گئی، اور دودھ چھڑا کر آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے پاس لائیں تو اب تک جو خیر و برکت دیکھ چکی تھیں، اس کے پیش نظر چاہتی تھیں کہ آپ کو ان ہی کے پاس رہنے دیا جائے، چنانچہ انہوں نے آپ کی والدہ سے کہا کہ ”کیوں نہ آپ بچے کو میرے پاس ہی رہنے دیں کہ وہ ذرا اور مضبوط ہو جائے، کیونکہ مکہ کی وبا سے ڈر لگتا ہے۔“ والدہ اس پر راضی ہو گئیں اور حلیمہ آپ کو لے کر خوش خوش اپنے گھر واپس ہوئیں^① اور آپ تقریباً مزید ”دو برس“ تک وہیں رہے۔ پھر آپ کے سینہ مبارک چاک کئے جانے کا واقعہ پیش آیا، جس سے ڈر کر حلیمہ اور ان کے شوہر نے آپ کو آپ کی والدہ کے حوالے کر دیا۔^②

سینہ مبارک چاک کیا جاتا ہے | انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

”آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور آپ کو لٹا کر سینہ چاک کر دیا، پھر آپ کا دل نکالا اور اس میں سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا کہ ”یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔“ پھر دل کو سونے کی طشت میں زمزم کے پانی سے دھو کر جوڑ دیا اور اسی جگہ پلٹا دیا۔ ادھر بچے دوڑ کر آپ کی ماں یعنی دایہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ”محمد (ﷺ) قتل کر دیا گیا۔ وہ لوگ جھٹ پہنچے تو دیکھا رنگ اتر ا ہوا تھا۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی ﷺ کے سینے پر سلائی کا اثر دیکھا کرتا تھا۔^③

① سیرت ابن ہشام ۱/۱۶۲، ۱۶۳، تاریخ طبری ۲/۱۵۸، ۱۵۹، ابن حبان (مرتب) ۸/۸۲، ۸۳، طبقات ابن سعد ۱/۱۱۱

② طبقات ابن سعد ۱/۱۱۲، مروج الذهب ۱/۱۸۱، دلائل النبوة لابن نعیم ۱/۱۶۱، ۱۶۲، اور ان کے نزدیک بقول ابن عباس یہ واقعہ پانچویں سال کا ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۲۶۱ (۱/۱۴۷)

ماں کی آغوشِ محبت میں

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کو مکہ پہنچا دیا گیا اور آپ نے اپنی ماں کے سالیہ محبت میں اپنے خاندان کے اندر کوئی دو

برس گزارے۔ پھر والدہ، دادا اور ام ایمن کے ساتھ مدینہ کا سفر کیا۔ جہاں آپ کے والد کی قبر بھی تھی اور دادا کا نہیال بھی۔ آپ مدینہ میں ایک ماہ رہ کر واپس ہوئے تو راستہ میں آپ کی والدہ بیمار ہو گئیں، اور ”ابواء“ پہنچ کر رحلت کر گئیں، وہیں انہیں بھی دفن کر دیا گیا۔ ﴿۱﴾

دادا کے سالیہ شفقت میں

اب بوڑھے عبدالمطلب آپ کو لے کر مکہ پہنچے، ان کے دل پر آپ کی اس غنی مصیبت کے احساس کا گہرا زخم تھا،

چنانچہ آپ کے لئے ان کے دل میں ایسی رقت پیدا ہوئی کہ خود ان کے اپنے بیٹوں کے لئے ویسی رقت نہ تھی۔ وہ آپ کی بڑی قدر کرتے، اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے، خوب اکرام کرتے، ان کا خاص ”فرش“ جس پر کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا، اس پر آپ کو بٹھاتے، پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے، آپ کی نقل و حرکت دیکھ کر خوش ہوتے اور یقین رکھتے تھے کہ آئندہ آپ کی ایک نرالی شان ہونے والی ہے۔ لیکن ابھی آپ کی عمر صرف ”آٹھ برس دو مہینے اور دس دن“ ہوئی تھی کہ عبدالمطلب بھی انتقال کر گئے۔ ﴿۲﴾

چچا کی کفالت میں

اب آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ آپ کے والد کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے آپ سے خاص رحمت

وشفقت برتی۔ وہ مالدار تو نہ تھے لیکن آپ کی کفالت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے تھوڑے سے مال میں اس قدر بزرکت دی کہ ایک آدمی کا کھانا پورے کنبے کے لئے کافی ہو جایا کرتا۔ خود آپ بھی صبر و قناعت کا نمونہ تھے جو کچھ ملتا اسی پر قناعت فرماتے۔

ملکِ شام کا سفر اور بحیرہ راہب سے ملاقات

جب آپ ﷺ کی عمر بارہ برس، اور کہا جاتا ہے کہ مزید دو مہینے دس دن

﴿۱﴾ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۸، تلمیح الفہوم، ص: ۷۷

﴿۲﴾ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۸-۱۶۹، تلمیح، ص: ۷۷۔

ہوئی ﴿۱﴾ تو ابو طالب نے تجارت کے لئے ملک شام جانے کا قصد کیا۔ آپ کو ان کی جدائی بہت گراں گزری۔ جس سے وہ بھی بہت متاثر ہوئے اور اپنے ساتھ لے لیا۔ جب قافلے نے ملک شام کی حدود میں پہنچ کر شہر بصریٰ کے قریب پڑاؤ ڈالا تو بحیرانی عیسائیوں کا ایک بڑا راہب، اپنے گرجے سے نکل کر ان کے پاس آیا اور قافلے کے درمیان سے گزر کر نبی ﷺ کے پاس پہنچا، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا:

”یہ دنیا کے سردار ہیں۔ پروردگار عالم کے رسول ہیں۔ اللہ انہیں رحمت عالم بنا کر بھیجے گا۔“

لوگوں نے کہا ”آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟“

اس نے کہا ”تم لوگ جب گھاٹی سے ادھر ظاہر ہوئے تو کوئی پتھریا درخت ایسا نہ بچا جو سجدہ کے لئے جھک نہ گیا ہو، اور یہ دونوں چیزیں نبی کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتیں، پھر میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو کندھے کے نیچے نرم ہڈی کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم انہیں اپنی کتابوں میں بھی پاتے ہیں۔“

پھر اس نے قافلے کی ضیافت کی اور ابو طالب سے کہا کہ ”ان کو واپس کر دیں۔ ملک شام نہ لے جائیں، کیونکہ یہود اور رومیوں سے خطرہ ہے۔“ اس پر ابو طالب نے آپ کو مکہ بھیج دیا۔ ﴿۲﴾

جنگِ فجار | جب آپ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو ذی قعدہ کے مہینے میں ”عکاظ“ کے بازار میں ایک لڑائی پیش آئی، جس میں ایک طرف قریش اور کنانہ کے قبائل تھے اور دوسری طرف قیس، غیلان کے قبائل۔ دونوں میں گھسان کا رن پڑا، اور فریقین کے کئی کئی آدمی کھیت رہے، لیکن پھر انہوں نے صلح کر لی اور طے کیا کہ دونوں طرف کے

﴿۱﴾ یہ بات ابن جوزی نے تلمیح، ص: ۷۷ میں کہی ہے۔

﴿۲﴾ جامع ترمذی، حدیث: ۳۶۲۰ (۵۵۰/۵) (۵۵۱) تاریخ طبری ۲/۲۷۸، ۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۱۱۷۸۲ (۳۸۹/۱۱) دلائل النبوة للبیہقی ۲/۲۳، ۲۵ دلائل النبوة لابن نعیم، ۱/۱۷۰ اس کی سند ثابت و قوی ہے۔ البتہ اس میں بعض وہم واقع ہوا ہے، اس لیے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

مقتولین گئے جائیں، جدھر زیادہ ہوں ادھر والے زائد مقتولین کا خون بہا لے لیں۔ اس کے بعد جنگ ختم ہو گئی اور باہمی شروعداوت کو منادیا گیا۔

اس جنگ میں آپ بھی تشریف فرما تھے، اور اپنے چچاؤں کو تیر تھمایا کرتے تھے۔ اس کا نام ”جنگ فجار“ اس لئے پڑا کہ اس میں حرام مینے کی حرمت پامال کی گئی تھی۔ فجار نام کے واقعات چار بار پیش آئے۔ ہر سال ایک واقعہ پیش آتا رہا۔ مذکورہ واقعہ آخری تھا۔ اس سے پہلے کے تین واقعات میں ہلکے پھلکے جھگڑے پیش آئے۔ لڑائی صرف اسی چوتھے واقعے میں پیش آئی۔^①

اس جنگ کے بعد ہی ذی قعدہ کے مینے میں پانچ قریشی قبائل کے درمیان ایک عہد نامہ طے پایا جسے ”حلف الفضول“ کہتے ہیں۔ ان قبائل کے نام یہ ہیں:

- | | |
|------------|--------------|
| ① بنو ہاشم | ② بنو المطلب |
| ③ بنو اسد | ④ بنو زہرہ |
| ⑤ بنو تیمم | |

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ زبید (یمین) کا ایک آدمی سامان تجارت لے کر مکہ آیا، عاص بن وائل نے اس سے سامان خرید لیا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ اس نے بنو عبدالدار، بنو مخزوم، بنو جح، بنو سہم اور بنو عدی سے فریاد کی، لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، چنانچہ اس نے جبل ابو قیس پر چڑھ کر چند اشعار میں اپنی مظلومیت کا نقشہ کھینچا، اور آواز لگائی کہ کوئی اس کا حق دلانے کے لئے اس کی مدد کرے۔ اس پر زبیر بن عبد المطلب نے دوڑ ڈھوپ کی۔ چنانچہ مذکورہ قبائل کے افراد بنو تیمم کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے، خواہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور عاص بن وائل سے زبیدی کا

① سیرت ابن ہشام ۱/۱۸۳، ۱۸۷، المنقذ فی اخبار قریش، ص: ۱۲۳، ۱۸۵، الکامل فی التاريخ، ابن الاثیر

حق لے کر اس کے حوالے کیا۔

اس عہد و پیمان میں آپ بھی اپنے بچاؤں کے ساتھ تشریف فرما تھے اور شرف رسالت سے مشرف ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ ”میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدہ میں شریک ہوا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر میں اس کے لئے دور اسلام میں بلایا جاتا تو اسے یقیناً قبول کرتا۔“ ﴿۳۸﴾

عملی زندگی

نبی ﷺ یتیم پیدا ہوئے اور اپنے دادا پھر چچا کی کفالت میں پرورش پائی۔ والد سے وراثت میں جو کچھ ملا تھا اس سے کچھ ہونے والا نہ تھا، لہذا جو ہی آپ ہلکے پھلکے کام کرنے کے لائق ہوئے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ دیار بنی سعد میں بکریاں چرانے لگے۔ ﴿۳۹﴾ پھر جب مکہ آئے تو وہاں بھی چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔ ﴿۴۰﴾ قیراط، ایک دینار کا بیسواں یا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے جس کی قیمت اس زمانے میں بمشکل اسی نوے روپے ہو سکے گی۔

اداکل عمر میں بکری چرانا انبیاء کی سنت ہے۔ ایک بار عہد نبوت میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”کوئی بھی نبی نہیں گزرا مگر اس نے بکری ضرور چرائی ہے۔“ ﴿۴۱﴾ پھر جب آپ جوان ہو گئے تو غالباً تجارت کرنے لگے، کیونکہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ سائب بن ابی سائب کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ آپ بہترین ساجھی تھے، نہ حجت بحث کرتے تھے، نہ جھگڑتے تھے۔ ﴿۴۲﴾

آپ معاملات میں حد درجہ امانت، سچائی اور پرہیز کے لئے مشہور تھے اور زندگی کے سارے میدانوں میں آپ کا یہی وطیرہ تھا، چنانچہ آپ کا لقب ہی ”امین“ پڑ گیا تھا۔

﴿۳۸﴾ طبقات ابن سعد ۱/۱۲۶، ۱۲۸، نسب قریش للزبیری، ص: ۲۹۱

﴿۳۹﴾ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۶۶

﴿۴۰﴾ صحیح بخاری، اجارات، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث: ۲۲۶۲

﴿۴۱﴾ صحیح بخاری، اطعمہ، باب الکلباش، حدیث: ۵۴۵۳۔

﴿۴۲﴾ سنن ابی داود، ۲/۶۱۱، حدیث: ۴۸۳۶، ابن ماجہ، ۲/۷۶۸، حدیث: ۲۲۸۷، مسند احمد، ۳/۲۲۵

ملک شام کا سفر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کی تجارت | آپ کا یہی شہرہ سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ

کو تجارت کے لئے اپنے مال کی پیش کش کی۔ وہ شرف اور مال دونوں لحاظ سے قریش کی سب سے معزز خاتون تھیں اور لوگوں کو کچھ اجرت پر اپنا مال تجارت کے لئے دیا کرتی تھیں۔ انہوں نے پیش کش کے ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ ”وہ آپ کو سب سے اچھی اجرت دیں گی۔“

آپ نے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ وہاں خرید و فروخت کی خوب نفع ہوا اور اس قدر برکت ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی پھر مکہ واپس آئے اور امانت ادا فرمادی۔^①

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی | ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے امانت و برکت کا یہ حال دیکھا تو دم بخود رہ گئیں، پھر میسرہ نے آپ کے شیریں

شماں، بلند اخلاق --- اور کہا جاتا ہے ”دھوپ میں دو فرشتوں کے سایہ کرنے“ کا حال بیان کیا --- تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ان کا گوہر مراد انہیں مل گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس اپنی ایک سہیلی کو بھیج کر شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے تجویز پسند کی اور چچاؤں سے گفتگو کی۔ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا، بات طے ہو گئی اور بنو ہاشم اور سرداران قریش کی ایک مجلس میں بیس اونٹ --- اور کہا جاتا ہے چھ اونٹ --- مرہر نکاح ہو گیا۔ خطبہ نکاح ابو طالب نے دیا، جس میں اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر آپ کے فضل و شرف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ایجاب و قبول کے کلمات کہے اور مہربان کیا۔

یہ ملک شام سے واپسی کے دو مہینے اور چند دن کے بعد کی بات ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس سال تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۸ سال تھی، کچھ اور اقوال بھی ہیں۔ حضرت خدیجہ کی شادی

پہلے عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی تھی، مگر وہ انتقال کر گیا تو ابو ہالہ تیمی سے ہوئی، اور اس سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا، مگر پھر ابو ہالہ بھی انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بڑے بڑے سرداران قریش نے شادی کرنی چاہی، مگر حضرت خدیجہ راضی نہ ہوئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کے شرف زوجیت سے نوازا، اور ایسی سعادت عطا فرمائی کہ پہلوں اور پچھلوں سب کے لئے باعثِ رشک ٹھہریں۔

نبی ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلی بیوی تھیں، ان کے جیتے جی آپ نے کسی اور سے شادی نہ کی۔ آپ کی تمام اولاد بھی ان ہی سے تھی۔ صرف ابراہیم ماریہ قطیبہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔ ان کی اولاد کے نام یہ ہیں۔ پہلے قاسم، پھر زینب، پھر رقیہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ پھر عبداللہ۔ کچھ لوگوں نے تعداد اور ترتیب دونوں اس سے مختلف بتائی ہے۔ آپ ﷺ کے تمام لڑکے بچپن ہی میں انتقال کر گئے، البتہ تمام بچیوں نے عہد نبوت کو پایا، اسلام لے آئیں اور ہجرت بھی کی۔۔۔ اور سب کی سب آپ کی زندگی ہی میں انتقال بھی کر گئیں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔^①

بیت اللہ کی تعمیر اور حجر اسود کے جھگڑے کا فیصلہ آپ کی عمر کا پینتیسواں سال تھا کہ ایک زور دار سیلاب آیا جس سے خانہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ یہ دیواریں ایک بار کعبہ میں آگ لگ جانے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی تھیں۔ اب قریش مجبور ہوئے کہ از سر نو تعمیر کریں۔ اس موقع پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس تعمیر میں صرف حلال مال ہی خرچ کریں گے۔ چنانچہ رنڈی کی اجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال اس میں استعمال نہیں کریں گے۔ انہیں خانہ کعبہ گراتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں اللہ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے۔ بالآخر ولید بن مغیرہ نے یہ کہہ کر ڈھانا شروع کیا کہ اللہ مصلحین کو ہلاک نہیں کرتا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے کچھ نہیں ہوا تو انہوں نے بھی ڈھانا شروع کر دیا اور حضرت ابراہیم

ﷺ والی بنیاد تک گرا ڈالا۔

اس کے بعد تعمیر شروع کی، تعمیر کے لئے ہر قبیلہ کا الگ الگ حصہ مقرر تھا، اشراف اپنے کاندھوں پر پتھر لاتے اور ڈھیر لگاتے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا عباس بھی پتھر ڈھور رہے تھے۔ تعمیر کا کام باقوم نامی ایک رومی معمار کر رہا تھا، چونکہ مال اتنا جمع نہ ہو سکا تھا کہ عمارت حضرت ابراہیم ﷺ کی بنیادوں پر مکمل کی جاسکتی، اس لئے شمال کی طرف سے تقریباً چھ ہاتھ چھوڑ کر اس پر ایک جھوٹی سی دیوار اٹھادی گئی، تاکہ علامت رہے کہ یہ کعبہ کا حصہ ہے۔ اسی کو ”حجر اور حطیم“ کہتے ہیں۔

جب دیوار ”حجر اسود“ تک اٹھ چکی تو ہر سردار نے چاہا کہ وہی حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف حاصل کرے۔ اس پر سخت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا جو چار پانچ روز تک جاری رہا اور قریب تھا کہ حرم میں خون خرابہ ہو جاتا۔ لیکن ابو امیہ نے جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا، یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہوا اسے اس جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ کی مشیت دیکھیں کہ اس کے بعد سب سے پہلے جو شخص داخل ہوا وہ آپ (ﷺ) تھے۔ قریش نے دیکھتے ہی کہا:

«هَذَا الْأَمِينُ رَضِينَاهُ، هَذَا مُحَمَّدٌ»

”یہ محمد ہیں جو کہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں۔“

پھر آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو آپ کو تفصیل بتائی گئی۔ آپ نے اس کا یہ حل نکالا کہ ایک چادر لی، اس میں حجر اسود رکھا اور سب سرداروں سے کہا کہ اس کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ جب چادر حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ اتنا عمدہ فیصلہ تھا کہ اس پر سب خوش ہو گئے۔

حجر اسود زمین سے ڈیڑھ میٹر بلندی پر ہے اور دروازہ تقریباً دو میٹر اونچا ہے۔ قریش نے اسے اتنا اونچا اس لئے رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کعبہ میں داخل نہ ہو

سکے۔ دیواریں اٹھارہ اٹھارہ ہاتھ بلند ہیں، جبکہ پہلے نو نو ہاتھ تھیں۔ اندرون کعبہ دو لائٹوں میں چھ ستون کھڑے کئے گئے ہیں اور پندرہ ہاتھ کی بلندی پر چھت لگائی گئی ہے، جبکہ پہلے نہ ستون تھے نہ چھت۔ ①

نبوت سے پہلے آپ (ﷺ) کی سیرت | آپ (ﷺ) بچپن ہی سے سلیم العقل، پاکدامن اور بھرپور قوت کے مالک تھے۔ جوانی اور بچپن کا زمانہ آیا تو آپ کی خوبیاں اور نکھر آئیں۔ آپ درست سوچ، صحیح نظر، بہترین اخلاق، اور عمدہ عادات کا سب سے بلند نمونہ تھے۔ سچائی اور امانت، مردانگی اور شجاعت، عدل اور حکمت، زہد اور قناعت، بردباری اور عفت، صبر و شکر، حیا اور وفا، خیر خواہی اور تواضع سب میں ممتاز تھے۔ بھلائی اور احسان میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ابو طالب نے کیا خوب کہا ہے۔ ②

أَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ
”وہ گورے مکھڑے والا جس کی برکت سے ابر رحمت برستا ہے، وہ یتیموں کا سہارا اور
بیواؤں کا نگہبان ہے۔“

آپ بڑی صلہ رحمی کرتے تھے۔ لوگوں کا بوجھ اپنے سر لے لیتے تھے، تنگ دست کی ایسی مدد فرماتے کہ مالدار ہو جاتا یا روزگار سے لگ جاتا، مہمان کی میزبانی کرتے اور مصیبت کے مارے ہوؤں سے تعاون فرماتے۔ ③

اللہ نے آپ کی حفاظت و مہربانی کا خاص انتظام فرمایا تھا اور قوم کے اندر پھیلی ہوئی خرافات اور برائیوں کے خلاف آپ کے دل میں نفرت ڈال دی تھی۔ چنانچہ آپ بتوں کی عید پر حاضر ہوتے تھے نہ شرک کے میلوں میں جاتے تھے۔ آپ آستانوں یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور کھاتے نہ بتوں ہی کو چھوتے اور ان سے تقرب حاصل کرتے

① سیرت ابن ہشام ۱/۱۹۲-۱۹۷، تاریخ طبری ۲/۲۸۹ وابعث۔ صحیح بخاری، حج، باب فضل مکہ و بنیانہا
حدیث: ۱۵۸۲۔ مسند ابی داؤد طیالسی، محاضرات، تاریخ الامم الاسلامیہ، از حفصی بک ۱/۶۲، ۶۵
② صحیح بخاری، حدیث: ۳

تھے، لات وعزلی کی قسم تو سننا بھی گوارا نہ فرماتے تھے۔^①
 شراب نوشی اور کھیل کود کی مجلسوں سے آپ انتہائی دور تھے، ایسی کسی مجلس میں آپ
 ﷺ نے کبھی شرکت نہ فرمائی، حالانکہ یہی مجلسیں جوانوں کی تفریح گاہ اور دوستوں کی
 جائے ملاقات ہوا کرتی تھیں۔

① دیکھئے ابن ہشام، ۱۲۸/۱، تاریخ طبری ۱۱/۲، تہذیب تاریخ دمشق ۱/۳۷۳، ۳۷۶



نبوت و دعوت

نبوت کے آثار اور سعادت کی جھلکیاں | پیچھے جو حالات بیان کئے جا چکے ہیں ان کی وجہ سے آپ (ﷺ) اور آپ کی قوم کے درمیان فکری اور عملی فاصلہ بڑھتا گیا، آپ قوم کی بدبختی اور بگاڑ دیکھ کر رنجیدہ رہنے لگے، ان سے الگ تھلگ اور تنہا رہنے کی خواہش بڑھنے لگی اور یہ سوچ بھی گہری ہونے لگی کہ انہیں ہلاکت اور تباہی سے کیونکر بچایا جائے۔

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ رنج اور یہ خواہش بڑھتی ہی گئی اور بالآخر آپ کو کشاں کشاں غار حرا^① تک لے گئی، جہاں آپ ﷺ سال میں رمضان کا ایک مہینہ دین ابراہیم کی پچی کھچی تعلیمات کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے اور مہینہ پورا کر کے صبح دم مکہ تشریف لاتے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے گھر کی راہ لیتے۔ تین سال تک آپ ﷺ کا یہی عمل رہا۔

جب چالیس سال عمر پوری ہو گئی، اور یہی سن کمال ہے، عموماً اسی عمر میں پیغمبر بھیجے جاتے ہیں، تو نبوت کی چمک دمک اور سعادت کی جھلکیاں نظر آنی شروع ہوئیں۔ چنانچہ آپ نیک خواب دیکھتے اور جیسا دیکھتے ویسا ہی پیش آتا۔ پھر روشنی نظر آنے لگی اور آواز سنائی دینے لگی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔“^②

① حرا پہاڑ اب ”جبل نور“ کے نام سے مشہور ہے۔ اصل مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً دو میل ہے۔ اسکی بلند چوٹی دور سے نظر آتی ہے۔ اس چوٹی کے بائیں طرف کچھ نیچے اترنے کے بعد غار واقع ہے۔ غار کی لمبائی چار میٹر سے کچھ کم اور چوڑائی ڈیڑھ میٹر سے کچھ زیادہ ہے۔

② صحیح مسلم، حدیث: ۲۲۷۷

نبوت کا آغاز اور وحی کا نزول

پھر تیسرے سال کے رمضان میں جب آپ کی عمر کا اکتالیسواں سال چل رہا تھا، آپ ﷺ غار حرا کے اندر ذکر الہی اور عبادت میں مشغول تھے کہ یکایک حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ کو وحی و نبوت سے نوازا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں اچھے خواب سے ہوا، آپ جو خواب دیکھتے وہ سفید صبح کی طرح نمودار ہوتا، پھر آپ کو تنہائی پسند آنے لگی، چنانچہ آپ غار حرا میں خلوت اختیار فرماتے، اور کئی کئی رات گھر آئے بغیر عبادت کرتے، اور اس عرصہ کے لئے توشہ بھی لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی جیسی مدت کے لئے پھر توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ غار حرا ہی میں تھے کہ آپ کے پاس حق آگیا، یعنی آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا:

”پڑھو!“

آپ نے فرمایا ”میں پڑھنا نہیں جانتا.....“ آپ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس زور سے دبوچا کہ مجھے چور کر ڈالا۔ پھر چھوڑ کر کہا:

”پڑھ!“

میں نے کہا ”میں پڑھنا نہیں جانتا.....“ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا، اور چور کر ڈالا۔

پھر چھوڑ کر کہا:

”پڑھ!“

میں نے کہا ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں.....“ اس نے تیسری بار دبوچا۔ اور کہا:

﴿أَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳﴾

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵﴾ (العلق ۱/۹۶-۵)

”پڑھ! اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو لو تھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ! تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم دیا۔ انسان کو وہ بات سکھائی جسے وہ جانتا نہ تھا۔“

ان آیات کو لے کر رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے، آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر فرمایا ”مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔“ انہوں نے چادر اوڑھا دی۔ یہاں تک کہ دہشت جاتی رہی۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنا کر فرمایا کہ ”مجھے اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔“ انہوں نے کہا:

«كَلَّا، وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ اَبَدًا - اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ» (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، ح: ۳)

”اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے ساروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، خالی ہاتھ والوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد فرماتے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ دورِ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ اور عبرانی لکھنا جانتے تھے، چنانچہ عبرانی میں توفیق الہی کے مطابق انجیل لکھتے تھے۔ اس وقت وہ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا:

بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔

ورقہ نے کہا ”بھتیجے تم کیا کہتے ہو؟“

آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا، بیان کر دیا۔

ورقہ نے کہا ”یہ تو وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے

”بھئی۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تو کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟“

ورقہ نے کہا ”ہاں! کوئی ایسا آدمی نہیں جو تمہارے جیسا پیغام لایا ہو، مگر اس سے دشمنی نہ کی

گئی اور اگر میں نے تمہارا وہ دن (کہ جس دن تمہاری قوم تمہیں مکہ سے نکالے گی) پالیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی رک گئی۔ ﴿۱﴾

آغاز نبوت اور نزول وحی کی تاریخ | یہ نبی ﷺ پر پہلی بار وحی اترنے اور آپ کی نبوت شروع ہونے کا واقعہ ہے۔ یہ رمضان کے

مہینے میں لیلۃ القدر کے اندر پیش آیا۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرة ۲/۱۸۵)
”رمضان کا مہینہ ہی (وہ مہینہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر ۹۷/۱)

”ہم نے قرآن کو عزت والی رات میں اتارا۔“

صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ واقعہ رات کے پچھلے پہر سوموار کی فجر طلوع ہونے سے پہلے پیش آیا، چونکہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی طاق رات میں ہوا کرتی ہے اور اس سال سوموار ۲۱ رمضان کو پڑا تھا اس لئے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی نبوت آپ کی پیدائش کے اکتالیسویں سال ۲۱ رمضان سوموار کی رات شروع ہوئی۔ ﴿۲﴾ اس روز اگست کی دس تاریخ تھی اور ۶۱۰ عیسوی۔ قمری حساب سے اس وقت آپ ﷺ کی عمر ”چالیس سال چھ مہینے بارہ دن“ تھی اور شمسی حساب سے ”انتالیس سال تین مہینے بائیس دن“ لہذا آپ کی بعثت چالیس سال شمسی کے سرے پر ہوئی۔ ﴿۳﴾

﴿۱﴾ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث: ۳، نیز تفسیر اور روایا، احادیث: ۳۳۹۲، ۲۹۵۳، ۲۹۵۵،

۲۹۵۶، ۲۹۵۷، ۶۹۸۲، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۱۶۰

﴿۲﴾ ایک صحیح حدیث کے مطابق نزول قرآن کی تاریخ ۲۳ رمضان المبارک (۲۵ ویں رات) ہے۔

(مسند احمد، ۱۰۷/۳)

﴿۳﴾ صحیح مسلم، ۳۶۸/۱ (ہندی)۔ مسند احمد، ۲۹۹/۵، ۲۹۹/۴، ۲۸۶/۳، حاکم، ۶۰۲/۳۔

وحی کی بندش اور دوبارہ نزول جیسا کہ بتایا گیا غار حرا میں پہلی وحی اتر کر بند ہو گئی تھی، یہ بندش کئی روز تک قائم رہی۔ ① اس کی وجہ سے نبی ﷺ کو سخت رنج و ملال ہوا لیکن مصلحت الہی اسی میں تھی، کیونکہ اس طرح خوف جاتا رہا، معاملے کی نوعیت کو سمجھنے کا موقع ملا، اور دوبارہ وحی کی مشقت جھیلنے کے لئے صرف یہی نہیں کہ طبیعت آمادہ ہو گئی، بلکہ ایک گونہ شوق و طلب بھی پیدا ہوئی اور آپ ﷺ دوبارہ وحی آنے کا انتظار فرمانے لگے۔

ادھر گوشہ نشینی کی بقیہ مدت پوری کرنے کے لئے آپ ﷺ ورقہ کے پاس سے پلٹ کر دوبارہ غار حرا میں تشریف لے چکے تھے، پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا اور آپ کی مدت اعتکاف پوری ہو گئی تو حسب عادت پہلی شوال کی صبح حرا سے اتر کر مکہ روانہ ہوئے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

”کہ میں پہاڑ سے اتر کر میدان میں پہنچا تو مجھے پکارا گیا۔ میں نے دائیں دیکھا تو وہاں کچھ دکھائی نہ دیا، بائیں دیکھا تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہ دیا، پھر آگے دیکھا تو وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا، پھر پیچھے دیکھا تو وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا۔ اس کے بعد میں نے سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جو فرشتہ حرا میں میرے پاس آیا تھا وہی آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میرا پورا وجود اس کے رعب سے بھر گیا، یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جا جھکا۔ پھر میں خدیجہ کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، مجھ پر کبل ڈال دو، اور ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارو!“ انہوں نے کبل اوڑھا دیا، اور ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْمَدِينُ ۚ﴾ (۱) ﴿قُرْ فَلَا تَذَرْ﴾ (۲) ﴿وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ﴾ (۳) ﴿وَسُبَّكَ فَطَهِّرْ﴾ (۴) ﴿وَالزُّجَرُ فَاهْجُرْ﴾ (۵) (المدرثر ۷۴/۱-۵)

”اے کبل پوش! اٹھ اور (لوگوں کو ان کی بد عملی کے نتائج سے) ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اور اپنے کپڑے پاک رکھ، اور گندگی سے الگ تھلگ رہ۔“

یہ واقعہ نماز فرض ہونے سے پہلے کا ہے، اس کے بعد وحی میں گرمی آگئی، چنانچہ پرے درپے وحی آنے لگی۔ ﴿ان آیات سے آپ کی رسالت شروع ہوئی، آپ کی یہ رسالت آپ کی نبوت کے اتنے دنوں بعد شروع ہوئی جتنے دنوں وحی بند تھی۔ ان آیات میں آپ ﷺ کو دو طرح کے کام سوچے گئے ہیں، اور دونوں کے نتائج بھی بتا دیئے گئے ہیں۔

ایک کام یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کا حکم بتائیں اور بد عملی کے نتائج سے ڈرائیں۔ آپ کو یہ حکم ﴿فَمُؤَذِّنٌ﴾ ”اٹھ اور ڈرا“ کے ذریعے دیا گیا ہے، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ لوگوں کو یہ بتلا اور سمجھا دیں کہ وہ جس طرح کی گمراہی و بد عملی میں مبتلا ہیں اور غیر اللہ کی پوجا، اور اللہ کی بعض صفات و افعال اور حقوق میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا جو کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر ان کو عذاب دے گا۔

دوسرا کام یہ ہے کہ آپ خود اپنے اوپر اللہ کے احکام لاگو کریں، تاکہ آپ کو اللہ کی خوشنودی بھی حاصل ہو اور آپ دوسروں کے لئے نمونہ بھی ٹھہریں۔ یہ حکم بقیہ آیات میں دیا گیا ہے۔

چنانچہ ﴿وَذَبَكَ فَكَذَّبَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آپ بڑائی اور کبریائی کے لئے اللہ ہی کو خاص کر لیں۔ اس میں کسی اور کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔

اور ﴿وَتَبَانِكَ فَطَحَ﴾ کا بظاہر معنی یہ ہے کہ کپڑے اور جسم پاک رکھیں، کیونکہ اللہ کے سامنے نجاست اور گندگی کے ساتھ کھڑے ہونا ٹھیک نہیں، مگر محققین کے نزدیک اس کا یہ معنی ہے کہ اپنی روح کو پاک اور منزه رکھیں۔

اور ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْتُزَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ناراضی و عذاب کے اسباب سے اور قوم کی بد اعمالیوں، گندگیوں اور آلودگیوں سے الگ ہو جائیں۔

اور ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْكَتُ﴾ ”زیادہ چاہنے کے لئے احسان نہ کر“ کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں احسان کے بدلے کی خواہش اور امید نہ رکھیں۔ بلکہ یہ سمجھ لیں کہ یہ

﴿صحیح بخاری، تفسیر سورہ مدثر، حدیث: ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، صحیح مسلم کتاب الایمان،

مشکلات اور آزمائشوں کا راستہ ہے۔ لہذا اپنی قوم کا دین چھوڑنے اور ایک اللہ کی طرف بلانے پر تکالیف اور دشواریاں سہنے کے لئے تیار رہیں۔

اور ﴿وَلَوْلَاكَ فَاصْبِرْ﴾ ”اپنے رب کے لئے صبر کر۔“

تبلیغ کا آغاز | ان آیات کے اترنے کے بعد نبی ﷺ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگ گئے۔ چونکہ آپ کی قوم اکھڑ اور بت پرست تھی، باپ دادا سے جو کچھ ہوتا آیا تھا اسی کو حق سمجھتی تھی، اس میں اکڑ اور تکبر بھی بہت تھا نیز وہ اپنے معاملات کے فیصلے تلوار سے کیا کرتی تھی، اس لئے اللہ نے آپ ﷺ کے لئے یہ راستہ چنا کہ تبلیغ کا کام خاموشی اور راز داری سے کریں اور صرف اسی کو مخاطب کریں جو بھلا، حق پسند اور قابل اطمینان ہو اور ان میں بھی سب سے پہلے اپنے گھر، کنبے قبیلے اور دوست و احباب کو دعوت دیں۔

پہلے پہل ایمان لانے والے | اس پروگرام کے مطابق نبی ﷺ نے دعوت و تبلیغ شروع کی تو کئی خوش قسمت لوگوں نے اسے لپک کر قبول کیا، اور آپ پر ایمان لے آئے۔

① ان میں سب سے پہلا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ وہ آپ کی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کو سب سے اچھی طرح جانتی تھیں۔ انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ ایک آخری نبی کی آمد ابھی باقی ہے۔ وہ آپ کے تعلق سے کچھ معجزانہ حالات و واقعات بھی سن چکی تھیں اور آپ ﷺ میں نبوت و رسالت کی جھلک بھی دیکھ چکی تھیں۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ ورقہ جیسے صاحب علم و بصیرت نے بتایا تھا کہ حرام میں جو فرشتہ آپ کے پاس آیا تھا وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور جو کچھ لائے تھے وہ وحی الہی تھی اور سب سے آخری بات یہ کہ سورہ مدثر کی ابتدائی آیات جب اتر رہی تھیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنفس نفیس وہاں موجود تھیں۔ اس لئے یہ بالکل فطری بات تھی کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائیں۔

② ادھر ان آیات کے اترتے ہی نبی ﷺ اپنے جگری دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور

انہیں اپنی نبوت و رسالت سے آگاہ کرتے ہوئے ایمان لانے کی دعوت دی۔ انہوں نے بے کھٹک ایمان قبول کیا اور فوراً تصدیق کرتے ہوئے حق کی شہادت دی۔ چنانچہ وہ اس امت کے سب سے پہلے مومن ہیں۔ وہ آپ سے دو سال چھوٹے تھے اور آپ کا کھلا چھپا سب کچھ جانتے تھے، لہذا ان کا ایمان لانا آپ ﷺ کی سچائی کا بہترین ثبوت ہے۔

پہلے پہل ایمان لانے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ وہ نبی ﷺ کے زیر کفالت تھے۔ آپ ہی کے پاس رہتے تھے اور آپ ہی ان کے کھانے پینے کا بندوبست اور ان کی دیکھ بھال کرتے تھے، کیونکہ قریش قحط سالی سے دو چار تھے اور ابو طالب کے پاس مال کم اور اولاد زیادہ تھی، لہذا ان کے بیٹے جعفر کو حضرت عباس پال رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے پالا تھا۔ وہ آپ کے بچوں کی طرح آپ کے یہاں رہتے تھے اور آغاز نبوت کے وقت بلوغت کے قریب پہنچ چکے تھے اور ایک قول کے مطابق ابھی دس سال کے تھے۔ جو کچھ آپ ﷺ کرتے وہی وہ بھی کرتے تھے، لہذا جب آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور وہ بچوں میں سب سے پہلے مومن تھے۔

اسی طرح پہلے پہل ایمان لانے والوں میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی تھے۔ یہ دور جاہلیت میں گرفتار کر کے بیچ دیئے گئے تھے۔ پھر انہیں حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور حضرت خدیجہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا تھا۔ جب ان کے والد اور چچا کو ان کی موجودگی کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں اور فدیہ لینے میں بھی احسان فرمائیں۔ آپ نے زید کو بلایا اور اختیار دیا کہ چاہے آپ کے پاس رہیں چاہے والد اور چچا کے ساتھ چلے جائیں۔ انہوں نے آپ کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ آپ نے اسی وقت قریش کے مجمع میں جا کر اعلان فرمایا کہ ”آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا وارث ہو گا اور میں

اس کا وارث ہوں گا“ اور اسی دن سے ان کو ”زید بن محمد“ کہا جانے لگا۔ والد اور چچا یہ منظر دیکھ کر بخوشی واپس چلے گئے۔

یہ سارا واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے، اسلام آیا تو اس نے منہ بولے بیٹے کا رواج ختم کر دیا اور حضرت زید کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔

یہ چاروں حضرات اس دن ایمان لائے تھے، جس دن سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں۔ کہنے والوں نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق کہا ہے کہ سب سے پہلے وہی ایمان لائے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے اور حق رسالت کی ادائیگی میں نبی ﷺ کا دایاں بازو بن گئے۔ وہ بڑے پاک دامن، پسندیدہ، نرم مزاج، شریف، دریا دل اور معزز تھے، عرب کے انساب و واقعات سب سے زیادہ جانتے تھے۔ ان کے کردار و اخلاق، جود و سخا، علم و فضل، لین دین اور میل جول کی خوبیوں کی وجہ سے ان کے پاس ہر قسم کے لوگوں کی آمد و رفت برابر رہا کرتی تھی۔ اب جس کو وہ بھلا اور بھروسا کے لائق محسوس کرتے اسے اسلام کی دعوت دے دیتے۔ اس طرح فضلاء صحابہ کی ایک جماعت نے ان کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔

جن میں سرفہرست عثمان بن عفان اموی، زبیر بن عوام اسدی، عبد الرحمن بن عوف زہری، سعد بن ابی وقاص زہری اور طلحہ بن عبید اللہ تیمی رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔ ان سب سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقیقت بیان کی، اور انہیں نبی ﷺ کے پاس لے آئے تو ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔

ان کے بعد مندرجہ ذیل لوگوں نے اسلام قبول کیا:

امین الامت ابو عبیدہ عامر بن جراح، ابو سلمہ بن عبد الاسد، ان کی بیوی ام سلمہ، ارقم بن ابی الارقم، عثمان بن مظعون اور ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور عبد اللہ بن مظعون، عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب، خباب بن ارت، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی

اسماء بنت عمیس، خالد بن سعید بن عاص اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف، پھر ان کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص، حاطب بن حارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلہ اور ان کے بھائی خطاب بن حارث اور ان کی بیوی فلیکھہ بنت یسار، نیز ان کا ایک اور بھائی معمر بن حارث، مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف اور نعیم بن عبد اللہ بن نحاس رضی اللہ عنہم۔

یہ سب لوگ قریشی تھے، اور قریش کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ابتدائی دور میں قریش کے علاوہ دوسرے قبائل سے جو لوگ اسلام لائے ان کے نام یہ ہیں:

عبد اللہ بن مسعود ہذلی، مسعود بن ربیعہ قاری، عبد اللہ بن جحش، اور ان کے بھائی ابو احمد بن جحش، صہیب بن سنان رومی، عمار بن یاسر عنسی اور ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم۔

اوپر ذکر کی گئی خواتین کے علاوہ جن عورتوں نے اسلام کی طرف سبقت کی ان کے نام یہ ہیں:

ام ایمن برکہ حبشیہ جو نبی ﷺ کو بچپن میں گود کھلایا کرتی تھیں اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث ہلالیہ اور اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم و عنہن اجمعین۔^①

یہ لوگ اور ان کے ساتھ مزید جو لوگ اسلام لائے انہیں سابقین اولین کہا جاتا ہے۔ تلاش و جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کو قدیم الاسلام یا سابقین اولین کہا گیا ہے ان کی تعداد تقریباً ایک سو تیس تک پہنچ جاتی ہے، لیکن ان میں سے ہر ایک کے اسلام لانے کا وقت ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہو سکا۔ غالباً اس میں ایسے صحابہ بھی ہیں جنہوں نے کھلم کھلا اسلام کی دعوت شروع ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

اہل ایمان کی عبادت و تربیت جیسا کہ گزر چکا ہے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات کے بعد وحی پے درپے آتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد سب سے پہلی سورت جو نازل ہوئی وہ سورہ فاتحہ ہے۔ اس میں اہل ایمان کو حمد اور دعا

① تفصیل سیرت، بن ہشام ۱/۲۳۵، ۲۳۶ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اللہ کی ہستی کی چند جامع صفات بیان کر کے اس کا ٹھیک ٹھیک تصور دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ اس دنیا میں اچھے یا برے جیسے کام کرو گے ٹھیک ویسا ہی نتیجہ اور بدلا پاؤ گے۔ اور یہ بدلا آگے ایک دوسری دنیا میں ملے گا۔ اس کے علاوہ کامیابی اور سعادت کے راستے کی پہچان بھی بتائی گئی ہے۔ اس طرح دین حق کا سارا ماحصل اس سورت کے چند سادے بول میں آگیا ہے اور حمد اور دعا کی شکل میں بندے کو اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رسالت شروع ہونے کے بعد سب سے پہلے جو حکم دیا گیا وہ نماز کا حکم تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے تشریف لاکر نماز اور وضو کا طریقہ بتایا اور صبح وشام دو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔^①

یوں مکمل طہارت اہل ایمان کی علامت ٹھہری، وضو کو نماز کی شرط قرار دیا گیا، سورہ فاتحہ نماز کی اصل اور حمد و تسبیح نماز کے اوراد و وظائف قرار پائے۔ اب نماز ہی اہل ایمان کی اصل عبادت تھی، جو انہیں قائم کرنی تھی، اس کے لئے وہ نظروں سے دور جگہوں کا انتخاب کرتے اور کبھی کبھی وادیوں اور گھاٹیوں میں بھی چلے جاتے تھے۔^②

اسلام کے ابتدائی دنوں میں نماز کے علاوہ کسی عبادت یا امر و نہی کا پتہ نہیں چلتا۔ وحی آتی تھی، توحید کے مختلف گوشوں کو بیان کرتی تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم کو نفس کی صفائی کی ترغیب دیتی تھی، مکارم اخلاق پر ابھارتی تھی، جنت و جہنم کے حالات بیان کرتی تھی اور ایسی زہر دست نصیحتیں لے کر آتی تھی کہ ان سے سینے کھل جاتے تھے اور روح کو غذا ملتی تھی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ بھی کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذریعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پاک و صاف کرتے تھے۔ انہیں دلوں کی صفائی، اخلاق کی پاکیزگی، معاملات کی سچائی اور نفس کی عفت کی تربیت دیتے تھے۔ تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتے تھے۔ صحیح راستہ بتاتے تھے اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے، اس کی رسی کو اچھی طرح تھامنے اور اس کے

① شیخ عبد اللہ نے اسے مختصر السیرۃ ص: ۸۸ میں حارث بن اسامہ اور ابن ماجہ سے ذکر کیا ہے۔

② سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۳، مسند ابو داؤد طیالسی ص: ۲۶

معاملے میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

یوں تین برس گزر گئے، اور صرف افراد کو دعوت دی جاتی رہی۔ مجلسوں اور محفلوں میں کہیں اعلانیہ تبلیغ نہیں کی گئی۔ لیکن قریش کو اس کا علم ہو گیا اور بعض نے اس پر نکیر بھی کی۔ بعض اہل ایمان پر کچھ زیادتیاں کی گئیں، لیکن عمومی طور پر قریش نے اب تک اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ ادھر نبی ﷺ نے بھی ان کے دین سے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ ان کے معبودوں کے بارے میں کوئی بات کہی۔



اسلام کی علانیہ تبلیغ

قرابت داروں میں تبلیغ | جب اکا دکا افراد کو خاموشی سے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے تین برس گزر گئے، قریش اور دوسرے قبیلوں کے کچھ اچھے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور یوں اسلام کی علانیہ تبلیغ کے لئے حالات میں تھوڑی سی گنجائش ہو چلی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ:

”اب آپ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ پھر جو ایمان لائیں اور آپ کے پیروکار بن جائیں ان کے لئے اپنا بازو جھکائے رکھیں اور جو آپ کی بات نہ مانیں ان سے آپ اپنی لا تعلقی کا اعلان کر دیں۔“

اس حکم پر نبی ﷺ نے اپنے سب سے نزدیکی قرابت داروں یعنی بنو ہاشم کو اکٹھا کیا۔ ان کے ساتھ بنو مطلب کے بھی کچھ آدمی تھے۔ آپ نے ان کے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ اس کی وحدانیت کی شہادت دی، پھر بڑے اچھے انداز میں ان کے لئے اپنے اخلاص کا اظہار کیا اور اللہ وحدہ لا شریک کی قسم کھا کر بتلایا کہ میں تمہارے لئے خصوصاً اور تمام انسانوں کے لئے عموماً اللہ کا رسول ہوں۔ اور اللہ کی قسم! تم لوگ اسی طرح مر جاؤ گے جیسے سوتے ہو، پھر اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے جاگتے ہو۔ اس کے بعد تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے اور برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا، پھر یا تو ہمیشہ کے لئے جنت ہوگی یا ہمیشہ کے لئے جہنم۔

نبی ﷺ کی باتیں سن کر سب نے نرمی سے گفتگو کی۔ صرف آپ کے چچا ابو لہب نے کہا کہ:

”اس کا ہاتھ اس سے پہلے پکڑ لو کہ عرب اس کے خلاف اکٹھا ہوں۔ ورنہ اس وقت اگر اس کو ان کے حوالہ کرو گے تو ذلت اٹھاؤ گے اور اگر اسے بچانا چاہو گے تو مارے جاؤ گے۔“

مگر آپ کے چچا ابو طالب نے کہا کہ ”تمہیں جو حکم ملا ہے، اسے کر گزرو۔ واللہ میں مسلسل تمہاری حفاظت اور تمہارا بچاؤ کرتا رہوں گا، البتہ میرا جی نہیں چاہتا کہ میں اپنے والد عبد المطلب کا دین چھوڑ دوں۔“^①

صفا کی پہاڑی پر | ان ہی دنوں اللہ نے ایک اور حکم اتارا کہ:

”تمہیں جس بات کا حکم دیا جا رہا ہے اسے کھلم کھلا بیان کر دو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو“

اس حکم کے آنے کے بعد ایک روز رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور سب سے اونچے پتھر پر چڑھ کر صدا لگائی کہ (يَا صَبَا حَاہ) ”ہائے صبح!“ یہ پکار اس بات کی علامت ہو کر تھی تھی کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے یا کوئی بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے قریش کے ایک ایک خاندان اور کنبے کو نام بنام پکارنا شروع کیا کہ:

”اے بنی فہر! اے بنی عدی! اے بنی فلان! اے بنی فلان! اے بنی عبد مناف! اے بنی عبد المطلب!“

جب لوگوں نے یہ آواز سنی تو کہا یہ کون پکار رہا ہے؟ کچھ لوگوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ)۔ اس پر ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی خود نہ آسکا تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج دیا کہ دیکھ کر آئے کیا بات ہے؟ یوں جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

”یہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے وادی میں گھڑ سواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟“

لوگوں نے کہا ”ہاں ہاں! ہم نے کبھی آپ کو جھوٹا نہیں پایا۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔“

تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اچھا تو میں ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی آدمی نے دشمن کو دیکھ لیا اور جھٹ پٹ دوڑا کہ گھر والوں کی حفاظت کا بندوبست کرے۔ لیکن اس نے خطرہ محسوس کیا کہ دشمن اس سے پہلے انہیں آدبوچے گا۔ لہذا وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ ((يَا صَبَّاحَاهُ)) ہائے صبح!“

اس کے بعد نبی ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سچے دل سے اقرار کریں اور بتلایا کہ یہی کلمہ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہے اور سمجھایا کہ اگر وہ اپنے شرک پر جمے رہے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں پر ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب انہیں اپنی گرفت میں لے لے گا اور آپ رسول ہونے کے باوجود انہیں نہ عذاب سے بچا سکیں گے، نہ اللہ سے چھڑا سکیں گے۔ آپ نے یہ ڈراوا عام لوگوں کو بھی سنایا اور خاص لوگوں کو بھی چنانچہ فرمایا:

✽ اے قریش کے لوگو! جنم سے نجات کے بدلے میں اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لو کیونکہ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں اور نہ تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام آسکتا ہوں۔“

✽ اے بنی کعب بن لوی! اپنے آپ کو جنم سے بچالو کیونکہ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔

✽ اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو جنم سے بچالو۔

✽ اے بنی قصی! اپنے آپ کو جنم سے بچالو۔ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔

✽ اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو جنم سے بچالو۔

✽ اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو جنم سے بچالو کیونکہ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔

✽ اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو جنم سے بچالو۔

✽ اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، کیونکہ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں اور تمہیں اللہ سے بالکل نہیں بچا سکتا۔ میرے مال میں سے جتنا چاہو مانگ لو مگر میں تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

✽ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ سے بچانے کے لئے تمہارے بھی کچھ کام نہیں آسکتا۔

✽ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب! میں اللہ سے بچانے کے لئے تمہارے بھی کچھ کام نہیں آسکتا۔

✽ اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ! جو مال چاہو مانگ لو مگر اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ میں تمہیں بھی اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام نہیں آسکتا۔

✽ ہاں تم لوگوں سے نسب و قرابت کا تعلق ہے، جسے اس کی تری کے مطابق ترک کروں گا۔ یعنی حق رشتہ داری نبھاؤں گا۔

اس ڈراوے کے بعد لوگ ادھر ادھر بکھر گئے اور ایسا کوئی بیان نہیں ملتا کہ فوری طور پر لوگوں نے کسی قسم کی مخالفت یا تائید کی ہو۔ البتہ ابو لہب بدسلوکی سے پیش آیا۔ اس نے کہا تو سارے دن غارت ہو۔ تو نے اسی لئے ہم کو اکٹھا کیا تھا؟ اس کے جواب میں سورۃ ﴿تَبَّتْ يُدَا أَيْنِ لَهَبٍ﴾ نازل ہوئی۔ اور بتایا گیا کہ وہ اور اس کی بیوی اور اس کا مال سب غارت ہو جائیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے۔^①

جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو لگتا ہے کہ وہ یہ ڈراوا سن کر حیرت اور تعجب میں پڑ گئے اور فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے، لیکن جب گھروں کو واپس ہوئے اور پھر طبیعتوں کو قرار آیا، حیرت و تعجب ختم ہوا اور مطمئن ہو گئے تو متکبرانہ خیالات نے اپنی راہ بنائی اور انہوں نے اس تبلیغ اور ڈراوے کو حقارت اور مذاق کی نظر سے دیکھا، چنانچہ نبی ﷺ جب ان کے بڑوں کے پاس سے گزرتے تو وہ اس طرح کی باتیں کہتے کہ:

✽ از مجموعہ روایات صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۵۳، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، صحیح مسلم ۱/۳۳۳، ترمذی، تفسیر سورۃ الشعراء، حدیث: ۳۱۸۳، ۳۱۸۵ (۳۱۶/۵) وغیرہ

”یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا دیا ہے؟ ابو کبشہ کا یہ لڑکا آسمان سے مخاطب کیا جاتا ہے؟“

ابو کبشہ نبی ﷺ کے نانہالی نسب میں پڑتا ہے۔ اس نے قریش کا دین چھوڑ کر نصرانیت اختیار کر لی تھی، اس لئے جب نبی ﷺ نے ان سے الگ دین کا اعلان کیا تو انہوں نے آپ کو تحقیر اور طعنہ زنی کی نیت سے ابو کبشہ کی طرف منسوب کیا اور اس کے مثل قرار دیا۔ بہر حال نبی ﷺ اپنی تبلیغ میں لگے رہے اور مجموعوں اور محفلوں میں اس کا اظہار شروع کر دیا۔ آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھتے اور پچھلے رسولوں نے جو پیغام سنایا تھا، وہی پیغام سناتے کہ:

﴿يَنْقُومُ أَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ عِزٌّ﴾ (الأعراف ۷/ ۸۵)

”اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“

اس کے ساتھ ہی آپ نے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کھلم کھلا اللہ کی عبادت شروع کر دی، چنانچہ آپ دن دہاڑے سارے لوگوں کے سامنے کعبہ کے صحن میں نماز پڑھتے۔ آپ کی تبلیغ دھیرے دھیرے کامیاب ہوتی گئی، ایک ایک کر کے بہت سے لوگ مسلمان ہوتے گئے اور جو مسلمان ہوئے ان میں اور ان کے گھر کے دوسرے لوگوں میں دوری اور نفرت بھی پیدا ہوتی گئی۔

حاجیوں کی آگاہی کے لئے قریش کے مشورے | قریش اس پوری صورت حال کو تشویش کی نظر سے دیکھ رہے تھے

اور ابھی اس پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حج کا وقت آگیا اور انہیں حاجیوں کے بارے میں تشویش نے آگھیرا، چنانچہ ان کی ایک جماعت ولید بن مغیرہ کے پاس آئی، یہ ان میں عمر رسیدہ اور مرتبے کا آدمی تھا۔ اس نے کہا:

”دیکھو! حج کا وقت آگیا ہے۔ اب ہر طرف سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور وہ ان صاحب کا معاملہ سن ہی چکے ہیں، لہذا کوئی ایک رائے طے کر لو اور مختلف باتیں نہ کہنا ورنہ ایک دوسرے کو جھٹلا بیٹھو گے۔“

لوگوں نے کہا ”آپ ہی کہیں اور ہمارے لئے کوئی رائے طے کر دیں۔“

اس نے کہا ”نہیں بلکہ تم لوگ کہو میں سنوں گا۔“

لوگوں نے کہا ”اچھا تو ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔“

اس نے کہا ”وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ (اس میں) نہ ان کی سی

نگلٹا ہٹ ہے نہ تک بندی۔“

لوگوں نے کہا ”تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔“

اس نے کہا ”وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم پاگل پن کو بھی جانتے پہچانتے ہیں۔ اس میں نہ

پاگلوں کی سی گھٹن ہے، نہ الٹی سیدھی حرکتیں، نہ ہلکی ہلکی باتیں۔“

لوگوں نے کہا ”تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔“

اس نے کہا ”وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہمیں شعر و شاعری کی تمام قسمیں معلوم ہیں۔ وہ

شاعر نہیں ہے۔“

لوگوں نے کہا ”اچھا تو ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔“

اس نے کہا ”وہ جادوگر بھی نہیں ہے۔ ہم نے جادو اور جادوگر سب دیکھے ہیں، اس میں

نہ ان کی سی جھاڑ پھونک ہے نہ گرہ بندی۔“

لوگوں نے کہا ”تب ہم کیا کہیں گے؟“

اس نے کہا:

”واللہ! اس کی بات میں مٹھاس اور رونق و تازگی ہے۔ اس کی جڑ پائیدار اور اس کی

شاخ پھلدار ہے۔ تم جو بھی کہو واضح ہو جائے گا کہ وہ باطل ہے۔ ویسے زیادہ مناسب

یہی ہے کہ وہ جادوگر ہے اور اس کی بات میں جادو ہے۔ وہ اس کے ذریعہ باپ بیٹے

میں، بھائی بھائی میں، میاں بیوی میں، اور آدمی اور اس کے خاندان میں تفرقہ ڈال دیتا

ہے۔“

یہ بات طے کر کے لوگ وہاں سے اٹھے اور انہوں نے حج کے لئے آنے والوں کی راہ میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ اب جو بھی ان کے پاس سے گزرتا اس سے آپ کی بات ذکر کرتے

اور ڈراتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے آپ کو دیکھنے اور سننے سے پہلے ہی آپ کا معاملہ جان لیا۔^①

اس کے بعد جب حج کے دن آگئے تو نبی ﷺ نے حاجیوں کے مجموعوں اور ڈیروں میں جا جا کر انہیں اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ فرماتے کہ لوگو لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو کامیاب رہو گے۔

ادھر ابو لہب کا یہ حال تھا کہ وہ آپ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا۔ جھلاتا جاتا اور تکلیف بھی پہنچاتا،^② اس طرح اس حج سے جب حجاج واپس ہوئے تو پورے عرب میں نبی ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔

① سیرت ابن ہشام ۲/۱، بیہقی، ابو نعیم (دلائل) وغیرہ

② مسند احمد ۳/۳۹۲، ۳/۳۴۱، البدایہ والنہایہ ۵/۷۵، کنز العمال ۱۲/۳۳۹، ۳۵۰



مقابلے کی مختلف تدبیریں

حج کے بعد جب قریش اپنے گھروں کو واپس آکر مطمئن ہو چکے تو انہوں نے اس مسئلے کے مکمل حل کی طرف توجہ دی اور غور و فکر اور باہمی رائے مشورے سے کئی تدبیریں طے کیں، جن کے متعلق ان کا اندازہ تھا کہ ان سے اسلامی دعوت کا کام تمام کیا جاسکتا ہے۔ یہ تدبیریں مختصر یہ ہیں:

(۱) ہنسی اڑانا اور تحقیر و استہزاء کی روش اپنانا | اس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے کہ:

”اس پر جادو کر دیا گیا ہے، شاعر ہے، پاگل ہے، کاہن ہے، اس کے پاس شیطان آتا ہے، جادو گر ہے، جھوٹا ہے، گھرنیتا ہے، بناوٹی ہے۔ وغیرہ.... اور جب آپ کو آتے جاتے دیکھتے تو غصے اور انتقام کی نظر سے یوں دیکھتے گویا کھا جائیں گے اور حقارت آمیز لہجے میں کہتے۔ ”یہی ہے جو تمہارے خداؤں پر انگلی اٹھاتا ہے؟“ کمزور صحابہ کو دیکھتے تو کہتے کہ:

”یہ لو، تمہارے پاس زمین کے بادشاہ آگئے۔ ارے یہی ہیں جن پر اللہ نے ہم سب کو چھوڑ کر احسان کر دیا۔“

ان کا نقشہ اللہ نے یوں کھینچا ہے کہ:

”مجرم، ایمان لانے والوں کی ہنسی اڑاتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مارتے تھے اور جب اپنے گھروں کو پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے کہ یہی لوگ گمراہ ہیں، حالانکہ انہیں ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔“

مشرکین نے اس ہنسی، مذاق، ٹھٹھا اور طعنہ زنی کی اتنی کثرت کی کہ خود نبی ﷺ کی طبیعت اس سے متاثر ہوئی جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ﴾ (الحجر ۹۷/۱۵)

”ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہو رہا ہے۔“

پھر بتایا کہ اس کا اثر کیسے جائے گا اور ثابت قدمی کیسے آئے گی؟ چنانچہ فرمایا کہ:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ (الحجر ۹۸/۱۵)

”تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے۔“

اس سے پہلے آپ کو تسلی بھی دی گئی:

﴿إِنَّا كَفَيْتَكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ (الذین بَجَعْلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ) (الحجر ۹۵/۱۵)

”کہ ہم آپ سے استہزاء کرنے والوں کو کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود ٹھہراتے ہیں، انہیں بہت جلد نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔“

اور آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان کی حرکت ان کے لئے باعث وبال ہو گی۔ چنانچہ فرمایا کہ!

”آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا جا چکا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ رہا ہے کہ خود ان مذاق اڑانے والوں کو ان کے استہزاء نے گھیر لیا۔“

چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ جب نبی ﷺ کو دیکھو کہ وہ لوگوں کے درمیان

لوگوں کو آپ ﷺ کی بات سننے سے روکنا

دعوت و تبلیغ کے لئے اٹھنا چاہتے ہیں تو خوب شور مچاؤ اور لوگوں کو وہاں سے بھگا دو تاکہ

انہیں اپنی بات بیان کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ مشرکین نے اس تجویز پر عمل کرنے کی

ایک دوسرے کو خوب تاکید کی اور بڑی سختی اور پختگی سے اس پر عمل بھی کیا۔ چنانچہ ان

کے مجمع عام میں نبی ﷺ کو تلاوت قرآن کا جو پہلا موقع مل سکا وہ نبوت کے پانچویں برس

رمضان کے مہینے میں ملا۔ اس موقع پر آپ نے ”سورہ نجم“ تلاوت فرمائی تھی۔ معاملہ اس قدر سخت تھا کہ نبی ﷺ جب نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے اور یہ تلاوت زیادہ تر رات کو تہجد کی نماز میں ہوا کرتی تو یہ لوگ قرآن کو اس کے اتارنے والے کو اور اسے لانے والے کو گالیاں دیتے۔ چنانچہ اللہ نے حکم دیا کہ:

﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُ مِنْهَا وَاتَّبِعْ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۖ﴾

(الاسراء ۱۷/۱۱۰)

”اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو نہ بالکل دھیمی آواز سے، بلکہ بیچ کا راستہ اپناؤ۔“

اسی تدبیر کا ایک حصہ یہ تھا کہ نضر بن حارث حیرہ اور شام گیا اور وہاں سے لوگ کمائیاں، دار او سکندر اور رستم واسفندیار کے قصے سیکھ کر آیا اور جہاں مجلس جمتی، داستان شروع کر دیتا اور لوگوں کو موقع نہ دیتا کہ نبی ﷺ کی بات سن سکیں۔ اگر پتہ چلتا کہ کسی مجلس میں بیٹھ کر آپ نے کچھ وعظ و نصیحت کی ہے تو آپ کے بٹتے ہی ٹپک پڑتا اور قصے کمائیاں سنا کر کتنا کہ آخر محمد کی بات کیونکر مجھ سے اچھی ہے۔ ﴿

اس کے بعد اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، گانے بجانے والی لونڈیاں خریدیں اور جس کے متعلق سنتا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہے تو اسے کسی لونڈی کے پاس لے جا کر اس لونڈی سے کتا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اور گانے سناؤ اور اس شخص کو سمجھاؤ کہ ”محمد جس بات کی طرف بلارہے ہیں یہ اس سے بہتر ہے۔“ اللہ نے اسی بارے میں یہ آیت نازل کی کہ:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (لقمان ۶/۳۱)

”بعض لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں تاکہ علم کے بغیر اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اسے مذاق بنائیں۔ ایسے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔“ ﴿

(۳) شکوک و شبہات پیدا کرنا اور پروپیگنڈے کرنا | اس میدان میں قریش نے بڑی سرگرمی دکھائی اور بڑا تفسن

اختیار کیا۔ چنانچہ وہ قرآن کے بارے میں کبھی کہتے کہ یہ محض اوٹ پٹانگ خواب ہے جسے محمد رات میں دیکھتے ہیں اور دن میں تلاوت کرنے لگتے ہیں۔ کبھی کہتے کہ انہوں نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ کبھی کہتے کہ انہیں ایک انسان سکھاتا ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ محض جھوٹ ہے جسے کچھ لوگوں کی مدد سے انہوں نے گھڑا ہے۔ یعنی سب مل جل کر گھڑتے ہیں۔ کبھی کہتے کہ یہ تو پہلوں کے افسانے ہیں جسے انہوں نے لکھوا لیا ہے اور اب یہ ان پر صبح و شام تلاوت کئے جاتے ہیں۔ کبھی کہتے کہ ان کے پاس ایک جن یا شیطان ہے جو اسی طرح قرآن لے کر اترتا ہے جیسے کاہنوں پر جن و شیطان اترتا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾﴾
(الشعراء ۲۶۱-۲۶۲)

”تم کو! میں بتاؤں کس پر شیطان اترتے ہیں، وہ ایسے لوگوں پر اترتے ہیں جو کپے جھوٹے اور گناہ گار ہوں۔“

یعنی شیطان صرف ایسے ہی انسانوں پر اترتے ہیں جو جھوٹے ہوں، بدکار ہوں، گناہوں میں لت پت ہوں۔ جب کہ میں ایسا انسان ہوں کہ تم نے کبھی مجھ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا اور نہ مجھ میں کسی طرح کی کوئی برائی و بدکاری پائی۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن شیطان کا اتارا ہوا ہو۔

کبھی کہتے کہ نبی ﷺ کو ایک قسم کا جنون ہو گیا ہے، جس کے اثر سے وہ عجیب و غریب قسم کے معانی و مطالب سوچتے ہیں اور انہیں نہایت عمدہ قسم کے الفاظ میں ڈھال دیتے ہیں۔ جیسے شعراء اپنے اشعار ڈھالا کرتے ہیں، لہذا وہ شاعر ہیں اور ان کا کلام شعر ہے۔ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

﴿وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْفَأْوَنُ ﴿٢٢٣﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٤﴾﴾

وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٤﴾ (الشعراء ۲۲۴/۲۲۶)

”شعراء کی پیروی بھکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں، اور ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں کرتے نہیں۔“

مطلب یہ کہ یہ تین باتیں شعراء کی خصوصیات میں داخل ہیں، اور ان میں سے کوئی بات بھی نبی ﷺ میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ جو لوگ آپ کے پیروکار ہیں وہ اپنے دین میں اپنے اخلاق میں، اپنے کردار میں، اپنے تصرفات میں، اپنے معاملات میں غرض ہر بات میں صحیح راستے پر ہیں، راست باز ہیں، پرہیزگار ہیں، اور نیکو کار ہیں۔ ان کو کسی معاملے میں بہکاوا اور گمراہی چھو کر بھی نہیں گئی ہے۔ پھر نبی ﷺ شاعروں کی طرح ہر وادی میں ہاتھ پاؤں بھی نہیں مارتے پھر رہے۔ بلکہ آپ کی دعوت و تبلیغ کا ایک خاص میدان ہے۔ آپ ﷺ ایک اللہ، ایک دین اور ایک راستے کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ وہی بات کہتے ہیں جسے کرتے بھی ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جسے کہتے بھی ہیں، لہذا آپ کو شعرو شاعری سے کیا نسبت؟ اور شعرو شاعری کو آپ سے کیا نسبت؟

(۴) بحث اور کٹ جیتی | مشرکین کو تین باتوں پر بہت اچنبھا تھا اور درحقیقت یہی تین باتیں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان دینی اختلاف کی جڑ

تھیں ایک توحید، دوسرے رسالت اور تیسرے موت کے بعد اٹھایا جانا۔

تیسری اور آخری بات یعنی موت کے بعد اٹھائے جانے کے معاملے میں ان کے پاس تعجب، اچنبھے اور عقل کی کمی کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ:

”بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا؟ بھلا ہمارے پچھلے باپ دادا بھی زندہ کئے جائیں گے؟ یہ واپسی تو بعید از عقل لگ رہی ہے۔“ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ”آؤ ہم تمہیں ایک آدمی کا پتہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ایک دم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا کر دیئے جاؤ گے۔ (سمجھ میں نہیں آتا کہ) وہ اللہ پر جھوٹ گھڑ رہا ہے یا پاگل ہے۔“

ان کے ایک کہنے والے نے یہ بھی کہا:

أَمَوْتُ ثُمَّ بَعْتُ ثُمَّ حَشَرْتُ حَدِيثُ خُرَافَةٍ يَا أُمَّ عَمْرٍو .
 ”کیا موت آئے گی، پھر اٹھائے جائیں گے، پھر حشر ہو گا؟ اے ام عمرو! یہ تو خرافات ہیں۔“

اللہ نے ان باتوں کا کئی طرح سے جواب دیا ہے۔ خلاصہً جواب یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو دنیا میں ظالم اپنے ظلم کی سزا پائے بغیر اور مظلوم ظالم سے اپنا حق وصول کئے بغیر گزر جاتا ہے، اسی طرح احسان کرنے والا نیکو کار اپنے احسان اور نیکی کا بدلہ پانے سے پہلے اور برائی کرنے والا بدکردار اپنی برائی و بدکرداری کی سزا پانے سے پہلے مر جاتا ہے۔ اب اگر موت کے بعد کوئی ایسا دن نہ ہو جس میں لوگوں کو زندہ کر کے ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے اور احسان کرنے والے نیکو کار کو انعام اور فاجر و بدکردار کو سزا دی جائے تو پھر دونوں طرح کے لوگ برابر ٹھہرے، دونوں میں کوئی فرق نہ ہوا، بلکہ ظالم و بدکردار تو مظلوم اور محسن و پرہیزگار سے کہیں خوش قسمت ٹھہرا۔ حالانکہ یہ بات قطعاً نامعقول ہے، عدل و انصاف سے اسے کوئی واسطہ نہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ اپنی خلقت کا نظام ایسی اندھیر نگری اور ظلم و فساد پر رکھے گا۔ اسی لئے اس نے فرمایا:

﴿أَفَتَجْعَلُ الْغُلَامَيْنِ الْكَافِرَيْنِ كَالْمُجْرِمِينَ﴾ (۲۵) مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۲۶﴾ (القصص ۶۸/۳۶-۳۵)

”کیا ہم مسلمانوں (یعنی اپنے اطاعت شعاروں اور فرمانبرداروں) کو مجرموں جیسا ٹھہرائیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿أَمْ تَجْعَلُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ تَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾ (ص: ۲۸/۳۸)

”کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد مچانے والوں جیسا ٹھہرائیں گے؟ یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا قرار دیں گے؟“

نیز فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ نَجَّيَهُمْ وَمَمَّا تُهْمٌ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ ﴿الجاثية ٤٥ / ٢١﴾

”کیا جن لوگوں نے برائیاں کما رکھی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں جیسا ٹھہرائیں گے؟ کہ ان سب کا جینا مرنا یکساں ہو گا؟ برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

جہاں تک عقلی استبعاد کا معاملہ ہے تو اللہ نے اس کی یوں تردید فرمائی کہ:

﴿إِنَّمَا أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا﴾ ﴿٢٧﴾ (النازعات ٧٩ / ٢٧)

”کیا تمہاری پیدائش زیادہ سخت ہے یا آسمان کی؟“

نیز فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَغَيِّ خَلْقَهُنَّ بِقَدِيرٍ

عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ﴿٣٣﴾ (الاحقاف ٤٦ / ٣٣)

”کیا انہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور انہیں پیدا کر کے نہیں تھکا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں؟ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

یہ بھی فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ﴿١٢﴾ (الواقعه ٥٦ / ٦٢)

”تم پہلی بار کی پیدائش کو تو جانتے ہی ہو پھر بات کیوں نہیں سمجھتے؟“

اور بتلایا کہ دیکھو:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ ﴿١٠٤﴾

(الانبیاء ٢١ / ١٠٤)

”ہم نے جس طرح پہلی بار شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پلانا کر بھی پیدا کریں گے۔ ہمارے ذمے یہ وعدہ ہے اور ہم اسے کر کے رہیں گے۔“

اللہ نے یہ بھی یاد دلایا کہ یہ بات تمہارے عام مشاہدے میں ہے کہ کسی کام کو دوبارہ

کرنا پہلی بار سے زیادہ سہل ہوتا ہے۔ اور پوچھا کہ:

﴿أَفَعِدْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ﴾ (ق: ۱۵/۵۰)

”اس آسمان و زمین، درخت اور پودوں اور ساری کائنات کو پہلی بار پیدا کر کے کیا ہم تھک گئے ہیں (کہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے؟)“

﴿بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ (ق: ۱۵/۵۰)

”بلکہ (حقیقت صرف اتنی ہے کہ) وہ نئی پیدائش کے سلسلے میں التباس کا شکار ہیں۔“

جہاں تک دوسری بات یعنی نبی ﷺ کی رسالت کا معاملہ ہے تو اگرچہ قریش نبی ﷺ کو انتہائی سچا، امانت دار، نیکو کار اور پرہیزگار تسلیم کرتے تھے مگر پھر بھی ان کے کچھ شبہات تھے، جن کی بنا پر وہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تسلیم نہیں کر رہے تھے۔

ان کا ایک بہت بڑا گمان یہ تھا کہ وہ نبوت و رسالت کے مرتبے اور مقام کو اس سے کہیں بڑا اور اونچا سمجھتے تھے کہ وہ کسی انسان کو دیا جائے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان رسول نہیں ہو سکتا اور نہ رسول انسان ہو سکتا ہے، اس لئے جب نبی ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی تو مشرکین کو حیرت و تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا:

﴿مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ﴾

(الفرقان ۷/۲۵)

”یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی خام خیالی کا مزید نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ﴾ (ق: ۲/۵۰)

”انہیں تعجب ہوا کہ ان کے پاس خود ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، چنانچہ ان

کافروں نے کہا یہ تو عجیب چیز ہے۔“

انہوں نے یہ بھی کہا:

﴿ مَا أُنْزِلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ﴾ (الأنعام ۹۱)

”اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری ہے۔“

اللہ نے ان کے اس عقیدے کو باطل ٹھہرایا اور اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ أَلَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ ﴾ (الأنعام ۹۱)

”کہہ دو وہ کتاب کس نے اتاری جسے موسیٰ لے کر آئے تھے؟ اور جو لوگوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی۔“

اسی طرح اللہ نے انہیں دوسرے انبیاء کے واقعات بھی سناتے ہوئے بتلایا کہ ان کی قوموں نے بھی ان کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے یہی کہا تھا:

﴿ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ (إبراهيم ۱۰/۱۴)

”کہ تم لوگ بھی تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔“

اور اس کے جواب میں پیغمبروں نے یہی کہا کہ:

﴿ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ﴾ (إبراهيم ۱۱/۱۴)

”جی ہاں! ہم بھی تمہارے جیسے بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کر دیتا ہے۔“

مطلب یہ کہ جتنے انبیاء اور رسول گزرے ہیں وہ سب بشر ہی تھے اور اگر بشر کے بجائے فرشتے کو رسول بنا دیا جاتا تو رسالت کا مقصد ہی پورا نہ ہوتا کیونکہ انسان فرشتوں کے نقش قدم پر چلنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ مشرکین کا شبہ بھی جوں کا توں رہتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ:

﴿ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا

يَلْبَسُونَ ﴾ (الأنعام ۹/۶)

”اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو بھی ہم اسے انسان ہی بناتے۔ اور جو شبہ (اب) کرتے

ہیں، اسی شبے میں انہیں پھر ڈال دیتے۔“

لہذا جب نہ رسالت کا مقصد حاصل ہو، نہ لوگوں کا شبہ دور ہو تو فرشتے کو رسول بنانے کا فائدہ؟

اب چونکہ مشرکین تسلیم کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہم السلام پیغمبر تھے اور بشر بھی تھے، اس لئے انہیں اس شبے پر جنمے اور اڑنے کی گنجائش نہ مل سکی، لہذا انہوں نے ایک دوسرا شبہ ظاہر کیا۔ کہنے لگے کہ:

”کیا اللہ کو اپنی پیغمبری کے لئے یہی یتیم و لاچار انسان ملا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قریش اور ثقیف کے بڑے بڑے لوگوں کو تو چھوڑ دے اور اس مسکین کو اپنا پیغمبر بنا لے۔“

﴿لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِثَيْنِ عَظِيمٍ﴾ (الزخرف ۳۱/۴۳)

”یہ قرآن (مکہ اور طائف کی) دونوں آبادیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا؟“

اللہ تعالیٰ نے اس کا بڑا مختصر جواب دیا۔ فرمایا:

﴿أَهْمٌ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ (الزخرف ۴۳/۳۲)

”کہ کیا تمہارے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کریں گے؟۔“

یعنی وحی، قرآن، نبوت اور رسالت سب کی سب اللہ کی رحمت ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اپنی رحمت کیسے تقسیم کرے۔ کس کو دے اور کس کو نہ دے، چنانچہ فرمایا:

﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الأنعام ۶/۱۲۴)

”اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے (یعنی کس کو دے)۔“

چونکہ اس جواب کے آگے ان کا کوئی عذر چل نہیں سکتا تھا، اس لئے انہوں نے ایک اور شبہ پیش کیا۔ کہا کہ:

”ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کا اہلچی ہوتا ہے اس

کے لئے بادشاہ کی طرف سے جاہ و حشمت کے تمام لوازمات یعنی خدم و حشم، مال و جاگیر، اور جاہ و جلال کے تمام وسائل فراہم کئے جاتے ہیں۔ وہ جب چلتا ہے تو اس کے جلو میں اردلی، پاسبان اور بڑے بڑے معزز لوگ ہوتے ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ محمد اللہ کا اپیلچی ہوتے ہوئے ”لقمہ زندگی“ کے لئے بازاروں میں دھکے کھاتا پھرتا ہے؟

﴿لَوْلَا أَنْزَلْ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۖ أَوْ يُنْفَخَ إِلَيْهِ كَلِمَةٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا﴾ (الفرقان ۲۵/۸۷)

”آخر اس کے اوپر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو اس کے ساتھ ڈراوے کا کام کرتا، یا اس کی جانب کوئی خزانہ کیوں نہ اتار دیا گیا، یا اس کے پاس کوئی ایسا باغ کیوں نہ ہوا جس سے وہ کھاتا رہتا؟ چنانچہ ان ظالموں نے کہا کہ تم لوگ محض ایک ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔“

یہ تھا مشرکین کا اعتراض، لیکن معلوم ہے کہ نبی ﷺ چھوٹے، بڑے، کمزور، طاقتور، غریب، مالدار، نیچے، اونچے، غلام، آزاد، ہر طرح کے لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اب اگر آپ جاہ و جلال کے ساتھ، خدم و حشم اور بڑے بڑے لوگوں کے جلو میں چلتے پھرتے تو آخر کمزور اور چھوٹے لوگ آپ تک کیسے پہنچ سکتے اور آپ سے کیسے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ جب کہ اکثریت انہی کی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں نبوت و رسالت بے فائدہ ہو کر رہ جاتی ہے، اس لئے مشرکین کے اس اعتراض کا صرف ایک ہی لفظ میں جواب دیا گیا کہ:

”محمد ﷺ رسول ہیں۔“

یعنی تمہارے اعتراض کا صرف اتنا ہی جواب کافی ہے کہ وہ رسول ہیں، کیونکہ تم نے ان کے لئے جاہ و حشمت اور مال و دولت کا جو مطالبہ کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے عام لوگوں میں رسالت کی تبلیغ ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ عام لوگ ہی رسالت کا اصل مقصود ہیں۔

اس شبہ کا جواب پاکر انہوں نے ایک اور پہلو بدلا، اور معجزات اور نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ جس کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ آپ کو نبی نہ ماننے کی اپنی ضد پر قائم رہیں، اور آپ کو مجبور و بے بس کر دیں۔ اس معاملے میں مشرکین اور نبی ﷺ کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا کچھ حصہ ہم آگے چل کر ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

اب رہ جاتا ہے پہلا معاملہ یعنی توحید کا، جو سارے اختلافات کی اصل بنیاد تھی، تو اس کی شکل یہ تھی کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور اکثر صفات و افعال میں ایک مانتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ:

”صرف اللہ ہی خالق ہے۔ جس نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہی ہر چیز کا خالق بھی ہے اور صرف وہی مالک بھی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں آسمان و زمین اور ان کے بیچ کی ساری چیزوں کی ملکیت ہے اور صرف وہی رازق ہے جو انسان، حیوان، چوپائے، درندے، پرندے، غرض ہر زندہ چیز کو روزی دیتا ہے اور صرف وہی مدبر ہے جو آسمان اور زمین تک کا سارا نظام چلاتا ہے اور چھوٹی بڑی ہر چیز یہاں تک کہ چھوٹی اور ذرے تک کے معاملات کا انتظام کرتا ہے اور صرف وہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے اور ہر چیز کا رب ہے۔ اسی نے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، جن، انسان اور فرشتے سب کو اپنے تابع فرمان کر رکھا ہے اور سب کے سب اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ وہ جس کو چاہے پناہ دے کوئی پکڑ نہیں سکتا، اور جس کو چاہے پکڑ لے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو حکم چاہے لگاتا ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم روک سکتا ہے، نہ اس کا فیصلہ بدل سکتا ہے۔“

یہ ساری باتیں مشرکین تسلیم کرتے تھے اور ان سب میں وہ اللہ کو ایک، اکیلا اور یکتا مانتے تھے۔ وہ اللہ کی ذات اور مذکورہ صفات و افعال میں کسی کو شریک نہیں مانتے تھے، البتہ ان سب باتوں میں اللہ کو ایک ماننے کے بعد وہ کہتے تھے کہ:

”اللہ نے اپنے بعض مقرب اور مقبول بندوں مثلاً پیغمبروں اور نبیوں کو، اولیائے کرام اور بزرگان دین کو، اچھے اور نیکو کار لوگوں کو اس دنیا کے بعض کاموں میں کچھ تصرف کرنے کا اختیار دے دیا ہے اور وہ اللہ کے دیئے ہوئے اس اختیار کی بنا پر تصرف کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد دے دیتے ہیں۔ مصیبت دور کر دیتے ہیں۔ بیمار کو شفا دے دیتے ہیں اور بعض دیگر ضرورتیں پوری کر دیتے ہیں اور اللہ نے انہیں یہ اختیار اس لئے دیا ہے کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا خاص مرتبہ و مقام ہے اور چونکہ اللہ نے ان کو یہ تصرف و اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ بندوں کی ضرورتیں غیبی طریقے سے پوری کر دیتے ہیں، چنانچہ بعض مصیبتیں دور کر دیتے ہیں، بعض بلائیں ٹال دیتے ہیں اور جس سے خوش ہو جاتے ہیں اسے اللہ کا مقرب بنا دیتے ہیں اور اللہ سے اس کی سفارش کر دیتے ہیں۔“

مشرکین نے اپنے ان خیالات کی بناء پر ان انبیاء عظام، اولیائے کرام، بزرگان دین اور نیکو کار لوگوں کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنایا اور ایسے ایسے اعمال ایجاد کئے، جن کے ذریعہ ان لوگوں کا قرب اور ان کی رضامندی حاصل ہو سکے، چنانچہ وہ مشرکین پہلے ان اعمال کو بجالاتے، پھر عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر ان ہستیوں سے فریاد کرتے اور کہتے کہ:

”ہماری ضرورت پوری کر دو، ہماری مصیبت ٹال دو اور ہمارا خطرہ دور کر دو۔“

اب رہا یہ سوال کہ وہ کیا اعمال تھے جنہیں مشرکین نے ان ہستیوں کی رضامندی اور تقرب کے لئے ایجاد کیا تھا، تو وہ اعمال یہ تھے کہ انہوں نے ان انبیاء، اولیاء اور بزرگان دین کے نام سے بعض مخصوص جگہوں پر آستانے بنا کر وہاں ان کی اصلی یا خیالی تصویریں یا مورتیاں سجا رکھی تھیں اور کہیں کہیں ایسا بھی ہوا کہ ان کے خیال میں بعض اولیائے کرام یا بزرگان دین کی قبریں مل گئیں تو مورتی تراشنے کے بجائے انہی قبروں ہی پر آستانے بنا دیئے۔^① اس کے بعد یہ لوگ ان آستانوں پر جاتے اور مورتیوں یا قبروں کو چھو کر ان سے برکت حاصل کرتے، ان کے گرد چکر لگاتے، تعظیم کے طور پر ان کے سامنے کھڑے ہوتے،

① دیکھئے سیرت ابن ہشام ۸۳/۱، ص ۱۰۰، حدیث: ۱۶۱۰ اور اس کے اطراف۔

نذر و نیاز پیش کرتے، چڑھاوے چڑھاتے اور ان طریقوں سے ان کی قربت اور ان کا فضل چاہتے۔ نیز نذر و نیاز اور چڑھاوے کے طور پر یہ لوگ اپنی کوئی بھی چیز پیش کر دیتے تھے۔ کھیتی سے حاصل ہونے والے غلے، کھانے پینے کی چیزیں، جانور، چوپائے، سونا چاندی، مال و اسباب غرض جس سے جو ہو سکتا تھا نذر کر دیتا تھا۔

کھیتی، غلے اور کھانے پینے کی چیزیں، سونا چاندی اور مال اسباب چڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ ان آستانوں پر کچھ مجاور اور درباری ہوا کرتے تھے۔ مشرکین یہ چیزیں ان مجاوروں کو پیش کرتے اور وہ مجاور انہیں قبروں اور مورتیوں پر چڑھا دیتے تھے۔ عام طور پر ان کے بغیر براہ راست کوئی چیز نہیں چڑھائی جاتی تھی۔^①

البتہ جانوروں اور چوپایوں کو چڑھانے کا طریقہ علیحدہ تھا اور اس کی بھی کئی شکلیں تھیں۔ چنانچہ وہ کبھی ایسا کرتے کہ ان اولیائے کرام اور بزرگان دین کی رضامندی کے لئے جانور کو ان کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے۔ وہ جہاں چاہتا چرتا اور گھومتا بھرتا، کوئی اسے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاتا، بلکہ تقدس کی نظر سے دیکھا جاتا اور کبھی ایسا کرتے کہ جانور کو ان ولیوں اور بزرگوں کے آستانے پر لجا کر ذبح کر دیتے اور کبھی ایسا کرتے کہ آستانے کے بجائے گھر ہی پر ذبح کر لیتے، لیکن کسی ولی یا بزرگ کے نام پر ذبح کرتے۔^②

ان کاموں کے علاوہ مشرکین کا ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ سال میں ایک یا دو مرتبہ ان ولیوں اور بزرگوں کے آستانوں پر میلہ لگاتے۔ اس کے لئے خاص تاریخوں میں ہر طرف سے لوگ اکٹھا ہوتے اور اوپر ان کی جو حرکتیں ذکر کی گئیں ہیں وہ سب کرتے۔ یعنی آستانوں کو چھو کر برکت حاصل کرتے، ان کا طواف کرتے، نذر و نیاز پیش کرتے، چڑھاوے چڑھاتے، جانور قربان کرتے وغیرہ۔ یہ سالانہ عرس یا میلہ ایسا اہم ہوتا کہ اس میں دور، نزدیک سے چھوٹے بڑے ہر طرح کے لوگ حاضر ہو کر اپنی نیاز پیش کرتے اور اپنا مقصد

① دیکھئے قرآن، سورۃ الانعام، آیت: ۱۳۶ اور اس کی تفسیر

② دیکھئے، سورۃ المائدہ، آیت: ۳، ۱۳۰، سورۃ الانعام، آیت: ۱۲۱، ۱۳۸، صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۲۳، سیرت ابن ہشام ۱/۸۹، ۹۰، المنقذ، ص: ۳۲۸، ۳۲۹۔

حاصل ہونے کی امید رکھتے۔

پھر یہ سارا کام مشرکین اس غرض سے کرتے تھے کہ ان اولیائے کرام اور بزرگان دین کا تقرب اور ان کی خوشنودی حاصل کر کے انہیں اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنائیں اور ان کا دامن پکڑ کر اللہ تک پہنچ جائیں، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اولیائے کرام اور بزرگان دین انہیں اللہ کے قریب پہنچا دیں گے اور ان کی ضرورتوں کے لئے اللہ سے سفارش کر دیں گے، چنانچہ یہ ساری نذر و نیاز پیش کرنے کے بعد ان ولیوں اور بزرگوں کو پکارتے کہ:

”اے بابا! میرا فلاں کام بن جائے اور فلاں مصیبت ٹل جائے۔“

اور سمجھتے تھے کہ وہ ان کی باتیں سنتے ہیں اور جو مراد مانگی جائے وہ پوری کرتے ہیں، بگڑی بناتے ہیں، مصیبتیں ٹالتے ہیں اور ایسا یا تو خود اللہ کے دیئے ہوئے تصرف و اختیار کے ماتحت کر لیتے ہیں یا اللہ سے سفارش کر کے کرا لیتے ہیں۔^①

تو یہ تھا مشرکین کا شرک، اور یہ تھی غیر اللہ کے لئے ان کی عبادت اور یہ تھا اللہ کے ماسوا کو معبود بنانا اور شریک ٹھہرانا اور یہ تھے انبیاء عظام، اولیائے کرام، بزرگان دین اور نیکوکار صالحین جن کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا۔

اب نبی کریم ﷺ جو توحید کی دعوت لے کر اٹھے اور اللہ کے سوا ہر معبود کو چھوڑنے کا مطالبہ کیا تو مشرکین پر یہ بات بہت گراں گزری اور انہیں یہ مطالبہ بہت بھاری اور غلط محسوس ہوا۔ انہوں نے کہا:

”یہ کوئی سازش ہے جو اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور ہے۔“

﴿أَجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۚ﴾ وَأَنْطَلِقُ الْأُمَلَّا مِنْهُمْ أَنْ آمَشُوا
وَأَصْبِرُوا عَلَىٰ الْهَيْكَلِ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ۚ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْأَلَمَةِ الْأَخِرَةِ
إِنَّ هَذَا إِلَّا آخِلْنِي ۖ ﴿٧﴾ (ص: ۳۸/۷-۵)

① سورة يونس، آیت: ۱۸، سورة الزمر، آیت: ۳، سورة الرعد، آیت: ۱۳، سورة فاطر، آیت: ۱۳، سورة الاعراف، آیت: ۱۹۳، وغیرہ۔

”یہ کیا تک ہے کہ اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا ڈالا؟ یہ تو عجیب چیز ہے اور ان کے بڑوں کا ایک گروہ اٹھا کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹ جاؤ۔ یقیناً یہ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ ہم نے تو ایسی بات کسی اور ملت میں سنی ہی نہیں، ہونہ ہو یہ گھڑی ہوئی بات ہے۔“

اس کے بعد جب دعوت و تبلیغ کا کام مزید آگے بڑھا اور ادھر مشرکین بھی اپنے شرک کو بچانے، اسلام کی تبلیغ روکنے اور مسلمانوں سے اسلام کا اثر دھونے کے لئے حجت و بحث کے میدان میں اتر پڑے تو ان پر مختلف پہلوؤں سے دلیل قائم کی گئی۔ ان سے کہا گیا کہ آخر تمہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی کہ اللہ نے اپنے مقرب اور مقبول بندوں کو اس دنیا میں تصرف کرنے کی قوت دے رکھی ہے اور وہ ضرورتیں پوری کرنے اور مصیبتیں ٹالنے پر قدرت رکھتے ہیں؟ اس کی تو صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

① یا تو تمہیں غیب معلوم ہو گیا ہو۔

② یا پھر پچھلے انبیاء نے کوئی کتاب چھوڑی ہو اور اس میں تمہیں یہ بات لکھی ہوئی مل گئی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ﴾ (القلم ۶۸/۴۷)

”کیا ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿أَتُنْفِي بِكُتَابٍ مِّن قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّن عِلْمٍ إِن كُنْتُمْ

صَادِقِينَ﴾ (الأحکاف ۴۶/۴)

”میرے پاس پہلے کی کوئی کتاب لاؤ، یا علم الہی کا کوئی بقیہ لاؤ، اگر تم لوگ سچے ہو۔“

اور فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ (الأنعام ۱۴۸/۶)

”(اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟ اگر ہے تو ہمارے سامنے

لاؤ، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہو اور ادھر ادھر کے انکل پچو لگاتے ہو۔“

چونکہ یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے کہ انہیں نہ تو غیب کا کوئی علم ہے اور نہ انبیاء کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں انہیں یہ بات ملی ہے، اس لئے انہوں نے نہایت صفائی سے کہا:

﴿بَلْ نَنْبَغُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (لقمان ۳۱/۲۱)

”کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس بات پر پایا ہے، اسی کی پیروی کر رہے ہیں۔“

اور یہ کہ:

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّهْتَدُونَ﴾ (۲۲)

(الزخرف ۴۳/۲۲)

”ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک امت (طریقہ) پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کی ڈگر پر چل رہے ہیں۔“

اس جواب سے جب مشرکین کی جمالت اور بے بسی کھل گئی تو ان سے کہا گیا کہ دیکھو:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل ۱۶/۷۴)

”تم لوگوں کو تو نہیں معلوم، لیکن اللہ جانتا ہے۔“

اس لئے اس کی بات سنو، وہ تمہارے ان شرکاء کی حقیقت بتلاتا ہے، کہتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَمْثَلُكُمْ﴾ (الأعراف ۷/۱۹۴)

”بے شک اللہ کے ماسوا جن کو تم لوگ پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہی ہیں۔“

یعنی جو چیزیں اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان پر جس طرح تم کو قدرت حاصل نہیں، اسی طرح تمہارے ان شرکاء کو بھی ان پر قدرت حاصل نہیں۔ پس تم اور وہ دونوں بے بس ہونے اور قدرت نہ رکھنے میں یکساں اور برابر ہو، اسی لئے اللہ نے ان کو چیلنج کیا۔

﴿فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنَّكُمْ صَادِقِينَ﴾ (۱۹۴)

(الأعراف ۷/۱۹۴)

”پھر اگر تم سچے ہو تو ذرا ان کو پکارو اور وہ تمہاری مراد پوری کر کے دکھادیں۔“
اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلایا کہ:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ﴾ (۱۳)
(فاطر ۳/۱۳)

”تم لوگ اللہ کے ماسوا جن کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔“

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرِكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (۱۴)
(فاطر ۳/۱۴)

”اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو جواب نہ دے سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا انکار کر دیں گے اور ایک خبر رکھنے والے جیسی خبر تمہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔“

یعنی اللہ جانتا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، لہذا اس نے جو یہ بات بتائی ہے تو یہی صحیح ہے، کوئی اس کے بجائے کچھ اور بتائے تو وہ غلط ہے۔ نیز فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ (۲۰) ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (النحل ۱۶/۲۰-۲۱)

”اللہ کے ماسوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے، بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

اور فرمایا:

﴿أَشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ (۱۱) ﴿وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ (۱۲) ﴿(الأعراف ۷/۱۹۱-۱۹۲)﴾

”کیا یہ ایسے لوگوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد آپ کر سکتے

ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ ۖ إِلَهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا شُورًا ۚ﴾
(الفرقان ۲۵/۳)

”اور ان لوگوں نے اللہ کے ماسوا ایسے لوگوں کو معبود بنا رکھا ہے جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور جو اپنے لئے بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں اور نہ موت اور زندگی اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا اختیار رکھتے ہیں۔“

پھر جب اللہ نے ان شرکاء کی بے بسی اور لاچاری بیان کر ڈالی اور بتلادیا کہ مشرکین کی وہ کسی بھی گمان کردہ چیز پر قدرت نہیں رکھتے، تو اس کا نتیجہ بھی بتلایا کہ ان کو اپنی ضرورت کے لئے پکارنا اور ان سے کوئی امید رکھنا بالکل باطل اور فضول ہے، اس کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ نے اس کے لئے بعض بہت ہی دلچسپ مثالیں بیان کیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبْسِطٍ كَفْتِهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَلِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۚ﴾ (الرعد ۱۳/۱۴)

”اور یہ لوگ اللہ کے ماسوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا قطعاً کوئی جواب نہیں دے سکتے، مگر جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دے کہ وہ پانی اس کے منہ میں آجائے، حالانکہ وہ منہ میں آہی نہیں سکتا۔ (پس اسی طرح) ان کافروں کی پکار سوائے بھٹکنے (صد البصر) کے اور کچھ نہیں۔“

یہ بات بیان کر کے مشرکین سے ذرا سوچنے کے لئے کہا گیا۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ان کے معبودوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور نہ وہ کچھ پیدا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، بلکہ وہ خود اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو، جو خالق اور قادر ہے اور اپنے ان شرکاء کو جو مخلوق اور بے بس ہیں یکساں اور برابر کر دیا؟ آخر یہ کیا بات ہوئی کہ تم اللہ کو بھی پوجتے ہو اور ان شرکاء کو

بھی پوجتے ہو، اللہ کو بھی پکارتے ہو اور ان کو بھی پکارتے ہو۔ آخر عبادت اور پکار کے معاملے میں تم نے دونوں کو برابر کیسے کر دیا۔

﴿أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل ۱۶/۱۷)

”کیا جو پیدا کرتا ہے وہ پیدا نہ کرنے والے کی طرح ہے؟ تم لوگ سمجھتے کیوں نہیں؟“ جب یہ سوال ان کے سامنے رکھا گیا تو وہ بالکل بھونچکا رہ گئے۔ ان کی ساری حجت بحث جاتی رہی۔ وہ شرمندہ ہو کر چپ ہو رہے۔ پھر انہیں ایک غلط بات بھائی دی۔ وہ کہنے لگے کہ:

”دیکھو ہمارے باپ دادا سارے انسانوں سے زیادہ عقل مند تھے۔ لوگوں کے درمیان ان کی عقل مندی کا شہرہ تھا اور دور دور تک لوگ اس بات کو تسلیم کرتے تھے اور ان سب لوگوں کا دین وہی تھا جو ہمارا ہے۔ لہذا کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ دین باطل اور گمراہی والا دین ہو؟ خود نبی ﷺ کے باپ دادا اور مسلمانوں کے باپ دادا بھی اسی دین پر تھے۔“

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ لوگ ہدایت پر نہ تھے، کیونکہ انہوں نے حق کا راستہ نہیں پہچانا اور نہ اس کو اختیار ہی کیا جس کے نتیجہ میں وہ گمراہ ہو گئے، کیونکہ وہ کچھ سمجھتے نہ تھے۔ یہ مطلب کبھی اشاروں کنایوں میں بیان کر دیا جاتا تھا اور کبھی کبھی کھلم کھلا بھی کہہ دیا جاتا تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ آَلُفُؤًا مَّابِئَاتٍ هُمْ صَالِينَ﴾ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ عَائِلِهِمْ مُبْرَعُونَ ﴿٧٠﴾

(الصافات ۳۷/۶۹-۷۰)

”انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا تو خود بھی انہی کے نقش قدم پر دوڑے جارہے ہیں۔“

اسی کے ساتھ ایک بات یہ بھی چل رہی تھی کہ مشرکین، نبی ﷺ اور مسلمانوں کو اپنے خداؤں سے ڈرایا کرتے تھے، کہتے تھے کہ:

”تم لوگ ہمارے معبودوں کو بے بس کہہ کر ان کی شان میں گستاخی کر رہے ہو، لہذا

بہت جلد ان کا غضب تم پر نازل ہوگا اور وہ تمہیں بھسم کر دیں گے یا تمہیں خبطی بنا کر رکھ دیں گے۔“

یہ دھمکی ٹھیک ویسی ہی تھی جیسے پچھلے لوگ اپنے نبیوں کو دیا کرتے تھے کہ:

﴿إِنْ نَقُولُ إِلَّا أَعْرَضَكَ بَعْضُ إِلَهَاتِنَا يَسْتَوِ﴾ (ہود ۵۴/۱۱)

”ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض معبودوں کی بددعا لگ گئی ہے۔“

اس کے جواب میں مشرکین کو وہ حقیقت یاد دلانی گئی جسے وہ خود رات دن دیکھتے رہتے تھے کہ ان کے یہ معبود نہ تو اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں نہ ذرا آگے پیچھے ہو سکتے ہیں۔ نہ خود اپنے اوپر سے کوئی تکلیف دفع کر سکتے ہیں تو بھلا یہ مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچائیں گے یا بھسم کریں گے؟

﴿الْهَمَّ أَزْجُلُ يَمْسُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آيِدٌ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا تُنْظِرُونَ﴾ (الأعراف ۱۹۵/۷)

”کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چل سکتے ہیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑ سکتے ہیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھ سکتے ہیں یا کان ہیں جن سے سن سکتے ہیں؟ اے نبی! کہہ دو کہ تم لوگ اپنے شرکاء کو پکارو پھر میرے اوپر اپنا داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔“

اسی قسم کے موقع پر ایک کھلی مثال بیان کی گئی۔ کہا گیا کہ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ﴾ (الحج ۷۳/۲۲)

”لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، غور سے سنو! اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی طرح ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ خواہ اس کے لئے سب کے سب جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں کمزور ہیں۔“

اور فرمایا گیا:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْغَنَكَبُوتِ
أَخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْغَنَكَبُوتِ لَوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ﴾ (العنکبوت ۲۹/۴۱)

”ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے ماسوا کو اولیاء بنا لیا ہے، اس مکڑی جیسی ہے جس نے گھر بنایا اور یقیناً سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔“
ان کے خداؤں کی اس بے بسی کو بعض مسلمانوں نے بھی بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا۔
کہا:

أَرَبُّ يَبُولُ الثُّعْلُبَانِ بِرَأْسِهِ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثُّعَالِبُ
”بھلا ایسا بھی پروردگار (ہو سکتا ہے) کہ جس کے سر پر لومڑی پیشاب کرے؟ یقیناً جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں وہ ذلیل ہے۔“

لیکن جب نوبت اس کھلم کھلا نقد و تبصرے تک پہنچ گئی تو مشرکین بھڑک اٹھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو بھی گالیاں دیں اور ان کے پروردگار کو بھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ٹوکا کہ دوبارہ اس طرح کی بات نہ کریں۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾
(الأنعام ۶/۱۰۸)

”اور (مشرکین) اللہ کے ماسوا جن کو پکارتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو، ورنہ وہ (مشرکین) بھی دشمنی کے جوش اور نادانی میں اللہ کو گالیاں دیں گے۔“

بہر حال جب بحث و جہت سے کام نہ بنا نظر نہ آیا تو مشرکین نے طے کیا کہ اسلام کی دعوت کو بزور طاقت کچل دیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک دیں۔ چنانچہ بڑے لوگوں اور قبائل کے سرداروں نے اپنے اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو اذیتیں دینی شروع کیں اور ان کا ایک وفد ابوطالب کے پاس گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے منع کریں۔

مسلمانوں کو تعذیب

اس منصوبے کے تحت مسلمانوں کو ایسی ایسی تکلیفیں دی گئیں کہ ان کے تصور سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل شق ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

✽ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں کھینچتے پھرتے۔ اس دوران بلال رضی اللہ عنہ آحد آحد کہتے رہتے۔ اس کے علاوہ امیہ ان کو دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں لے جا کر جلتی ریت یا پتھر پر ڈال کر سینے پر بھاری پتھر رکھوا دیتا پھر کہتا کہ ”یا تو محمد کے ساتھ کفر کر اور لات وعزئی کی پوجا کر یا اسی حالت میں پڑا پڑا مر جا۔“ بلال کہتے ”آحد آحد۔“ ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گزرے اور انہیں اسی طرح کی اذیت دی جا رہی تھی تو انہیں خرید کر اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔ ①

✽ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر مارا جاتا اور اذیت دی جاتی کہ ان کی عقل جاتی رہتی اور انہیں کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ②

✽ ابو فلیحہ رضی اللہ عنہ جن کا نام فلیح تھا، اور جو قبیلہ آزد کے رہنے والے اور قبیلہ بنو عبدالدار کے غلام تھے۔ ان کے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں پہنا کر دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں نکالتے اور کپڑے اتار کر جلتی ریت یا پتھر پر لٹا دیتے اور اوپر سے اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ ہل نہ سکیں اور اتنی دیر تک اسی حالت میں چھوڑے رکھتے کہ عقل کھو جاتی۔ انہیں مسلسل اسی طرح اذیتیں دی جاتی رہیں یہاں تک کہ دوسری ہجرت حبشہ میں وہ بھی ہجرت کر گئے۔ ایک بار اسی طرح ان کا بازو رسی سے

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۱۷، ۳۱۸، تلخیص ابن جوزی ص: ۶۱، ابن کثیر، تفسیر سورة النحل، آیت: ۱۰۶

② طبقات ابن سعد ۳/۳۸

باندھ کر گھسیٹے ہوئے لے جایا گیا اور جلتی زمین پر ڈال کر اس طرح ان کا گلا گھونٹ دیا گیا کہ لگتا تھا مر گئے ہیں۔ اسی دوران حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو انہیں بھی خرید کر اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔ ﴿۱﴾

مشہور صحابی خباب بن ارت زمانہ جاہلیت میں قید ہو کر آئے تھے۔ انہیں بنو خزاعہ کی ایک عورت ام انمار بنت سباع نے خرید لیا تھا۔ یہ لوہار تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان کی مالکن لوہے کا جلتا ہوا ٹکڑا لے کر آتی اور پیٹھ پر ڈال دیتی تاکہ محمد ﷺ کے ساتھ کفر کریں، مگر اس سے ان کا ایمان کچھ اور ہی بڑھ جاتا۔ انہیں مشرکین بھی سزائیں دیتے۔ کبھی گردن مروڑتے، کبھی بال نوچتے اور کئی بار تو جلتے ہوئے کونلوں پر ڈال دیا جنہیں ان کی پیٹھ کی چربی ہی نے بچھلایا۔ ﴿۲﴾

حضرت زبیرہ - بروزن صدیقہ - رضی اللہ عنہا ایک رومی لونڈی تھیں وہ مسلمان ہوئیں تو انہیں اللہ کی راہ میں اس قدر تکلیفیں دی گئیں کہ وہ اندھی ہو گئیں۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ تمہیں لات وعزیٰ کی مار پڑ گئی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں واللہ! انہوں نے میرا کچھ نہیں بگاڑا۔ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر وہ چاہے تو اسے دور کر سکتا ہے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو واقعی اللہ نے ان کی بصارت بحال کر دی تھی۔ اس پر مشرکین کہنے لگے یہ تو محمد کا ایک جادو ہے۔ ﴿۳﴾

ام عبیس رضی اللہ عنہا بنو زہرہ کی ایک لونڈی تھیں۔ ان کا مالک اسود بن عبد یغوث انہیں ستایا کرتا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا کٹر دشمن تھا اور آپ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ﴿۴﴾

بنو عدی کے عمرو بن مؤمل کی ایک لونڈی مسلمان ہوئیں تو انہیں عمر بن خطاب ستایا کرتے تھے۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ انہیں اتنا مارتے کہ تھک

﴿۱﴾ اسد الغابہ ۵/۲۳۸، الاصابہ ۷/۱۲۵ وغیرہ

﴿۲﴾ اسد الغابہ ۱/۵۹۱، ۵۹۲، 'تلقیح' ص: ۶۰ وغیرہ

﴿۳﴾ طبقات ابن سعد ۸/۲۵۶، سیرت ابن ہشام ۱/۳۱۸

﴿۴﴾ الاصابہ ۷/۲۵۸

جاتے۔ پھر چھوڑ کر کہتے کہ میں نے کسی مروت کی بنا پر نہیں، بلکہ مارتے مارتے اکتا گیا ہوں اس لئے چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتیں ”تیرا رب بھی تیرے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔“ ﴿۱۵﴾

✽ اور جو لونڈیاں مسلمان ہوئیں اور انہیں ستایا گیا ان میں ہند یہ اور ان کی صاحبزادی عیسیٰؑ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں بنو عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ ﴿۱۶﴾

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال، عامر بن فہیرہ اور ابو فلیحہ رضی اللہ عنہم کی طرح ان سب لونڈیوں کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر ان کے والد ابو قحافہ نے بطور عتاب کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور گردنیں آزاد کر رہے ہو، اگر طاقتور مردوں کو آزاد کرتے تو وہ تمہارا بچاؤ بھی کر سکتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں اللہ کی رضا چاہتا ہوں۔“

اس پر اللہ نے ان کی تعریف اور ان کے دشمنوں کی مذمت میں قرآن اتارا، فرمایا:

﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى﴾ ﴿۱۷﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿۱۸﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ﴿۱۹﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿۲۰﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿۲۱﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمٍ تُجْتَرَى ﴿۲۲﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ﴿۲۳﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ﴿۲۴﴾ ﴿اللیل ۹۲/۱۴-۲۱﴾

”میں نے تم کو ڈر دیا ہے ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے جس میں وہی بد بخت داخل ہو گا جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (یعنی امیہ بن خلف اور اس جیسے کام کرنے والے دوسرے لوگ) اور اس سے وہ پرہیزگار بچالیا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے دیتا ہے۔ اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلہ دیا جا رہا ہو، بلکہ اس کا مقصد محض اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور وہ یقیناً راضی ہو جائے گا۔“

اور یہ ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، ﴿۱۷﴾ اللہ ان سے بھی راضی ہو، اور انہوں نے جن غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کیا ان سے بھی اور تمام صحابہ کرام سے بھی۔

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۳۱۹/۱، طبقات ابن سعد ۲۵۶/۸

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۳۱۸/۱، ۳۱۹

﴿۳﴾ سیرت ابن ہشام ۳۱۸/۱، ۳۱۹، طبقات ابن سعد ۲۵۶/۸، کتب تفسیر، تفسیر آیات مذکورہ۔

ان کے علاوہ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم کو بھی سزائیں دی گئیں۔ یہ لوگ بنو مخزوم کے حلیف تھے، جن کا ایک سردار ابو جہل تھا۔ چنانچہ اس کی سرکردگی میں قبیلہ والے ان لوگوں کو سخت دھوپ کے وقت ابطح میں لے جاتے اور اس کی گرمی میں تپاتے۔ ایسی حالت میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

”آل یاسر! صبر کرنا، تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔ اے اللہ! آل یاسر کو بخش دے۔“

اسی طرح عذاب سستے سستے یاسر اس دنیا سے چل بے۔ وہ قبیلہ مدحج کی ایک شاخ عنس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام عامر اور دادا کا نام مالک تھا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سُمیۃ بنت خیاط تھا۔ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابو حذیفہ مخزومی کی لونڈی تھیں، بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی تھیں۔ انہیں کم بخت ابو جہل نے شرمگاہ میں نیزہ مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں۔ اور یہ اسلام کی سب سے پہلی شہید ہیں۔

باقی رہے عمار رضی اللہ عنہ تو عذاب ان کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ مشرکین سخت گرمی کے دنوں میں کبھی انہیں لوہے کی زرہ پہنا دیتے، کبھی سینے پر سرخ بھاری پتھر رکھ دیتے، کبھی پانی میں ڈبو دیتے، یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے مجبوراً ان کے مطلب کی بات کہہ دی۔ لیکن دل ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النحل ۱۰۶/۱۶)

”جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا، لیکن اس کے سوا جس کسی نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، یعنی کھلے دل کے ساتھ کفر قبول کر لیا تو اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔“

① سیرت ابن ہشام ۳/۱۹، ۳۲۰، طبقات ابن سعد ۳/۲۳۸، ۲۳۹، تفسیر ابن کثیر، آیت مذکورہ، الدر المنثور، سورۃ النحل، تفسیر آیت: ۱۰۶

- ❁ اللہ کی راہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی اذیتیں دی گئیں۔ وہ بڑی ناز و نعمت میں پلے بڑھے تھے۔ اسلام لائے تو ان کی ماں نے ان کا کھانا پانی بند کر دیا، اور گھر سے نکال دیا۔ چنانچہ سانپ کی کچلی کی طرح ان کی چمڑی ادھر گئی۔^❶
- ❁ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کو اس قدر تکلیف دی گئی کہ وہ اپنی عقل کھو بیٹھے۔ انہیں پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔^❷
- ❁ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ ان کا چچا ان کو کھجور کی چٹائی میں پلیٹ کر نیچے سے دھونی دیتا۔^❸
- ❁ ابوبکر اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو بھی ستایا گیا۔ نوفل بن خویلد نے اور کہا جاتا ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ کے بھائی عثمان بن عبید اللہ نے دونوں کو پکڑ کر ایک ہی رسی میں باندھ دیا۔ تاکہ نماز کی ادائیگی اور دین پر عمل پیرا ہونے سے باز رہیں مگر ان دونوں حضرات نے اس کی بات نہ مانی۔ پھر وہ حیرت سے دیکھتا ہے کہ دونوں کھلے ہوئے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ چونکہ دونوں ایک ساتھ رسی میں باندھے گئے تھے، اس لئے انہیں قرین کہا جاتا ہے۔ قرین کے معنی ہیں ”ایک ساتھ ملائے گئے۔“^❹
- ابو جہل کا حال یہ تھا کہ وہ جب کسی با اثر اور بچاؤ کی طاقت رکھنے والے آدمی کے اسلام لانے کی خبر سنتا تو اسے ڈانٹتا پھنکارتا اور دھمکیاں دیتا کہ مال و عزت کو سخت نقصان پہنچاؤں گا اور اگر کمزور آدمی اسلام لاتا تو اسے خود بھی مارتا اور دوسروں کو بھی شہ دیتا۔^❺
- غرض جس کسی کے بھی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا مشرکین اس کے درپے آزار ہو جاتے اور جہاں تک بس چلتا ستاتے اور تکلیفیں دیتے۔

❶ اسد الغابہ ۴/۳۰۶، تلخیص، ص: ۶۰

❷ الاصابہ ۳/۲۵۵، ابن سعد ۳/۲۳۸

❸ رحمۃ للعالمین، ۵۷/۱

❹ اسد الغابہ ۲/۳۶۸

❺ سیرت ابن ہشام ۱/۳۲۰

یہ زیادتیاں تو کمزور اور عام مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی تھیں، لیکن بڑوں اور معزز لوگوں میں سے کوئی مسلمان ہوتا تو مشرکین کو بھی ہاتھ اٹھانے سے پہلے بار بار سوچنا پڑتا، چنانچہ ایسے مسلمان سے اس کے ہم پلہ لوگ ہی حد درجہ احتیاط اور سوچ و بچار کے بعد ٹکرانے کی جرأت کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا رویہ | جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا رعب اور

شرف و وقار دے رکھا تھا کہ لوگ زیادتی کی جرأت نہ کر پاتے تھے۔ مزید برآں کہ آپ کو ابو طالب کی حمایت و حفاظت بھی حاصل تھی۔ وہ قریش کے ایک عظیم سردار تھے، جن کی بات مانی جاتی تھی۔ اور ان کی ذمہ داری کا احترام کیا جاتا تھا۔ اسے توڑنے کی جرأت کسی میں نہ تھی۔ یہ بنو عبد مناف کے چوٹی کے انسان تھے اور قریش بلکہ سارا عرب اس خاندان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا تھا، اس لئے آپ کے اس تعلق سے مشرکین مجبور تھے کہ کوئی پر امن قدم اٹھائیں۔ چنانچہ انہوں نے ابو طالب سے گفت و شنید کا راستہ اپنایا، مگر کسی قدر سختی اور چیلنج لئے ہوئے۔

قریش اور ابو طالب کے درمیان گفتگو | قریش کے اشراف ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا:

”آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے ہمارے دین پر عیب لگاتا ہے، ہمیں بیوقوف ٹھہراتا ہے اور ہمارے باپ دادوں کو گمراہ کہتا ہے، لہذا آیا تو آپ اسے روکیں یا ہمارے اور اس کے بیچ سے ہٹ جائیں، کیونکہ آپ بھی تو ہماری ہی طرح اس سے الگ دین پر ہیں، ہم اس سے نمٹ لیں گے۔“

جواب میں ابو طالب نے نرمی سے بات کی اور انہیں خوش اسلوبی سے واپس کر دیا، چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر کھلم کھلا کار بند رہ کر اس کی تبلیغ کرتے رہے۔ ﴿۱﴾

ابو طالب کو قریش کی دھمکی اور چیلنج | مگر جب قریش نے دیکھا کہ نبی ﷺ اپنے کام اور اپنی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں تو وہ مزید صبر نہ کر سکے۔ انہوں نے باہم بڑی چہ میگوئیاں کیں اور شکوے کئے۔ پھر ابو طالب کے پاس جا کر عرض گزار ہوئے:-

”ابو طالب! آپ ہم میں عمر رسیدہ ہیں اور شرف و منزلت رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے عرض کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو منع کریں، مگر آپ نے منع نہیں کیا۔ ہم بخدا یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادوں کو برا بھلا کہا جائے۔ ہمیں یہ قیود قرار دیا جائے اور ہمارے معبودوں پر عیب لگائے جائیں، لہذا آپ یا تو انہیں منع کریں یا پھر ہم آپ کے اور اس کے دونوں کے مقابل اتر پڑیں گے اور اس وقت تک نہیں ٹلیں گے، جب تک کہ ایک فریق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔“

یہ کہہ کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ ابو طالب کو یہ دھمکی اور چیلنج بڑا بھاری محسوس ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بلا کر ان کی بات سنائی اور کہا کہ:

”اب مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کرو اور میری طاقت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہ ڈالو۔“ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ کمزوری دیکھی تو فرمایا:

”چچا جان! واللہ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو بھی چھوڑ نہیں سکتا یہاں تک کہ یا تو اللہ اس (دین) کو غالب کر دے یا میں اسی راہ میں ہلاک ہو جاؤں۔“

اس کے بعد آپ ﷺ کے آنسو نکل آئے اور آپ رو پڑے۔ یہ دیکھ کر ابو طالب کی محبت اور قوت ارادی پلٹ آئی۔ انہوں نے کہا:

”بھتیجے! جاؤ جو کہنا ہو، واللہ! میں تمہیں کبھی کسی بھی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا۔“ ①

قریش کی عجیب و غریب تجویز اور ابو طالب کا دلچسپ جواب | قریش نے دیکھا کہ ان کی دھمکی کارگر

نہیں ہوئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنا کام کئے جا رہے ہیں اور ابو طالب ان کی مدد پر ڈٹے ہوئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے بھتیجے کی مدد کے بدلے قریش کی عداوت اور جدائی منظور ہے اور وہ لڑنے بھڑنے کے لئے تیار ہیں، اس لئے قریش کو ذرا توقف و تامل کرنا پڑا اور وہ دیر تک مشورہ کرتے رہے، آخر انہیں ایک عجیب و غریب تجویز سوچھی۔ قریش میں ایک شخص عمارہ بن ولید تھا۔ بڑا خوبصورت اور بانکا نوجوان اور جوانوں کا سردار۔ یہ لوگ اسے ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ:

”ابو طالب! آپ اس نوجوان کو ہم سے لے لیجئے اور اسے اپنا لڑکا قرار دے لیجئے۔ آپ اس کی مدد بھی کیجئے اور دیت بھی لیجئے اور ہمیں اس کے بدلے اپنا بھتیجا دے دیجئے۔ جو آپ کے دین اور آپ کے باپ دادا کے دین کا مخالف ہے اور جس نے آپ کی قوم میں پھوٹ ڈال رکھی ہے اور ان کی عقلوں کو بیوقوف قرار دے رکھا ہے۔ ہم اسے لے جا کر قتل کریں گے۔ بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا معاملہ ہوا۔“

ابو طالب نے کہا:

”واللہ! تم لوگ انتہائی برا سودا کر رہے ہو۔ مجھے تو تم اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور مجھ سے میرا بیٹا مانگ رہے ہو کہ اس کو قتل کرو؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔“ ①

① سیرت ابن ہشام ۱/۲۶۶، ۲۶۷



www.kitabosunnat.com

رسول اللہ ﷺ پر دست درازیاں

جب قریش ہر طرح ناکام اور مایوس ہو گئے، نہ ان کی دھمکی کام آئی نہ سودے بازی، تو انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ پر دست درازی شروع کر دی۔ اور مسلمانوں پر جو سختیاں وہ پہلے سے کرتے آرہے تھے ان میں اور اضافہ کر دیا۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ حشمت و عزت اور اکرام و احترام کا بلند مقام رکھتے تھے، اس لئے آپ پر دست درازی کی جرأت صرف بڑے بڑوں اور سرداروں نے کی، چھوٹوں اور عام لوگوں کو یہ جرأت نہ ہو سکی۔

آپ (ﷺ) کو گھر کے اندر جو لوگ تکلیف دیتے تھے ان کے نام یہ ہیں:

”ابو لب، حکم بن ابی العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمرہ، ثقفی، ابن الاصداء ہذلی۔“

یہ سب آپ کے پڑوسی تھے۔ جب آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو ان میں سے کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اٹھا کر آپ پر پھینک دیتا اور جب ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوتی تو اس ہانڈی میں پھینک دیتا۔ آپ جواب میں صرف اتنا کرتے کہ اسے لکڑی پر اٹھا کر لاتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے کہ:

”اے بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے؟“ پھر اسے راستے میں پھینک دیتے۔^①

امیہ بن خلف جب آپ کو دیکھتا تو طعن و تشنیع کرتا۔ آنکھیں دبا کر ان سے اشارے کرتا اور لوگوں کو ہشکارتا۔^② اسی طرح اس کا بھائی ابی بن خلف دھمکیاں دیتا ہوا کہتا کہ:

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۱۶

② سیرت ابن ہشام ۱/۳۵۶، ۳۵۷

”اے محمد! میرے پاس عود نامی گھوڑا ہے جسے روزانہ تین صاع خوراک کھلاتا ہوں، اسی پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔“

بالآخر آپ ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ:

”بلکہ ان شاء اللہ میں تجھے قتل کروں گا۔“

اور ایسا ہی ہوا کہ احد میں آپ ہی نے اسے قتل کیا۔

ایک روز یہی ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لایا، اور اسے توڑ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف پھونک دیا۔^①

✽ ایک بار عقبہ بن ابی معیط نے نبی ﷺ کے پاس بیٹھ کر کچھ سنا، یہ بات اس کے دوست ابی بن خلف کو معلوم ہوئی تو اس نے عتاب کیا اور کہا کہ نبی ﷺ کے چہرے پر جا کر تھوک آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔^②

✽ ابو لہب تو پہلے ہی دن سے آپ کا دشمن تھا اور آپ کے درپے آزار رہا کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے عقبہ اور عقیبہ کے عقد میں نبی ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم تھیں۔ ابو لہب نے دونوں بیٹیوں سے کہا کہ:

”اگر تم نے محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو میرا تمہارا آمناسنا حرام ہے۔“

اس کی بیوی نے بھی کہا کہ انہیں طلاق دے دو، کیونکہ وہ بددین ہو گئی ہیں۔

چنانچہ انہوں نے طلاق دیدی۔^③

✽ ابو لہب کی یہ بیوی ام جمیل ارؤی بنت حرب بھی رسول اللہ ﷺ کی کٹر دشمن تھی۔ وہ کانٹے دار ڈالیاں لاکر رات کو آپ کے راستے میں ڈال دیتی کہ آپ اور آپ کے ساتھی زخمی ہوں۔^④

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۶۱، ۳۶۲

② ایضاً ایضاً

③ سیرت ابن ہشام ۱/۶۵۲، طبرانی عن قتادہ --- وغیرہ

④ سورۃ اللہب کی تفسیریں دیکھئے۔

اسے سورہ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ کے اترنے کا پتہ چلا تو ہتھیلی میں پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑی۔ آپ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اللہ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ چنانچہ وہ صرف حضرت ابو بکر کو دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی:

تمہارا ساتھی کہاں گیا؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری جھو کرتا ہے۔ واللہ! اگر اسے پا جاؤں گی تو یہی پتھر اس کے منہ پر دے ماروں گی۔ سن لو میں بھی شاعرہ ہوں، اس کے بعد یہ کہہ کر چلی گئی:

مُذَمَّمًا عَصَيْنَا وَأَمْرُهُ أَبَيْنَا وَدِينُهُ قَلَيْنَا

”ہم نے ”مذمم“ کی نافرمانی کی اور اس کی بات کا انکار کیا اور اس کے دین کو نفرت سے چھوڑ دیا۔“

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کمایا رسول اللہ! کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔ نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی تھی۔“ ①

قریش نے نبی ﷺ کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کا ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کر رکھا تھا کہ وہ آپ کو محمد ﷺ کی بجائے ”مذمم“ کہتے تھے۔ جس کا معنی ”محمد“ کے بالکل الٹ ہے۔ ”محمد“ کے معنی ہے وہ شخص جس کی خوب تعریف کی گئی ہو۔ اور ”مذمم“ کے معنی ہے کہ وہ شخص جس کی خوب برائی کی گئی ہو۔ لیکن اللہ نے اسے آپ سے یوں پھیر دیا کہ وہ ”مذمم“ نامی آدمی کو گالی دیتے تھے جب کہ آپ کا نام ”محمد“ (ﷺ) تھا۔ ②

✽ اخضر بن شریق ثقفی بھی رسول اللہ ﷺ پر زیادتیاں کرتا تھا۔

✽ اور ابو جہل کا تو کہنا ہی کیا، کہ اس نے اللہ کی راہ سے روکنے کا بیڑہ اٹھا رکھا تھا۔ وہ نبی ﷺ کو اپنی باتوں سے اذیت پہنچاتا، نماز سے روکتا اور اپنی حرکتوں پر فخر و تکبر

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۳۵، ۳۳۶، متدرک حاکم ۲/۳۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۴۹۸ حدیث

۱۱۸۱۷، مسند ابی یعلیٰ ۴/۲۴۶، حدیث ۲۳۵۸

② صحیح بخاری، مناقب (فتح الباری ۷/۱۶۲)، مسند احمد ۲/۲۴۳، ۳۴۰، ۳۶۹

کرتا۔ ایک روز نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو سختی پر اتر آیا اور دو ہمسکیاں دینے لگا، بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈانٹ دیا اور گلے کے پاس سے کپڑا پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا:

﴿أَوَّلَى لَكَ فَأَوَّلَى ۚ ثُمَّ أَوَّلَى لَكَ فَأَوَّلَى ۚ﴾ (القیامہ ۷۵/۳۴-۳۵)

”تیرے لئے خرابی در خرابی ہے۔“

اس نے کہا:

”محمد! مجھے دھسکیاں دے رہے ہو؟ واللہ! تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

میں اس وادی (مکہ) کا سب سے طاقتور آدمی ہوں۔“ ①

ایک روز اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

”محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ مٹی پر رکھتا ہے۔“

انہوں نے کہا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”لات وعزلی کی قسم! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو

اس کی گردن روند دوں گا اور اس کا چہرہ مٹی پر رگڑ دوں گا۔“

اس کے بعد اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا، اور اس زعم میں چلا کہ

آپ کی گردن روند دے گا، لیکن لوگوں نے اچانک کیا دیکھا کہ وہ ایڑی کے بل پلٹ رہا ہے

اور دونوں ہاتھوں سے بچاؤ کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا ”ابو الحکم! تمہیں کیا ہوا؟ کہنے لگا

”میرے اور اس کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہولناکیوں اور پروں کے بازو

ہیں۔“ آپ نے فرمایا:

اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔“ ②

ایسی ہی بد بختی عقبہ بن ابی معیط کے حصے میں بھی آئی۔ ایک بار رسول اللہ بیت اللہ

کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اور ابو جہل اور اس کے ساتھی بیٹھے تھے۔ اتنے میں

بعض نے بعض سے کہا:

① ترمذی، تفسیر سورۃ اقرأ حدیث ۳۳۳۹ (۴۱۳/۵)، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، الدر المنثور، آیت

مذکورہ کی تفسیر۔ اور سورۃ اقرأ کی تفسیر۔

② صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، احکام، حدیث ۳۸، (۲۱۵۳/۴)

”کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی او جھڑی لائے اور جب محمد سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے؟ اس پر قوم کا بد بخت ترین آدمی عقبہ بن ابی معیط اٹھا، اور او جھڑی لا کر انتظار کرنے لگا۔ جب آپ نے سجدہ کیا تو دونوں کندھوں کے بیچ میں ڈال دی۔ پھر وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ادھر آپ سجدہ ہی میں رہے، سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ سے او جھڑی دور پھینکی، تب آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

«اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ»

”اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے۔“

یہ بددعا ان پر شاق گزری، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ نے ایک ایک شخص کا نام لے لے کر بددعا کی ”اے اللہ! فلاں کو پکڑ لے اور فلاں کو۔“ اور ہوا بھی یہی کہ وہ سب کے سب آئندہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ ﴿

رسول اللہ ﷺ سے استہزاء کرنے والے پانچ بڑے بڑے لوگ تھے۔ ولید بن مغیرہ مخزومی، اسود بن عبد یغوث زہری، ابو زمعہ اسود بن عبد المطلب اسدی، حارث بن قیس خزاعی اور عاص بن وائل سمی۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ ان کے شر سے بچاؤ کے لئے تمنا اللہ آپ کو کفایت کرے گا۔ پھر ان میں سے ہر ایک پر ایسی بلا نازل کی جو عبرت و نصیحت سے بھرپور تھی۔

﴿ چنانچہ ولید کو چند سال پہلے سے تیر کی ایک خراش لگی ہوئی تھی جو بالکل معمولی تھی، مگر جبریل علیہ السلام نے اس خراش کے نشان کی طرف اشارہ کر دیا اور وہ پھوٹ پڑی اور کئی سال اذیت و تکلیف پہنچانے کے بعد جان لیوا ثابت ہوئی۔

﴿ اسی طرح اسود بن عبد یغوث کے سر کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام نے اشارہ کیا تو اس کو پھوڑے نکل آئے۔ اور انہی پھوڑوں سے اس کی موت واقع ہو گئی اور کہا جاتا ہے کہ اسے لو لگ گئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تھا، جس سے اسے استسقاء کی بیماری ہو گئی اور پیٹ اس قدر

پھول گیا کہ بالآخر اسی سے وہ مر گیا۔

✽ اسود بن عبد المطلب نے جب رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچا پہنچا کر بہت تنگ کر دیا تو آپ نے بد دعا کی کہ:

”اے اللہ! اس کی نگاہ چھین لے اور اسے لڑکے سے محروم کر دے۔“

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور اس کے چہرے پر کانٹے دار پتے یا ڈالی سے مارا اور اس کی نگاہ جاتی رہی۔ پھر اس کے لڑکے کو مارا اور وہ مر گیا۔
عاص بن وائل ایک کانٹے دار درخت پر بیٹھ گیا۔ اس کا کانٹا پاؤں کے تلوے سے اندر داخل ہو گیا۔ اور زہر سر تک دوڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی سے مر گیا۔^①

یہ ان سختیوں کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جو کھلم کھلا تبلیغ کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ اس پیچیدہ صورت حال کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے دو قدم اٹھائے۔

دارالارقم پہلا قدم یہ تھا کہ آپ نے ارقم بن ابی الارقم مخزومی کے گھر کو تبلیغ و عبادت اور تعلیم و تربیت کا خفیہ مرکز بنا دیا کیونکہ وہ بد معاشوں کی نگاہوں سے دور صفا کے دامن میں واقع تھا۔ چنانچہ وہاں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خفیہ طور پر اکٹھا ہوتے۔ ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتے۔ ان کا تزکیہ کرتے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے۔ اس تدبیر سے بہت سے ایسے حادثات سے بچاؤ ہو گیا کہ اگر آپ کھلے طور پر اکٹھا ہوتے تو ان کے پیش آنے کا غالب امکان تھا۔ باقی جہاں تک نبی ﷺ کی اپنی ذات کا تعلق ہے تو آپ مشرکین کے بیٹوں بچ کھلم کھلا اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور اس کے دین کی دعوت بھی دیتے تھے۔ اس سے نہ آپ کو کوئی ظلم و زیادتی روک سکتی تھی نہ مذاق اور استزاء۔ یہ اللہ کی حکمت تھی تاکہ جو ایمان لائے اسے بھی دعوت پہنچ جائے اور جو ایمان نہ لائے اسے بھی۔ اور اس تبلیغ کے بعد کسی کے لئے اللہ کے خلاف حجت باقی نہ رہ جائے اور قیامت کے روز کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے اور

✽ کتب تفاسیر: ابن جریر، ابن کثیر، الدر المنثور وغیرہ، تفسیر سورۃ الحجر آیت ۹۵ اور اس کے بعد۔

ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔

ہجرت حبشہ | دوسرا قدم یہ تھا کہ آپ نے یہ اچھی طرح معلوم کر لینے کے بعد کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی ایک انصاف پسند حکمراں ہے اور اس کے پاس کسی پر ظلم نہیں ہوتا، مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ حبشہ ہجرت کر جائیں۔^①

اس ہدایت کے مطابق رجب سنہ ۵ نبوت میں مسلمانوں کے پہلے قافلے نے ہجرت کی۔ اس میں بارہ مرد چار عورتیں اور ان کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، نیز ان کے ساتھ ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جو نبی ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور یہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط رضی اللہ عنہما کے بعد پہلا گھرانہ تھا جس نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی تھی۔^②

یہ لوگ رات کے اندھیرے میں چپکے سے نکلے اور جدہ کے جنوب میں واقع شعیبہ کی بندرگاہ کا رخ کیا۔ قسمت کی بات ہے کہ وہاں دو تجارتی جہاز موجود تھے۔ یہ لوگ ان پر سوار ہو کر حبشہ پہنچ گئے۔

ادھر قریش کو ان کے بھاگنے کا پتہ لگا تو غیظ و غضب سے پھٹ پڑے، فوراً آدمی دوڑائے کہ انہیں پکڑ کر مکہ لایا جائے اور خوب خوب سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا دین چھوڑ دیں۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے مسلمان سمندر میں دور جا چکے تھے، لہذا یہ لوگ ساحل تک جا کر نامراد واپس آ گئے۔^③

مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کا سجدہ | اس ہجرت کے کوئی دو مہینے بعد رمضان سنہ ۵ نبوت میں ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد حرام تشریف لائے۔ اس وقت کعبہ کے آس پاس قریش کے بہت سارے لوگ جمع تھے۔ ان میں ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ بھی تھے۔ ”سورہ نجم“ ابھی تازہ بتاؤ اتری تھی۔ آپ

① السنن الکبریٰ، بیہقی ۹/۹

② زاد المعاد ۲۴/۱

③ ایضاً

نے ان کے درمیان اچانک کھڑے ہو کر اس کی تلاوت شروع کر دی۔ ایسا نفیس کلام انہوں نے کبھی سنا نہ تھا۔ اب جو اچانک کانوں سے ٹکرایا تو انہیں بے خود کر گیا۔ وہ دم بخود ہو کر سنتے کے سنتے رہ گئے۔ خاموش، مبسوت، نہ روکنے کا یارا، نہ ٹوکنے کا ہوش۔ بلکہ سورۃ کے آخر میں جب ڈانٹ ڈپٹ والی آیتیں آئیں تو دلوں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ہوش اڑتے محسوس ہوئے۔ اور جیسے ہی آپ نے یہ پڑھ کر سجدہ کیا کہ:

﴿فَاسْجُدْ وَاعْبُدْ لِلَّهِ﴾ ﴿١٧﴾ (النجم ۵۳/۶۲)

”اللہ کے لئے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔“

تو سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے، کسی کو اس حکم ربانی سے سرتابی کا یارا نہ رہا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ”نبی ﷺ نے ”سورہ، نجم“ پڑھی، پھر سجدہ کیا تو قوم کا کوئی فرد نہ بچا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ ایک آدمی نے ایک مٹھی کنکری یا مٹی لی اور اسے اپنے چہرے کے اوپر تک لے گیا اور کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ حالت کفر میں مارا گیا۔ یہ امیہ بن خلف تھا، جو بدر کے روز مارا گیا۔“ ﴿۱۷﴾

مہاجرین کی واپسی | اس واقعہ کی خبر حبشہ پہنچی، لیکن خاصے فرق کے ساتھ۔ یعنی انہیں معلوم ہوا کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں، چنانچہ وہ خوشی خوشی مکہ پلٹے، لیکن جب مکہ سے اتنے قریب آ گئے کہ صرف ایک گھڑی کا فاصلہ باقی رہا تو حقیقت حال کا علم ہوا۔ اس کے بعد کچھ لوگ تو وہیں سے حبشہ پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر یا کسی کی پناہ لے کر مکہ آئے۔ ﴿۱۷﴾

دوسری ہجرت حبشہ | اس کے بعد مسلمانوں پر قریش کی سختیاں اور بڑھ گئیں کیونکہ ایک طرف انہوں نے بے خودی میں مسلمانوں کے ساتھ جو سجدہ کر دیا تھا اس کا انہیں پچھتاوا تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے ساتھ نجاشی جو حسن سلوک

﴿۱۷﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۶۷، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۳۸۵۳، ۳۹۷۲، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳

﴿۱۸﴾ سیرت ابن ہشام ۱/۳۶۴، زاد المعاد ۱/۲۴، ۲/۴۴

کر رہا تھا اس کی بھی انہیں جلن تھی، لہذا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ”وہ دوبارہ حبشہ ہجرت کر جائیں“ چنانچہ اب کی بار بیاسی یا تراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی اور ظاہر ہے کہ یہ ہجرت پہلی ہجرت سے زیادہ پر مشقت تھی، کیونکہ قریش چوکننا تھے اور مسلمانوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے، لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ چوکننا، باحکمت اور ٹھوس قدم ثابت ہوئے اور ان کی ساری دھر پکڑ کے باوجود حبشہ کو نکل گئے۔

مسلمانوں کی واپسی کے لئے قریش کا حربہ | قریش پر یہ بات بہت گراں گزری کہ مسلمان ان سے چھوٹ کر ایک ایسی محفوظ جگہ جا پہنچے ہیں جہاں ان کی جان اور ایمان کو کوئی خطرہ نہیں، چنانچہ ان کی واپسی کیلئے قریش نے اپنے دو ہوشیار آدمیوں یعنی عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو حبشہ بھیجا۔ یہ دونوں اس وقت مشرک تھے۔

انہوں نے حبشہ پہنچ کر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق سب سے پہلے پادریوں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں تحفے تحائف پیش کر کے مدلل اور مؤثر انداز میں اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ ان سب نے حامی بھری۔ اس کے بعد نجاشی کے پاس آئے اور اسے بھی تحفے تحائف پیش کئے۔ پھر اصل مقصد کے لئے زبان کھولی اور کہا:

”بادشاہ سلامت! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے، جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ، اس لئے ہمیں آپ کی خدمت میں ان کی قوم کے اشراف یعنی ان کے والدین، چچاؤں اور کنبے قبیلے کے لوگوں نے بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں واپس بھیج دیں، کیونکہ وہ لوگ ان پر سب سے اونچی نگاہ رکھتے ہیں اور ان کی خامی اور خرابی کو سب سے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔“

جب ان کی یہ بات پوری ہو چکی تو پادریوں نے بھی منصوبے کے مطابق ان کی تائید کی۔ لیکن نجاشی نے احتیاط برتی اور سوچا کہ دونوں فریق کی بات سنی چاہئے تبھی حق واضح

ہو سکے گا، چنانچہ اس نے مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا کہ ”یہ کیا دین ہے جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو، لیکن نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان ملتوں ہی میں سے کسی کے دین میں داخل ہوئے ہو؟“

اس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے بات کی۔ انہوں نے کہا:

”بادشاہ! ہم جاہلیت والی قوم تھے۔ بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، برائیاں کرتے تھے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا، ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ ہم اس کی عالی نسب، سچائی، امانت اور پاک دامنی کو جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری و خون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کاموں سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز اور زکوٰۃ اور روزے کا حکم دیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اور بہت سے احکام بھی گنوائے۔ پھر کہا کہ ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لائے، اس کی پیروی کی اور اس کے لائے ہوئے دین الہی میں اس کا اتباع کیا۔ چنانچہ ہم نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جو چیزیں اس نے حرام بتائیں انہیں حرام مانا، اور جو چیزیں حلال بتائیں انہیں حلال مانا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی۔ اس نے ہم پر ظلم و ستم کیا اور ہمیں دین سے پھیرنے کے لئے فتنوں اور سزاؤں سے دوچار کیا، تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو حلال سمجھتے تھے انہیں

پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر و ظلم کیا، زمین تنگ کر دی، ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی اور آپ کو دوسروں پر ترجیح دی اور آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔“

نجاشی نے یہ بات سنی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کچھ قرآن پڑھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ”کھیعص“ یعنی سورہٴ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ اس پر نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی اور تمام پادری بھی اس قدر روئے کہ ان کے صحیفے تر ہو گئے۔ پھر نجاشی نے کہا ”یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے، دونوں ایک طاق شمع سے نکلے ہوئے ہیں۔“

اس کے بعد قریش کے دونوں نمائندوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ”تم لوگ چلے جاؤ۔ واللہ! میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا اور نہ ان کے خلاف کوئی چال چلی جا سکتی ہے۔“

دوسرے دن عمرو بن عاص نے ایک خطرناک تدبیر اختیار کی۔ نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں۔ اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو پھر بلوایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہم ان کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں یعنی وہ اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری، پاک دامن مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا۔“

اس پر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:

”اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے برابر بھی بڑھ کر نہ تھے۔ جاؤ، تم لوگ میرے قلمرو میں امن وامان سے رہو۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔“

دے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ مجھے سونے کا پہاڑ ملے تو بھی گوارا نہیں کہ تم میں سے کسی کو ستاؤں۔“

اس کے بعد حکم دیا کہ قریش کے نمائندوں کو ان کے تحفے تحائف واپس کر دیئے جائیں، چنانچہ یہ دونوں صاحبان منہ لٹکائے مکہ واپس لوٹے اور مسلمانوں نے اچھے دیار میں اچھے ہمسائے کے ساتھ قیام کیا۔^①

مشرکین کی حیرت | اس ناکامی پر مشرکین نے بہت تیج و تاب کھایا اور چاہا کہ باقی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ بالخصوص وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ نبی ﷺ اپنی تبلیغ کا کام کئے جا رہے ہیں، لیکن وہ یہ دیکھ کر الجھن میں پڑ جاتے تھے کہ سخت سے سخت دھمکی کے باوجود ابو طالب آپ کی مدد پر کمر بستہ ہیں اور ان سے ٹکرانا آسان نہیں، اس لئے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ کبھی خونخواری کا جذبہ غالب آتا اور نبی ﷺ کو اور بچے کچھے مسلمانوں کو سزائیں دینے لگتے، تو کبھی بحث و مناظرہ کا دروازہ کھول دیتے۔ کبھی دنیا کی پرکشش چیزوں کی پیشکش کرتے تو کبھی کچھ لو کچھ دو کے اصول پر سودے بازی کرتے اور کبھی سوچتے کہ نبی ﷺ کا صفایا کر کے اسلام کا چراغ گل کر دیں، مگر ان میں سے کوئی بات بن نہ سکی اور کسی طرح مراد پوری نہ ہو سکی، بلکہ ان ساری کوششوں کا نتیجہ ناکامی و نامرادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اگلی سطور میں ہر ایک کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

تعذیب اور قتل کی کوشش | یہ فطری بات تھی کہ ناکامی کی صورت میں مشرکین کا جذبہ خونخواری مزید بھڑک اٹھتا، چنانچہ اب صرف یہی نہیں کہ انہوں نے بچے کچھے مسلمانوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے، بلکہ رسول اللہ ﷺ پر بھی مزید سنگین دست درازیاں کیں۔

✽ چنانچہ ایک بار عتبہ بن ابی لہب نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾ چنانچہ ایک بار عتبہ بن ابی لہب نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾ چنانچہ ایک بار عتبہ بن ابی لہب نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا کہ وہ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾

کمانوں کے بقدر فاصلہ رہ گیا، بلکہ اس سے بھی کم۔ ”والے کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہو گیا۔ آپ کا کرتا پھاڑ دیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا، البتہ تھوک خود اسی پر پلٹ آیا۔ آپ نے فرمایا: ”یا اللہ! تو اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا چھوڑ دے۔“

اس کے بعد وہ ایک قافلے کے ساتھ ملک شام گیا۔ جب قافلے نے راستے میں ملک شام کے مقام زرقاء پر پڑاؤ ڈالا تو ایک شیر نے ان کا چکر لگایا۔ غصہ کئے لگا ”یہ واللہ! مجھے کھا جائے گا“ جیسا کہ محمد نے مجھ پر بد دعا کی ہے۔ میں شام میں ہوں، وہ مکہ میں ہے، لیکن اس نے مجھے مار ڈالا۔ ”چنانچہ جب وہ لوگ سونے لگے تو غصہ کو اپنے پیچوں بچ سلايا۔ پھر بھی شیر نے اونٹوں اور انسانوں کو پھلانگتے ہوئے ٹھیک اسی کا سر آدو چا اور اسے مار ڈالا۔ ❶

❷ اسی طرح ایک بار نبی ﷺ سجدہ فرماتے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر آپ کی گردن مبارک اپنے پاؤں سے اس زور سے روندی کہ معلوم ہوتا تھا آنکھیں نکل پڑیں گی۔ ❷

واقعات کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے اسلامی دعوت روکنے کی مختلف کوششوں میں ناکامیوں کے بعد سنجیدگی کے ساتھ یہ بھی سوچنا شروع کر دیا تھا کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں، خواہ اس کے نتیجے میں زبردست خونریزی کی نوبت ہی کیوں نہ آجائے اور یہ اس بات سے مترشح ہے کہ ایک روز ابو جہل نے قریش سے کہا کہ:

”آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ محمد ہمارے دین کو عیب لگانے، ہمارے آباؤ اجداد کی بدگوئی کرنے، ہماری عقلوں کو بیوقوف ٹھہرانے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے کے علاوہ کوئی بات ماننے کو تیار نہیں، اس لئے میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ ایک بھاری بھر کم اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر اس کی تاک میں بیٹھوں گا اور جب وہ نماز

❶ الاصابہ، دلائل النبوة، مختصر السيرة شيخ عبد الله ص ۱۳۵

❷ مختصر السيرة ص ۱۱۳

میں سجدے کے اندر جائے گا تو اس سے اس کا سر کچل دوں گا۔ اس کے بعد تم لوگوں کا جی چاہے تو مجھے بچانا ورنہ بے یار و مددگار چھوڑ دینا، بنو عبد مناف سے جو بن پڑے گا کر لیں گے۔“ لوگوں نے کہا ”واللہ! ہم تمہیں ہر گز نہیں چھوڑ سکتے۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔“

اس کے بعد صبح ہوئی تو ابو جہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ ادھر نبی ﷺ معمول کے مطابق تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ قریش بھی اپنی اپنی محفلوں میں آکر انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں ابو جہل کیا کرتا ہے۔ اب ابو جہل نے قدم اٹھائے اور آگے بڑھا، لیکن جوں ہی قریب پہنچا تو اس طرح شکست کھا کر بھاگا کہ رنگ اڑا ہوا، حواس باختہ اور دونوں ہاتھ پتھر پر چپکے ہوئے تھے۔ اس نے پتھر پھینک دیا۔ قریش نے کہا: ”ابو الحکم! تمہیں یہ کیا ہوا؟“

کننے لگا ”میں نے رات جو بات کسی تھی وہی کرنے جا رہا تھا، لیکن ایک اونٹ آڑے آگیا۔ واللہ! میں نے اس جیسی کھوپڑی گردن اور دانت تو کبھی دیکھے ہی نہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ مجھے کھا جائے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، اگر وہ قریب آتا تو دھر پڑتے۔“ ①

اس کے بعد اس سے بھی زیادہ سنگین حادثہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز قریش حطیم میں اکٹھا ہو کر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نمودار ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔ دوران طواف جب ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے طعنہ زنی کی۔ اس کا اثر آپ کے چہرے پر دیکھا گیا۔ جب دوبارہ گزرے تو پھر انہوں نے طعنہ زنی کی، اور اس کا اثر بھی آپ کے چہرے پر دیکھا گیا، اس کے بعد تیسری بار گزرے تو اس بار بھی انہوں نے طعنہ زنی کی۔ اب کی بار آپ نے ٹھہر کر فرمایا:

”قریش کے لوگو! سن رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس ذبح لے کر آیا ہوں۔“

آپ کی اس بات کا ان پر گہرا اثر ہوا کہ سکتہ طاری ہو گیا گویا ان کے سروں پر پرندہ آ بیٹھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے بارے میں جو سب سے کڑا آدمی تھا وہ بھی اچھی سے اچھی بات کہہ کر آپ کو منانے لگا۔

اگلے دن یہ لوگ پھر اکٹھا ہو کر آپ ہی کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک آپ نمودار ہوئے۔ دیکھتے ہی سب کے سب آپ پر دوڑ پڑے۔ آپ کی چادر سمیٹ کر پکڑ لی اور کہنے لگے:

”تم ہی ہو جو ہم کو ہمارے باپ دادا کے معبودوں سے روکتے ہو؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں میں ہی ہوں۔“ یہ سنتے ہی سب کے سب آپ پر پل پڑے۔ کوئی لکار رہا تھا، کوئی زدوکوب کر رہا تھا اور کوئی کچھ اور۔ عقبہ بن ابی معیط نے لپک کر آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور گلے میں پلیٹ کر بل دیتے ہوئے نہایت سختی سے گلا گھونٹا۔

ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اطلاع پہنچی کہ اپنے ساتھی کو بچاؤ۔ وہ دوڑ کر آئے۔ عقبہ کو دونوں کندھوں سے پکڑا اور دھکے دے کر نبی ﷺ سے الگ کیا۔ پھر وہ کسی کو مار رہے تھے، کسی سے لڑ رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے تم پر افسوس! تم ایک آدمی کو اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ اب کفار نبی ﷺ کو چھوڑ کر ابو بکر پر پلیٹ پڑے اور انہیں اس قدر مارا کہ ان کے چہرے اور ناک میں تمیز مشکل ہو گئی۔ ان کے چار چوٹیاں تھیں۔ ان کو چھو جاتا تو ہاتھ میں آجاتی تھیں، چنانچہ بنو تیمم ان کو کپڑے میں پلیٹ کر لے گئے اور گھر میں داخل کر دیا۔ انہیں ان کی موت میں کوئی شبہ نہ تھا، لیکن سر شام وہ بول پڑے اور بولے تو رسول اللہ ﷺ کا حال پوچھا۔ اس پر بنو تیمم نے انہیں ملامت کی اور وہاں سے چلے گئے۔

اس کے بعد ان پر کھانا پانی پیش کیا گیا، لیکن انہوں نے اس وقت تک کھانے پینے سے انکار کر دیا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ جب رات کا سناٹا چھا گیا اور

لوگ پر سکون ہو گئے تو انہیں دار ارقم میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچایا گیا۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کو بخیر پایا تو کھانا پینا گوارا کیا۔ ﴿۱﴾

یوں جب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سختی بہت بڑھ گئی اور زندگی کی راہیں دشوار ہو گئیں تو وہ ہجرت حبشہ کے ارادے سے نکل پڑے۔ بڑک غمّاد پہنچے تو قارہ اور احابیش ﴿۲﴾ کے سردار مالک بن دغنه سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے ارادہ دریافت کیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا تو کہنے لگا:

”آپ جیسا آدمی نکالا نہیں جاسکتا، آپ خالی ہاتھ والوں کا بندوبست کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے (کے سلسلہ میں پیش آنے والے) مصائب میں مدد کرتے ہیں، لہذا میں آپ کا ضامن ہوں۔ آپ واپس چلیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔“

اس کے بعد دونوں واپس آئے اور ابن دغنه نے قریش میں اعلان کیا کہ اس نے ابو بکر کو پناہ دی ہے۔ قریش نے اس کی پناہ دہی کا انکار نہ کیا، البتہ یہ کہا کہ ابو بکر سے کہو کہ وہ کھلم کھلا نہیں بلکہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں، بچے اور کمزور لوگ فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر کچھ عرصہ اس پر برقرار رہے۔ پھر انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور کھلے عام نماز پڑھنے اور قراءت کرنے لگے۔ اس پر ابن دغنه نے اپنی پناہ دہی یاد دلائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی پناہ واپس کر دی اور فرمایا:

”میں اللہ کی پناہ میں راضی ہوں۔“

ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت رونے والے آدمی تھے، قرآن پڑھتے تو آنکھوں پر قابو نہ رہتا، چنانچہ

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۱/۲۸۹، ۲۹۰، صحیح بخاری، باب ذکر مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ، مختصر السیرۃ شیخ عبداللہ ص: ۱۱۳ الدر المنثور وغیرہ کتب تفسیر، تفسیر سورۃ المؤمن، آیت: ۲۸

﴿۲﴾ قارہ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے اور احابیش چند عرب قبائل کا مجموعہ ہے جنہیں حبشی نامی پہاڑ کے پاس باہمی تعاون کا معاہدہ کرنے کی وجہ سے احابیش کہا جاتا ہے۔

مشرکین کی عورتیں اور بچے ٹوٹ پڑتے، وہ تعجب کرتے اور حیرت سے دیکھتے اور مشرکین اس کی وجہ سے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایذا نہیں پہنچاتے۔ ﴿۱﴾

انہی سنگین حالات سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمان گزر رہے تھے کہ ایسے واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں قریش کے دو جانباز سرفروش مسلمان ہو گئے اور ان کی قوت کے سائے میں مسلمانوں نے بڑی راحت پائی۔ وہ ہیں رسول اللہ ﷺ کے چچا حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام | ان کے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن ابو جہل کوہ صفا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ کو ایذا پہنچائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کے سر پر ایک پتھر بھی دے مارا جس سے خون بہہ نکلا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی ایک مجلس میں جا بیٹھا۔ عبد اللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ کمان حماکل کئے شکار سے واپس تشریف لائے تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت حمزہ دوڑتے ہوئے ابو جہل کے سر پر جا سوار ہوئے اور بولے:

”اد اپنے چوڑے پاد نکالنے والے! تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔“

اس کے بعد اسے اس زور سے کمان ماری کہ اس کے سر پر بدترین قسم کا زخم آگیا۔ اس پر دونوں قبیلے بنو مخزوم اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے، مگر ابو جہل نے یہ کہہ کر معاملہ ٹھنڈا کر دیا کہ ابو عمارہ یعنی حضرت حمزہ کو جانے دو۔ میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بری گالی دی تھی۔ ﴿۲﴾

ظاہر ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام محض حمیت کے طور پر تھا۔ گویا کسی قصد و ارادے کے بغیر زبان سبقت کر گئی تھی، لیکن پھر اللہ نے ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۵۔

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۲۹۱/۱، ۲۹۲۔

دیا۔ وہ قریش کے بڑے معزز اور مضبوط جوان تھے، یہاں تک کہ ان کا لقب اسد اللہ (اللہ کا شیر) پڑ گیا۔ وہ ذی الحجہ سنہ ۶ نبوت میں مسلمان ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام | حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین ہی دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ وہ اسلام لانے

سے پہلے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی سخت گیر تھے۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھپ کر چند آیتیں سن لیں۔ ان کے دل میں آیا کہ یہ حق ہے، لیکن اپنے عناو پر قائم رہے، حتیٰ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کا کام تمام کرنے کی نیت سے تلوار لے کر نکل پڑے۔ راستے میں ایک آدمی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے:

”محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔“

اس نے کہا ”محمد (ﷺ) کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟“

حضرت عمر نے کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بے دین ہو چکے ہو۔“

اس نے کہا ”عمر! حیرت کی بات نہ بتاؤں؟ تمہارے بہن بنوئی بھی تمہارا دین چھوڑ چکے ہیں۔“

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں بھرے ہوئے سیدھے بہن، بنوئی کا رخ کیا۔ وہاں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سورۃ طہ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے اور ان کی بہن نے صحیفہ چھپا دیا۔ اندر پہنچے تو پوچھا ”یہ کیسی بھینٹ تھی جو میں نے تم لوگوں کے پاس سنی؟“

انہوں نے کہا ”کچھ بھی نہیں، بس ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”غالباً تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔“

بنوئی نے کہا ”اچھا عمر! یہ بتاؤ کہ اگر حق تمہارے دین کے ماسوا میں ہو تو؟“

﴿تاریخ عمر بن الخطاب از ابن جوزی ص: ۹۶، ۱۰۰ اور اسی کے قریب قریب سیرت ابن ہشام ۱/۳۴۶﴾

اتنا سنا تھا کہ حضرت عمر اپنے بہنوئی پر چڑھ بیٹھے اور انہیں بری طرح کچل دیا۔ بن نے لپک کر انہیں اپنے شوہر سے الگ کیا تو بن کو ایسا چاٹا مارا کہ چہرہ خون آلودہ ہو گیا۔ بن نے جوش غضب میں کہا ”عمر! اگر حق تیرے دین کے ماسوا میں ہو تو؟“

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مایوسی و ندامت ہوئی، انہیں شرم آئی اور انہوں نے کہا:

”تمہارے پاس جو کتاب ہے ذرا مجھے بھی دو، میں بھی پڑھوں۔“

بن نے کہا ”تم ناپاک ہو۔ اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو! غسل کرو۔“

انہوں نے اٹھ کر غسل کیا، پھر کتاب لی اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھی۔ کہنے لگے:

”یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں۔“

اس کے بعد طہ سے:

﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (١٤/٢٠ طہ)

تک قراءت کی۔ کہنے لگے ”یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے۔ مجھے محمد کا پتہ بتاؤ۔“

یہ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر آگئے کہنے لگے:

”عمر! خوش ہو جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کی رات تمہارے متعلق جو دعا کی تھی (کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام میں سے جو تیرا محبوب ہو اس کے ذریعہ اسلام کو قوت پہنچا) یہ وہی ہے۔“

پھر بتلایا کہ ”اس وقت رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کے پاس دار ارقم میں ہیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر دار ارقم کے پاس آئے اور دروازہ کو دستک دی۔ ایک آدمی نے دروازہ سے جھانکا تو دیکھا کہ عمر تلوار حمائل کئے موجود ہیں۔ لپک کر رسول اللہ

ﷺ کو اطلاع دی اور سارے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا ”عمر ہیں۔“ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”بس عمر ہے۔ دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو ہم اسے خیر عطا کریں گے اور اگر کوئی برا ارادہ لے کر آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔“

ادھر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف فرما تھے آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو اندر سے بیٹھک میں تشریف لائے اور تلوار کے پر تلے سمیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑ کر سختی سے جھٹکتے ہوئے فرمایا:

”عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرت ناک سزا نازل نہ فرمادے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے؟ یا اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ یا اللہ! اس عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت و قوت عطا فرما۔“

حضرت عمر نے کہا:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

اس پر گھر کے اندر سے موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام والوں کو سنائی پڑی۔^①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مشرکین کا رد عمل | حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر شہ زور تھے کہ کوئی ان کا رخ نہ کرتا تھا۔

چنانچہ جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش کا جو آدمی رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں سب سے سخت تھا یعنی ابو جہل، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور دروازے کو دستک دی۔ وہ باہر آیا اور دیکھ کر بولا:

① سیرت ابن ہشام ۱/ ۳۴۳-۳۴۶، تاریخ عمر بن الخطاب ص ۷، ۱۰

«أَهْلًا وَسَهْلًا»

”خوش آمدید۔ کیسے آنا ہوا؟“

بولے: ”اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں۔“

یہ سنتے ہی اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رخ پر دروازہ بند کر لیا اور کہا: ”اللہ تیرا برا کرے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کا برا کرے۔“ ①

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماموں عاصی بن ہاشم کے پاس گئے اور اسے بتلایا تو وہ گھر کے اندر گھس گیا۔ ②

اس کے بعد جمیل بن معمر جحی کے پاس گئے۔ یہ شخص کسی بات کا ڈھول پٹینے میں پورے قریش کے اندر سب سے ممتاز تھا۔ اسے بتایا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا کہ ”خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ”میں مسلمان ہو گیا ہوں۔“ بہر حال یہ سن کر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو مار رہے تھے اور لوگ حضرت عمر کو مار رہے تھے۔ یہاں تک کہ سورج سروں پر آگیا اور حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے۔ ③

اس کے بعد جب گھر واپس ہوئے تو مشرکین نے اس ارادے سے اکٹھا ہو کر ان کے گھر کا رخ کیا کہ انہیں جان سے مار ڈالیں۔ ان کا ریلا اتنا زبردست تھا کہ وادی بہہ اٹھی تھی۔ اسی اثنا میں عاص بن وائل سہمی آگیا۔ بنو سہم حضرت عمر کے قبیلے بنو عدی کے حلیف تھے۔ وہ دھاری دار یعنی چادر کا جوڑا اور ریشمی گوٹے سے آراستہ کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمر نے کہا ”میں مسلمان ہو گیا ہوں“ اس لئے آپ

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۴۹، ۳۵۰

② تاریخ عمر بن الخطاب، ص: ۸

③ ابن خبان (مرتب) ۱۶/۹، سیرت ابن ہشام ۱/۳۴۸، ۳۴۹، المعجم الأوسط، طبرانی ۱۷۲/۲ حدیث:

۱۳۱۵، تاریخ عمر بن الخطاب، ص: ۸

کی قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔“ عاص نے کہا ”یہ ممکن نہیں۔“

اس کے بعد باہر نکلا، دیکھا کہ لوگوں کے ریلے سے وادی بہہ پڑی ہے۔ پوچھا ”کہاں کا ارادہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔“ عاص نے کہا ”اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔“ (یعنی تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) یہ سنتے ہی لوگ واپس پلٹ گئے۔^①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت | جہاں تک مسلمانوں کا تعلق

ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے انہوں نے بڑی عزت و قوت محسوس کی۔ اس سے پہلے مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا:

اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ زندہ ہیں خواہ مردہ؟

آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں؟“

انہوں نے کہا ”پھر چھپنا کیسا؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے،

ہم ضرور نکلیں گے۔“

چنانچہ مسلمان نبی ﷺ کو ہمراہ لے کر دو صفوں میں نکلے، ایک میں حضرت حمزہ اور ایک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے چلنے سے چکی کے آنے کی طرح ہلکا ہلکا غبار اڑ رہا تھا، یہاں تک کہ مسجد حرام میں جا داخل ہوئے۔ قریش نے دیکھا تو ان کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اب تک نہ لگی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا۔^②

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے حضرت عمر نے اسلام قبول کیا ہم برابر طاقتور اور باعزت رہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔^③

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۶۳، ۳۸۶۵

② تاریخ عمر بن الخطاب، ۷/۷۶

③ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۸۳، ۳۸۶۳

”جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا۔ اس کی علانیہ دعوت دی گئی۔ ہم حلقے لگا کر بیت اللہ کے گرد بیٹھے اور اس کا طواف کیا اور جس نے ہم پر سختی کی اس سے انتقام لیا اور اس کے بعض مظالم کا جواب دیا۔“

پیشکش مرغوبات کی پیشکش | حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مسلمان ہو جانے کے بعد جب مشرکین نے مسلمانوں کی قوت و شوکت دیکھی تو باہم مشورے کے لئے اکٹھے ہوئے، تاکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں مناسب ترین قدم اٹھا سکیں۔ ان سے عتبہ بن ربیعہ نے، جو بنی عبد شمس سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی قوم کا سردار و صاحب فرمان تھا، کہا:

”قریش کے لوگو! کیوں نہ میں محمد ﷺ کے پاس جا کر ان سے گفتگو کروں اور ان پر چند باتیں پیش کروں۔ ممکن ہے وہ کوئی چیز قبول کر لیں۔ تو وہ چیز ہم انہیں دے دیں گے اور وہ ہم سے باز رہیں گے۔“

لوگوں نے کہا ”ٹھیک ہے ابو الولید! آپ جالیے اور ان سے بات کیجئے۔“

اس کے بعد عتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ مسجد میں تنہا بیٹھے تھے۔ اس نے کہا ”بھتیجے! ہماری قوم میں تمہارا جو مرتبہ و مقام ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ تم حسب و نسب کے لحاظ سے ہمارے بہترین آدمی ہو اور اب تم اپنی قوم کے پاس ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو، جس کی وجہ سے تم نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو حماقت زدہ کیا ہے، ان کے معبودوں اور ان کے دین کی عیب چینی کی ہے اور ان کے گزرے ہوئے آباؤ اجداد کو کافر ٹھہرایا ہے، لہذا میری بات سنو! میں تم پر چند چیزیں پیش کر رہا ہوں۔ ان پر غور کرو، ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی چیز قبول کر لو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ”ابو الولید! کہو، میں سنوں گا۔“ اس نے کہا ”بھتیجے! یہ معاملہ جسے تم لے کر آئے ہو اگر اس سے تم چاہتے ہو کہ مال حاصل کرو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر تم اعزاز

و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں، یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملے کا فیصلہ نہ کریں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں۔ اور اگر تمہارے اندر خواہش نفس ہے تو قریش کی جو عورت چاہو منتخب کر لو، ہم دس عورتوں سے تمہاری شادی کئے دیتے ہیں۔^(۱) اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے جسے تم دفع نہیں کر سکتے تو ہم تمہارے لئے اس کا علاج فراہم کئے دیتے ہیں۔ اور اس پر اتنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں کہ تم شفا یاب ہو جاؤ، کیونکہ کبھی کبھی جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ”ابو الولید! تم اپنی بات کہہ چکے؟“

اس نے کہا ”ہاں۔“

آپ نے فرمایا ”اب میری بات سنو!“

اس نے کہا ”ٹھیک ہے سنوں گا۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿حَمْدٌ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۚ﴾ كِتَابٌ فُصِّلَتْ ءَايَاتُهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۚ ﴿٢﴾ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۚ ﴿٣﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ أَكِنَّةٍ مِّمَّا نَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِيْ ءَاذَانِنَا وَقْرٌ ۚ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ۚ فَأَعْمَلْ إِنَّا عَمِلُومٌ ۚ ﴿٤﴾﴾ (فصلت ۱/۴۱-۵)

”شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحم کرنے والا ہے ○ حم ○ یہ رحمن و رحیم کی

﴿٤﴾ ایسی ہی پیش کشوں پر آپ نے فرمایا کہ ”اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج لاکر رکھ دیں اور بائیں پر چاند (یعنی مجھے مال سے لاد دیں) پھر بھی میں اپنا مشن نہیں چھوڑں گا مگر یہاں پیش کشوں کا ذکر ہے، جواب کا نہیں۔“

طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے، جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں نے اعراض کیا اور وہ سنتے نہیں۔ کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے۔ پس تم کام کئے جاؤ، ہم بھی کام کئے جا رہے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ آگے پڑھتے گئے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے سنتا رہا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثُمُودَ﴾ (فصلت ۴۱/۱۳)

”پس اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ میں تمہیں عاد و ثمود کی کڑک جیسی ایک کڑک کے خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔“

تو عتبہ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے منہ پر رکھ دیا اور اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا کہ ”ایسا نہ کریں۔“ اسے ڈر تھا کہ کہیں یہ عذاب آنے پڑے۔ اس نے کہا ”اتنا کافی ہے۔“

پھر جب رسول اللہ ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر فرمایا ”ابو الولید! تم نے سن لیا؟“ اس نے کہا ”ہاں! میں نے سن لیا۔“ آپ نے فرمایا ”اب تم ہو اور وہ ہے۔“ عتبہ اٹھا اور سیدھا اپنے ساتھیوں کا رخ کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا ”واللہ! (عتبہ) تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جو لے کر گیا تھا۔“ پھر جب ان کے درمیان آبیٹھا تو انہوں نے کہا ”ابو الولید! پیچھے کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا:

”پیچھے کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ واللہ! میں نے ویسا کلام کبھی نہیں سنا۔ واللہ! نہ وہ شعر ہے، نہ جادو، نہ کہانت۔ قریش کے لوگو! میری بات مانو! اور اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو۔ (میری رائے یہ ہے کہ) اس شخص کو اس کے حال پر

چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھ رہو۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کا جو قول سنا ہے اس سے زبردست واقعہ رونما ہو کر رہے گا۔ اب اگر اس شخص کو عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعہ انجام پا جائے گا۔ اور اگر یہ شخص عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اس کا وجود سب سے بڑھ کر تمہارے لئے سعادت کا باعث ہوگا۔“

لوگوں نے کہا ”ابو الولید! واللہ! اس نے تم پر بھی جادو کر دیا ہے۔“

اس نے کہا ”اس شخص کے بارے میں میری رائے یہی ہے۔ اب تم جو چاہو کرو۔“ ﴿۱﴾

سودے بازیاں اور دست برداریاں | تحریص و ترغیب میں اس ناکامی کے بعد مشرکین نے سوچا کہ دین کے بارے میں سودے بازی کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا:

”ہم آپ پر ایک بات پیش کرتے ہیں جس میں آپ ہی کی بہتری ہے۔“

آپ نے پوچھا ”وہ کیا ہے؟“

انہوں نے کہا ”ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔ اب اگر ہم حق پر ہیں تو آپ نے اس سے ایک حصہ لے لیا اور اگر آپ حق پر ہیں تو ہم نے اس سے ایک حصہ لے لیا۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ﴿قل یا ایہا الکافرون﴾ نازل فرمائی:

آپ کہہ دیں اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو، نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔“

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۹۳، ۲۹۴، المعجم الصغیر طبرانی ۱/ ۲۶۵، ابن کثیر، تفسیر سورہ مذکورہ

اور یہ بھی نازل فرمایا:

﴿قُلْ أَفَعَيَّرَ اللَّهُ تَأْمُرُونَ أَنْعْبُدَ أَتْيَاهَا الْجَاهِلُونَ﴾ (الزمر ۶۴/۳۹)

”اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں۔“

اور یہ بھی نازل فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (الأنعام ۵۶/۶)

”آپ کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو میں ان کی

عبادت کروں۔“ ﴿

مشرکین اختلاف ختم کرنے کے خواہاں تھے اور عتبہ بن ربیعہ نے جو امید ظاہر کی تھی اس کی توقع بھی رکھتے تھے، لہذا انہوں نے مزید دست برداری کا اظہار کیا اور رسول اللہ ﷺ کو کچھ پیش فرما رہے تھے اسے قبول کرنے کا میلان بھی ظاہر کیا۔ البتہ آپ ﷺ کے پاس جو وحی آئی تھی اس میں قدرے تغیر و تبدل کی شرط لگائی۔ کہا:

﴿أَنْتَ بِقِسْرَةٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدَلُهُ﴾ (یونس ۱۵/۱۰)

”اس کے بجائے کوئی اور قرآن لائیے۔ یا اس میں تبدیلی کر دیجئے۔“

اللہ نے آپ کو حکم دیا:

﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِي نَفْسٍ إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ

إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَفِيَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ﴿

(یونس ۱۵/۱۰)

”آپ کہہ دیں مجھے کوئی اختیار نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی

کروں۔ میں تو اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے، اگر

میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔“

نیز اللہ نے اس کی سنگینی پر آپ کو متنبہ کیا اور نبی ﷺ کے دل میں بعض خیالات جو گزر

﴿سیرت ابن ہشام ۳۶۲/۱، تفسیر ابن جریر، سورة الزمر، آیت: ۶۴، تفسیر سورة الکافرون، الدر المنثور،

آیات مذکورہ

رہے تھے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أُوتِيتَ إِلَيْكَ لَيَفْتَرِي عَلَيْكَ غَيْرُهُ
وَإِذَا لَا تَأْخُذُوكَ خَلِيلًا ۖ ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَن تَبْنَتْنَا لَفَدَّتْ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ
شَيْئًا قَلِيلًا ۖ ﴿٧٤﴾ إِذَا لَا أَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ
لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۖ ﴿٧٥﴾﴾ (الإسراء ۱۷/ ۷۳-۷۵)

”اور بیشک قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس چیز کے متعلق فتنے میں ڈال دیتے جس کی
وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے، اور تب یقیناً یہ لوگ آپ کو گمراہ دوست بنا لیتے۔ اور
اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا جھک گئے
ہوتے، لیکن ایسی صورت میں ہم آپ کو زندگی کا دو گنا اور موت کا دو گنا (عذاب)
چکھاتے۔ پھر آپ اپنے لئے ہمارے برخلاف کسی کو مددگار نہ پاتے۔“

ان ٹھوس مواقف سے مشرکین پر یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی ﷺ واقعی دین کی دعوت
دے رہے ہیں۔ آپ کوئی تاجر نہیں، جو قیمت کے بارے میں سودے بازی یا دست برداری
قبول کر لیتا ہے، لہذا انہوں نے چاہا کہ ایک اور طریقے سے اس بات کو مزید پختہ کر لیں۔
چنانچہ انہوں نے یہود کے پاس نمائندے بھیجے کہ وہ نبی ﷺ کے بارے میں ان سے
دریافت کریں۔ علمائے یہود نے کہا ”اس سے تین باتیں پوچھو اگر وہ بتا دے تو واقعی نبی
مرسل ہے، ورنہ بناوٹی ہے۔“

”اس سے چند جوانوں کے بارے میں پوچھو جو زمانہ اول میں گزر چکے ہیں کہ ان کا کیا
واقعہ ہے؟ کیونکہ ان کا بڑا عجیب واقعہ ہے اور اس سے ایک گردش کرنے والے آدمی کے
متعلق پوچھو جو زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچا تھا کہ اس کی کیا خبر ہے؟ اور اس سے
روح کے بارے میں پوچھو کہ وہ کیا ہے؟“

چنانچہ سرداران قریش نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ سوالات رکھے۔ جواب میں
”سورہ کف“ نازل ہوئی، جس میں ان جوانوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ اصحاب کف
ہیں۔ اور اس گردش کرنے والے آدمی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ ذو القرنین ہے۔ اس

کے علاوہ ”سورۃ اسراء“ میں روح کے متعلق سوال کا جواب نازل ہوا، فرمایا گیا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (الاسراء ۸۵/۸۶)

”یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں علم سے بہت تھوڑا (حصہ) دیا گیا ہے۔“^①

یہ امتحان اس بات پر قریش کے مطمئن ہونے کے لئے کافی تھا کہ محمد ﷺ واقعی رسول برحق ہیں بشرطیکہ وہ حق چاہتے، لیکن ان ظالموں نے کفر ہی کی راہ اپنائی۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب ان پر حقائق واضح ہو گئے اور حق کھل گیا تو انہوں نے کچھ لچک ظاہر کی۔ چنانچہ انہوں نے نبی ﷺ کی بات سننے پر آمادگی کا اظہار کیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ممکن ہے وہ اسے مان لیں اور قبول کر لیں، لیکن یہ شرط لگائی کہ ان کیلئے مخصوص مجلس ہو جس میں کمزور مسلمان حاضر نہ ہوں۔ یعنی وہ غلام اور مساکین وہاں نہ آئیں جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے، کیونکہ اس کا مطالبہ کرنے والے مکہ کے سادات و اشراف تھے اور انہیں گوارا نہ تھا کہ ان مسکینوں کے ساتھ بیٹھیں جو اصحاب ایمان و تقویٰ ہونے کے باوجود کمزور اور غلام تھے۔

اور شاید نبی ﷺ ان کے اس مطالبے کو قبول کرنے پر کسی قدر آمادہ بھی ہوئے کہ ممکن ہے اس طرح وہ ایمان لے آئیں، لیکن اللہ نے آپ کو منع کر دیا اور فرمایا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانعام ۶/۵۲)

”جو لوگ اپنے رب کی مرضی چاہتے ہوئے اسے صبح و شام پکارتے ہیں، آپ انہیں (اپنی مجلس سے) نہ ہٹائیں۔ آپ پر ان کا کوئی حساب نہیں اور ان پر آپ کا کوئی حساب نہیں، آپ انہیں ہٹائیں گے تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“^②

① میرت ابن ہشام ۱/۲۹۹، ۳۰۱

② تفسیر آیت مذکورہ از ابن جریر، ابن کثیر، الدر المنثور

عذاب کی جلدی

نبی ﷺ نے بعض اوقات مشرکین کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر وہ آپ ﷺ کی مخالفت پر مصر رہے تو اللہ کا عذاب بھی آسکتا ہے۔

چنانچہ جب اس عذاب میں تاخیر ہوئی تو انہوں نے مذاق اور ضد کے طور پر عذاب کی جلدی چلانی شروع کی اور اس بات کا مظاہرہ کیا کہ ان پر اس دھمکی کا نہ کوئی اثر ہے اور نہ یہ کبھی پوری ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بھی چند آیات نازل کیں۔ فرمایا:

﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ (الحج ۲۲/۴۷)

”یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی چارہے ہیں اور اللہ اپنے وعدے کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرے گا اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کے مطابق ہزار برس کے برابر ہے۔“

مزید فرمایا:

﴿يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ (العنکبوت ۲۹/۵۴)

”یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی (کا مطالبہ) کر رہے ہیں، حالانکہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔“

مزید فرمایا:

﴿أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْفَىٰ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (۱۵) ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ (۱۶) ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (۱۷) (النحل ۱۶/۴۵-۴۷)

”کیا جن لوگوں نے برے مکر کئے ہیں وہ اس بات سے نڈر ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے، یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آجائے جسے وہ نہیں جانتے، یا ان کو ان کی آمد و رفت کے دوران دھر پکڑے کہ وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، یا ان کو

ڈراوے کے ساتھ پکڑ لے؟ تو بیشک تمہارا رب نرم خور حیم ہے۔“

مشرکین کا ایک مختصر حربہ یہ بھی تھا کہ وہ عناد کے طور پر اور عاجز کرنے کی غرض سے معجزات اور خرق عادت نشانیاں طلب کرتے تھے۔ اللہ نے اس بارے میں وحی نازل کر کے اپنی سنت بیان کر دی اور ان کی حجت کا خاتمہ کر دیا۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ اس کا بھی کسی قدر بیان آئے گا۔

یہ وہ قسم قسم کی کوششیں تھیں، جن کے ذریعہ مشرکین نے نبی ﷺ کی رسالت اور دعوت کا مقابلہ کیا اور ان سب کو پہلو بہ پہلو آزمایا۔ وہ ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک دور سے دوسرے دور کی طرف پلٹتے رہتے تھے۔ سختی سے نرمی کی طرف تو نرمی سے سختی کی طرف، جھگڑے سے سودے بازی کی طرف تو سودے بازی سے جھگڑے کی طرف، ترہیب سے ترغیب کی طرف تو ترغیب سے تخویف کی طرف، وہ بھڑکتے، پھر ڈھیلے پڑ جاتے، حجت بازی کرتے، پھر رواداری برتتے، خم ٹھونک کر للکارتے پھر کچھ لو کچھ دو پر اتر آتے، دھمکیاں دیتے، پھر مرغوبات پیش کرتے، گویا وہ ایک قدم آگے بڑھتے، ایک قدم پیچھے ہٹتے، نہ انہیں قرار تھا نہ وہ فرار ہی پسند کرتے تھے۔ ان سب کا مقصود یہ تھا کہ اسلام کی دعوت روک دی جائے اور کفر کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر سے جڑ جائے، لیکن وہ ساری کوشش کر کے بھی ناکام و نامراد ہی رہے۔ اب ان کے سامنے صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا اور وہ تھی تلوار، لیکن تلوار سے شیرازہ اور منتشر ہی ہوتا، بلکہ ایسی خونریزی شروع ہو سکتی تھی جو ان کی جڑ ہی صاف کر دیتی، اس لئے انہیں حیرت تھی کہ وہ کریں تو کیا کریں؟

جہاں تک ابو طالب کا تعلق ہے، تو ان کے سامنے جب مشرکین کا یہ مطالبہ آیا کہ وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کے لئے ان کے حوالے کر دیں، پھر انہیں مشرکین کی نقل و حرکت سے یہ محسوس ہوا کہ وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے عزائم رکھتے ہیں۔ مثلاً ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور عمر بن خطاب کے اقدامات۔ تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کو اکٹھا کر کے انہیں نبی ﷺ کی حفاظت کی دعوت دی۔ جس پر ان کے مسلم و کافر سب نے لیبیک کہا اور خانہ کعبہ کے پاس اس کا عہد و پیمان کیا۔ صرف ابو لہب نے اپنی علیحدہ راہ اختیار کی اور

ان سے الگ ہو کر قریش کے ساتھ ہو رہا۔^①

مکمل بایکاٹ

مشرکین کی حیرت اور بڑھ گئی، کیونکہ ان کی ساری تدبیریں ختم ہو گئیں اور انہوں نے یہ دیکھا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب، خواہ کچھ بھی ہو وہ نبی ﷺ کی حفاظت اور بچاؤ کا مصمم عزم کئے ہوئے ہیں، لہذا وہ اس صورت حال پر غور کرنے اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے خیف بنی کنانہ میں جمع ہوئے اور سر جوڑ کر مشورہ کیا، بالآخر ایک ظالمانہ حل سمجھ میں آگیا اور اسی پر آپس میں عہد و پیمان کر لیا۔ وہ حل یہ تھا کہ:

”وہ لوگ بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بایکاٹ کریں اور یہ عہد کریں کہ ان کے ساتھ نہ شادی بیاہ کریں گے، نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے، نہ ان سے بات چیت کریں گے، نہ کبھی کسی طرح کی کوئی صلح قبول کریں گے، نہ ان کے ساتھ کسی طرح کی مروت برتیں گے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے ان کے حوالے کر دیں۔“

قریش نے اس قرار داد پر باہم عہد و پیمان کیا اور اس کے متعلق ایک صحیفہ لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ لکھنے والا بغیض بن عامر بن ہاشم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر بددعا کی اور اس کا ہاتھ یا ہاتھ کی بعض انگلیاں شل ہو گئیں۔^②

اس کے بعد ابو لہب کو چھوڑ کر سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب، خواہ مسلم ہوں یا کافر، شعب ابی طالب میں سمٹ آئے۔ ان کا چارہ پانی بند کر دیا گیا اور تاجروں کو ان کے ساتھ لین دین سے منع کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ لوگ سخت مشقت میں پڑ گئے، یہاں تک کہ درختوں کے پتے اور چمڑے کھائے اور فاقوں پر فاقے کئے، حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں کے بھوک سے بلکنے کی آوازیں باہر سے سنی جاتی تھیں۔ ان کے پاس کوئی چیز پہنچ نہیں سکتی تھی۔ اگر پہنچتی بھی تھی تو چھپ چھپا کر، چنانچہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے کبھی ہی کبھی گیسوں بھجوا دیتا تھا۔ یہ لوگ گھائی سے صرف حرام مہینوں (حرمت کے مہینے) میں ہی

① سیرت ابن ہشام ۱/۲۶۹

② زاد المعاد ۲/۳۶، نیز دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۳۸۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۵، ۷۴، ۷۵

باہر نکلتے اور باہر سے آئے ہوئے قافلوں سے کچھ خرید و فروخت کرتے تھے، لیکن اہل مکہ ان کے سلمان کی قیمت اس قدر بڑھا کر لگا دیتے تھے کہ یہ لوگ خرید نہ سکیں۔

ادھر رسول اللہ ﷺ ان ساری سختیوں کے باوجود اللہ کی طرف مسلسل دعوت دے رہے تھے، بالخصوص ایام حج میں جب کہ عرب قبائل ہر چار جانب سے مکہ آتے تھے۔

صحیفہ چاک اور بایکٹ ختم | کوئی تین برس بعد اس ظلم کے خاتمے کا وقت آیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف پانچ ”اشراف قریش“ کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ صحیفہ چاک کر کے بایکٹ ختم کر دیں اور دوسری طرف دیمک بھیج کر اس صحیفہ میں جو کچھ قطع رحمی اور ظلم و ستم تھا اسے چٹ کرا دیا اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام اور ذکر باقی رہا۔

پانچ ”اشراف قریش“ میں سے پہلا ہشام بن عمرو بن حارث تھا جو بنو لؤی سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص زہیر بن ابی امیہ مخزومی کے پاس گیا، جو نبی ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا۔ پھر مطعم بن عدی کے پاس گیا۔ پھر ابو النختری بن ہشام کے پاس گیا۔ پھر زمعہ بن اسود کے پاس گیا اور ان میں سے ہر ایک کو رشتہ و قرابت یاد دلائی۔ ظلم قبول کرنے پر ملامت کی اور صحیفہ چاک کرنے پر ابھارا۔ لہذا یہ سب حجون کے ناکے پر جمع ہوئے اور صحیفہ چاک کرنے کے لئے ایک متفقہ پروگرام طے کیا۔

چنانچہ صبح کو جب قریش کی محفلیں مسجد حرام میں جم گئیں تو زہیر ایک جوڑا زیب تن کئے ہوئے آیا۔ اس نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا:

”مکے والو! کیا ہم کھانا کھائیں، کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم تباہ و برباد ہوں، نہ وہ بچ سکیں، نہ خرید سکیں۔ واللہ! میں بیٹھ نہیں سکتا یہاں تک کہ ظالمانہ اور قرابت شکن صحیفے کو چاک کر دیا جائے۔“

ابو جہل نے کہا ”تم غلط کہتے ہو، واللہ! اسے چاک نہیں کیا جاسکتا۔“

زمعہ نے کہا: ”واللہ! تم زیادہ غلط کہتے ہو۔ یہ جب لکھا گیا تھا تب بھی ہم اس کے لکھنے پر راضی نہ تھے۔“

اس پر ابو الجحتری نے کہا ”زعمہ ٹھیک کہتا ہے۔ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے نہ ہم راضی ہیں نہ اسے ماننے کو تیار ہیں۔“

اب مطعم بن عدی کی باری تھی اس نے کہا ”تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ ہم اس صحیفہ سے اور اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اللہ کے حضور براءت کا اظہار کرتے ہیں۔“

پھر ہشام بن عمرو نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

یہ ماجرا دیکھ کر ابو جہل نے کہا ”یہ بات رات میں طے کی گئی ہے اور اس کا مشورہ کہیں اور کیا گیا ہے۔“

اس دوران ابو طالب بھی مسجد کے ایک گوشے میں موجود تھے۔ وہ یہ بتلانے آئے تھے کہ نبی ﷺ نے انہیں خبر دی ہے کہ اللہ نے ان کے صحیفے پر دیمک مسلط کر دی ہے، جس نے ظلم و جور اور قطع رحمی کی ساری باتیں چٹ کر دی ہیں، صرف اللہ کا ذکر باقی چھوڑا ہے۔ اب اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم تمہارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اگر سچے ہیں تو تم ہمارے بائیکاٹ اور ظلم سے باز آؤ۔ قریش نے کہا: ”آپ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں۔“

ادھر مطعم بن عدی ابو جہل کا جواب دینے کے بعد اٹھا کہ صحیفہ چاک کرے تو کیا دیکھتا ہے کہ واقعی اسے کیڑوں نے کھا لیا ہے۔ صرف ”بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ“ اور جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام تھا وہی باقی بچا ہے، لہذا نبی ﷺ نے جو خبر دی تھی کہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی، جسے مشرکین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، لیکن وہ اپنی گمراہی کے رویے پر برقرار رہے۔ بہر حال بائیکاٹ ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی گھاٹی سے باہر نکل آئے۔^①

قریش کا وفد ابو طالب کے حضور بائیکاٹ کے خاتمے کے بعد صورت حال معمول پر آگئی، لیکن ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ ابو طالب بیمار پڑ گئے اور بیماری دن بہ دن بڑھتی اور سخت ہوتی گئی۔ عمر بھی اسی برس سے

① سیرت ابن ہشام ۱/۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۷، زاد المعاد ۲/۴۶۶ وغیرہ

تجاوز کر چکی تھی۔ قریش نے محسوس کیا کہ وہ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکیں گے، لہذا آپس میں مشورے کئے اور طے کیا کہ ابو طالب کے پاس چلیں، کہ وہ اپنے بھتیجے کو کسی بات کا پابند کر جائیں اور ہم سے بھی اس کے متعلق عہد لے لیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر بوڑھا مر گیا اور ہم نے محمد ﷺ کے ساتھ کچھ کیا تو عرب ہمیں طعنہ دیں گے۔ کہیں گے کہ اسے چھوڑے رکھا، جب اس کا چچا مر گیا تو اس پر چڑھ دوڑے، چنانچہ یہ لوگ اٹھے اور ابو طالب کے پاس پہنچے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے معبودوں (کی مذمت) سے روکیں اور وہ لوگ بھی آپ سے اور آپ کے معبود سے دست کش رہیں گے۔ اس پر ابو طالب نے آپ کو بلایا اور لوگوں نے جو بات کہی تھی اسے آپ پر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

”چچا! میں ان سے صرف ایک بات چاہتا ہوں جس کے وہ قائل ہو جائیں تو عرب ان کے تابع فرمان بن جائیں اور عجم انہیں جزیہ ادا کریں۔ یہ سن کر وہ سٹپٹا گئے، کہنے لگے صرف ایک بات، تیرے باپ کی قسم! ہم ایسی دس باتیں ماننے کو تیار ہیں۔ وہ بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اس پر وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے:

﴿أَجْعَلُ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَنَجِدُكَ إِن هَذَا لَشَيْءٌ مُّجَابٌ﴾ (ص: ۳۸/۵)

”کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا ڈالا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“^①

① سیرت ابن ہشام ۱/۴۱۷، ۲۱۹، ترمذی، حدیث: ۳۲۳۲ (۳۴۱/۵)، مسند ابی یعلیٰ، حدیث: ۲۵۸۳ (۳۵۶/۴)، تفسیر ابن جریر، سورہ: ص، آیت: ۱-۷



غم کا سال

ابو طالب کی وفات | ابو طالب کا مرض بڑھتا گیا، یہاں تک کہ وقت رحلت آ گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہاں ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”چچا جان! ”لا الہ الا اللہ“ کہہ دیجئے۔ بس ایک کلمہ۔ اس کے ذریعہ میں اللہ کے حضور آپ کے لئے حجت پیش کروں گا۔“ ان دونوں نے کہا ”ابو طالب! کیا عبد المطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ اور ان سے برابر باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ آخری بات جو انہوں نے کہی یہ کہی کہ ”عبد المطلب کی ملت پر۔“ (پھر اسی پر ان کا انتقال ہو گیا)

نبی ﷺ نے فرمایا ”جب تک (اللہ کی طرف سے) روکا نہ گیا میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ مَا كَانِ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّنَا لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ (التوبة ۹/۱۱۳)

”نبی اور اہل ایمان کے لئے درست نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کریں، اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جب کہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔“

اور یہ آیت بھی نازل ہوئی۔

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ﴾ (الفصص ۲۸/۵۶)

”ایسا نہیں کہ آپ جسے پسند کریں ہدایت دیدیں۔“ ﴿

ان کی وفات رجب یا رمضان سنہ ۱۰ نبوت میں شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ یا آٹھ ماہ بعد ہوئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے محافظ، بازو اور ایسا قلعہ تھے جہاں مکہ کے بڑوں اور بیوقوفوں کے حملوں سے بچاؤ کے لئے اسلامی دعوت نے پناہ لے رکھی تھی، مگر وہ خود باپ و دادا کی ملت پر قائم رہے، اس لئے پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ اپنے چچا کے کیا کام آسکے؟ کیونکہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے (دوسروں پر) بگڑتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ جنم کی ایک اتھلی (سطھی) جگہ میں ہیں، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جنم کے سب سے گہرے کھڈ میں ہوتے۔“ ﴿۱﴾

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رحمت الہی کے جوار میں | ابو طالب کی وفات پر نبی ﷺ کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ ام المؤمنین

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ ان کی وفات ابو طالب کی وفات کے دو مہینہ یا صرف تین دن بعد رمضان سنہ ۱۰ نبوت میں ہوئی۔ ﴿۲﴾ وہ اسلامی کاز کے لئے رسول اللہ ﷺ کی وزیر صدق تھیں۔ انہوں نے تبلیغ رسالت میں آپ کو قوت پہنچائی، جان و مال سے آپ کی ننگساری کی اور اذیت و غم میں برابر کی شریک رہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انہوں نے میری تصدیق کی۔ جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا، انہوں نے مجھے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی۔“ ﴿۳﴾

ان کے فضائل میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲

﴿۲﴾ تلمیح، ص: ۷ وغیرہ

﴿۳﴾ مسند احمد، ۱۱۸/۶

”یا رسول اللہ! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آرہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا یا پانی ہے، جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو آپ انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری دیں جس میں نہ شور و شغب ہو گا، نہ در ماندگی و تکان۔“^①

نبی ﷺ ہمیشہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے، ان کے لئے دعائے رحمت کرتے، اور جب ان کا ذکر فرماتے تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی۔ بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں میں گوشت بھجواتے۔ ان کے بڑے فضائل و مناقب ہیں۔

غم ہی غم | ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی ﷺ پر مصائب کا طومار بندھ گیا۔ ایک طرف مشرکین کی جسارت بڑھ گئی اور وہ کھل کر اذیت پہنچانے لگے۔ دوسری طرف نبی ﷺ ہر واقعہ سے شدت کے ساتھ متاثر ہونے لگے، چاہے وہ پچھلے واقعات سے چھوٹا اور معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ قریش کے ایک احمق نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی، جسے آپ کی ایک صاحبزادی دھوتے ہوئے روتی جارہی تھیں، تو آپ نے ان سے کہا کہ ”بیٹی! نہ رو۔ اللہ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا۔“ اور اسی دوران آپ یہ بھی فرماتے جارہے تھے کہ:

”قریش نے میرے ساتھ کوئی ایسی بدسلوکی نہ کی جو مجھے ناگوار گزری ہو، یہاں تک کہ ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔“^②

حضرت سودہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی شادی کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد شوال سنہ ۱۰ نبوت میں نبی ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ وہ پہلے اپنے چچیرے بھائی حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ یہ دونوں سابقین اولین میں سے تھے۔ حبشہ کو ہجرت کی تھی، پھر مکہ پلٹ آئے تھے۔ مکہ ہی

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۷۹۲، ۳۸۱۶، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۵۲۲۹، ۶۰۰۳، ۷۳۸۳، ۷۴۹۷

② سیرت ابن ہشام ۲/۱

میں سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ جب ان سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی، تو نبی ﷺ نے شادی کر لی۔ چند سال بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔^①

اس کے ایک سال بعد شوال سنہ ۱۱ نبوت میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ یہ شادی بھی مکہ ہی میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ تین سال بعد مدینہ پہنچ کر شوال سنہ ۱۲ ہجری میں انہیں رخصت کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر نو برس تھی۔^② یہ نبی ﷺ کی سب سے محبوب بیوی اور امت کی سب سے فقیہ عورت تھیں۔ ان کے بڑے فضائل و مناقب ہیں۔

① تلیق، ص: ۷ نیز صحیح بخاری وغیرہ

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۹۴، ۳۸۹۶، ۵۱۳۳، ۵۱۳۴، ۵۱۵۶، ۵۱۵۸، ۵۱۶۰، صحیح مسلم، تلیق، ص: ۱۰



رسول اللہ ﷺ طائف میں

ان حالات میں نبی ﷺ نے طائف کا قصد فرمایا کہ ممکن ہے وہاں کے لوگ آپ کی دعوت قبول کر لیں یا آپ کو پناہ دیں اور آپ کی مدد کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ طائف کے لئے پیدل چل کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ راستے میں جس کسی قبیلے سے گزر ہوتا اسے اسلام کی دعوت دیتے۔ یوں طائف پہنچے اور قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں کا جو آپس میں بھائی تھے، قصد فرمایا۔ انہیں اسلام کی دعوت دی اور تبلیغ اسلام پر اپنی مدد چاہی، مگر انہوں نے اسے منظور نہ کیا، بلکہ بہت برا جواب دیا۔ آپ نے انہیں چھوڑ کر دوسروں کا قصد کیا اور انہیں بھی اسلام لانے اور اپنی مدد کرنے کی دعوت دی۔ اس مقصد کے لئے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفتگو کی اور اس کام میں دس دن گزار دیئے، لیکن کسی نے آپ کی بات نہ مانی، بلکہ یہ کہا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ اور اپنے بچوں، اوباشوں اور غلاموں کو شہر دے دیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا تو انہوں نے آپ کے دونوں جانب لائن لگا کر گالیاں دینی اور بد زبانیاں کرنی شروع کیں۔ پھر پتھر برسانے لگے، جس سے آپ کی ایڑیاں اور پاؤں زخمی ہو گئے۔ جوتے خون سے تر ہو گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو آپ کو بچا رہے تھے ان کے سر پر کئی زخم آئے اور حماقت کا یہ سلسلہ یہاں تک جاری رہا کہ آپ کو عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینی پڑی۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ جب آپ اس باغ میں داخل ہوئے تو بھیڑ واپس چلی گئی۔ نبی ﷺ باغ کے اندر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انگور کی ایک بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ جو کچھ پیش آیا تھا، اس سے دل فگار تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک رقت انگیز دعا فرمائی۔ جو ”دعائے مستضعفین“ کے نام سے مشہور ہے اور وہ یہ ہے:

«اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقَلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِينَ، وَأَنْتَ رَبِّي إِلَى مَنْ تَكِلْنِي؟ إِلَى بَعِيدٍ يَجْهَمُنِي، أَمْ إِلَى عَدُوٍّ مَلَكَتْهُ أُمْرِي؟ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أَبَالِي، وَلَكِنْ عَافَيْتُكَ هِيَ أَوْسَعُ لِي، أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، مِنْ أَنْ يَنْزِلَ بِي غَضَبُكَ، أَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ»

”بارالہا! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے، یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو کوئی پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں اور جس پر دنیا اور آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔“

ادھر آپ کو ربیحہ کے بیٹوں نے اس حالت میں دیکھا تو ان دونوں کو ترس آگیا اور اپنے ایک عیسائی غلام عداس کے ہاتھ اگور کا خوشہ بھیج دیا۔ نبی ﷺ نے ”بسم اللہ“ کہہ کر لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کھایا۔ اس پر عداس نے کہا اس علاقے کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ”تم کس علاقے سے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟“

عداس نے کہا ”نصرانی ہوں۔ اور نینوی کا باشندہ۔“

آپ نے فرمایا ”مرد صالح یونس بن متی کی بستی کے؟“

اس نے کہا ”آپ کو کیا معلوم یونس بن متی کون ہیں؟“

آپ نے فرمایا ”وہ میرے بھائی ہیں“ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں اور قرآن مجید سے اس پر یونس بن متی کا واقعہ تلاوت فرمایا۔ ﴿۱﴾ کہا جاتا ہے کہ اسے سن کر عداس مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ باغ سے نکلے اور مکہ کی راہ پر آگے بڑھے۔ آپ غم والم سے دل ٹکا رہے تھے۔ ”قرن منازل“ پہنچے تو ایک بادل نے سایہ کیا، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پکارا اور عرض کیا کہ ”اللہ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے“ آپ اسے جو حکم چاہیں کریں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے سلام کیا اور کہا ”اے محمد! بات یہی ہے، اب آپ جو چاہیں۔ اگر چاہیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔ یہاں دو پہاڑوں کے لئے ”الْأَخْشَبَيْنِ“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو کہ مکہ کے دو پہاڑ ابو قیس اور اس کے سامنے والے پر بولا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بلکہ امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔“ ﴿۲﴾

یہ مدد آئی تو رسول اللہ ﷺ سے غم والم کے بادل چھٹ گئے۔ آپ نے مکہ کے راستے پر مزید پیش رفت فرمائی تا آنکہ نخلہ میں جافروش ہوئے اور وہیں چند دن قیام فرمایا۔ اس دوران اللہ نے آپ کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی۔ اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس جماعت نے قرآن سنا اور جب قرآن کی تلاوت ختم ہو گئی تو یہ اپنی قوم کے پاس عذاب الہی سے ڈرانے والی بن کر واپس گئی، کیونکہ یہ ایمان لا چکی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق کچھ علم نہ ہوا، یہاں تک کہ اس بارے میں قرآن نازل ہوا۔ چند آیتیں سورہ احقاف کی اور چند آیتیں سورہ جن کی۔ ﴿۳﴾

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام، ۴/۱، ۴۲۱۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۳۱۔ صحیح مسلم، باب مالقی النبی ﷺ من اذى المشركين و المنافقين۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۷۷۳، ۴۹۲۱۔

چند روز بعد رسول اللہ ﷺ نخلہ سے نکل کر مکہ روانہ ہوئے۔ آپ کو اللہ کی طرف سے کشادگی و فراخی کی امید تھی اور قریش کی طرف سے شر اور گرفت کا اندیشہ بھی، اس لئے آپ نے احتیاط پسند کی، چنانچہ مکہ کے قریب پہنچ کر حرا میں ٹھہر گئے اور اخنس بن شریق کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ وہ آپ کو پناہ دے دے، مگر اس نے یہ معذرت کی کہ وہ حلیف ہے اور حلیف پناہ نہیں دے سکتا۔ پھر آپ نے سہیل بن عمرو کے پاس یہی پیغام بھیجا، مگر اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ اس کا تعلق بنو عامر بن لوی سے ہے اور ان کی پناہ بنو کعب بن لوی پر لاگو نہیں ہوتی۔ اب آپ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ مطعم کا دادا نوفل بن عبد مناف، نبی ﷺ کے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کا بھائی تھا اور عبد مناف قبیلہ قریش کی سب سے معزز شاخ تھی۔ چنانچہ مطعم نے جواب میں ہاں کہی اور خود اس نے اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار بند ہو کر رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران مطعم بن عدی اور اس کی اولاد نے مسلح ہو کر رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لئے رکھا اور مطعم نے قریش میں اعلان کیا کہ اس نے محمد (ﷺ) کو پناہ دے رکھی ہے اور قریش نے اس کی اس پناہ کو منظور کیا۔ ﴿۱﴾

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۱/۳۸۱، زاد المعاد ۲/۳۶، ۴۷۔



مشرکین کی طرف سے نشانیوں کی طلب

مشرکین کے تقاضوں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ عاجز کرنے کے لئے عناد کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے نشانیاں طلب کرتے تھے اور مختلف اوقات میں کئی بار انہوں نے یہ مطالبہ کیا۔ چنانچہ ایک بار وہ مسجد حرام میں جمع ہوئے، باہم مشورہ کیا، پھر نبی ﷺ کو بلا بھیجا کہ آپ کی قوم کے اشراف آپ سے بات کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے ہیں۔ چونکہ نبی ﷺ ان کی رشد و ہدایت کے بہت زیادہ خواہشمند تھے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿فَلْعَلَّكَ بَلَجُ نَفْسِكَ عَلَيَّ مَا أَشْرَهُمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ (الكهف ۶/۱۸)

”اگر وہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو شاید آپ ان کی خاطر اپنے آپ کو افسوس کے سبب ہلاک کر ڈالیں گے۔“

چنانچہ آپ ﷺ ان کے اسلام لانے کی امید باندھے جلدی سے تشریف لائے۔ انہوں نے کہا ”آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ پیغمبروں کے پاس نشانیاں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے لٹھی اور صالح علیہ السلام کیلئے اونٹنی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام مردود کو زندہ کرتے تھے۔ تو جس طرح پہلے لوگوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا آپ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں۔“

وہ سمجھتے تھے کہ پیغمبروں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جب چاہیں اس طرح کے خرق عادت معجزات لانے پر اسی طرح قدرت رکھتے ہیں، جس طرح عام لوگ اپنے طبعی اعمال پر قدرت رکھتے ہیں۔^① چنانچہ انہوں نے اس مذکورہ مطالبہ کے ساتھ ہی یہ تجویز بھی پیش کی کہ آپ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں یا پہاڑوں کو کہیں اور بے جائیں اور اس علاقے کو مُسَطَّحِ زمین میں تبدیل کر دیں اور اس میں نہر جاری کر دیں یا ہمارے جو آبِ اجداد گزر چکے ہیں

① جیسا کہ اولیاء کے بارے میں آج بھی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

انہیں زندہ کر دیں تاکہ وہ شہادت دیں کہ آپ رسول ہیں۔

﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۖ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۖ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۖ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْفَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُفْيِكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ﴾ (الاسراء ۹۰-۹۳)

”اور انہوں نے کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دیں، یا آپ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ ہو جس کے درمیان آپ نہریں بہادیں، یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں ہمارے اوپر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں، یا اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) رو برو حاضر کر دیں، یا آپ کے لئے زینت (سونے) کا گھر ہو، یا آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم محض آپ کے چڑھنے کو بھی تسلیم نہیں کریں گے، یہاں تک کہ آپ ہم پر ایک کتاب اتاریں جسے ہم پڑھیں۔“

انہوں نے اس مطالبے کے ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ اگر نبی ﷺ ان کی یہ خواہش پوری کر دیں تو وہ اسلام لانے کے لئے تیار ہیں۔

﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا﴾ (الأنعام ۶/۱۰۹)

”انہوں نے اپنی بھرپور قسموں کے ساتھ اللہ کی یہ قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آگئی تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے۔“

چنانچہ نبی ﷺ نے اللہ سے دعا کی کہ یہ جو طلب کر رہے ہیں اسے دکھلا دے اور امید باندھی کہ یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو یہ اختیار دیا کہ آپ ایک بات چن لیں۔ جو کچھ یہ لوگ طلب کرتے ہیں انہیں دکھلا دیا جائے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے بعد اگر کسی نے کفر کیا تو اسے عذاب دیا جائے گا کہ پوری دنیا والوں میں سے کسی کو اس جیسا عذاب نہیں دیا جائے گا یا پھر ان کے لئے توبہ

ورحمت کا دروازہ کھول دیا جائے (اور ان کی مطلوبہ چیز نہ دکھائی جائے) آپ نے فرمایا ”توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے۔“ ﴿۱﴾

جب نبی ﷺ نے یہ پہلو اختیار کر لیا تو ان کی تجاویز کا جواب نازل ہوا۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّرْسُولًا﴾ ﴿۱۳﴾ (الإسراء ۹۳)

”آپ کہہ دیں میرا رب پاک ہے، میں تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ ایک بشر رسول ہوں۔“

مطلب یہ ہے کہ میں خوارق اور معجزات لانے پر قادر نہیں ہوں، کیونکہ اس کی قدرت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی قدرت میں کوئی اس کا شریک ہو، اور میں تو محض تم جیسا بشر ہوں، لہذا مجھے ان معجزات کے لانے کی قدرت نہیں۔ ہاں تمہارے درمیان مجھے جو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ میں رسول ہوں۔ میرے پاس وحی آتی ہے اور تم لوگ نہ رسول ہو، نہ تمہارے پاس وحی آتی ہے۔ پس جو نشانیاں تم لوگوں نے مجھ سے طلب کی ہیں نہ وہ میرے ہاتھ میں ہیں، نہ میرے اختیار میں، بلکہ ان کا معاملہ اللہ عز و جل کی طرف ہے۔ اگر وہ چاہے تو انہیں تمہارے لئے ظاہر فرما دے اور ان کے ذریعہ تمہارے درمیان میری تائید کر دے اور اگر چاہے تو انہیں مؤخر کر دے اور تم لوگوں کی بہتری و مصلحت بہر حال اسی میں ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اسی مطلب کی سورہ انعام میں بھی تاکید کی۔ فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿۱۱﴾

(الأنعام ۶/۱۰۹)

”آپ کہہ دیں کہ نشانیاں تو بس اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آجائیں

گی تو یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔“

یعنی انبیاء و رسل، خوارق و معجزات برپا نہیں کرتے، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ برپا کرتا ہے، البتہ وہ انبیاء و رسل کی تکمیم و تائید اور ان کی نبوت و رسالت کے اثبات کے لئے ان کے ہاتھ پر معجزات کا اظہار فرماتا ہے۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی کہ یہ لوگ اگرچہ اپنی پوری قوت کے ساتھ قسم کھاتے ہیں کہ اگر انہوں نے نشانی دیکھ لی تو ضرور ایمان لائیں گے، حالانکہ اگر اللہ ان کو ان کی طلب کردہ نشانیاں دکھلا بھی دے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّا زَلَنَّا إِلَىٰ إِلٰهِمُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتُ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا اِلَّا اَن يَشَاءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام/ ۱۱۱)

”اگر ہم ان کے پاس فرشتے اتار دیں اور ان سے مردے باتیں کریں اور ہم ان کے روبرو ہر چیز اکٹھا کر لائیں تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّ فِرْعٰنًا سِٔرَتْ بِهٖ الْجِبَالُ اَوْ قُطِعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ اَوْ كَلِمٌ بِهٖ الْمَوْتُۙ بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًاۙ اَفَلَمْ يٰۤاٰنِیْسَ الَّذِیْنَ ءٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهْدٰی النَّاسَ جَمِیْعًاۙ﴾ (الرعد ۳۱/۱۳)

”اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا کہ جس سے پہاڑ چلائے جاتے یا جس سے زمین کاٹ دی جاتی یا جس کے ذریعہ مردوں سے کلام کیا جاتا (تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے) حقیقت یہ ہے کہ سارے معاملات اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں انہوں نے (ابھی تک) یہ نہیں جانا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دیتا؟“

ان آیات اور ان جیسی دیگر آیات میں اللہ نے اپنی ایک سنت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ: ”کوئی قوم جب کوئی معین نشانی طلب کرے اور وہ نشانی دکھلا دی جائے، پھر بھی ایمان نہ لائے، تو پھر اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے اور مہلت نہیں دی جاتی اور اللہ کی سنت میں تغیر و تبدل نہیں ہے اور اللہ کو معلوم ہے کہ بیشتر قریش نشانی دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے، اس لئے اللہ نے ان کی تجویز کردہ نشانوں میں سے کوئی نشانی نہیں دکھلائی۔“

شق القمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا) جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طلب کردہ مخصوص نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی

پیش نہیں کی، تو انہوں نے سمجھا کہ آپ کو عاجز اور خاموش کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ سے نشانی طلب کی جائے۔ اس سے عوام کو بھی باور کرایا جاسکتا ہے کہ آپ رسول نہیں، بلکہ خن ساز ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور طے کیا کہ آپ سے بلا تعین کوئی بھی نشانی طلب کی جائے، تاکہ لوگوں پر آپ کی بے بسی واضح ہو جائے اور وہ آپ پر ایمان نہ لائیں۔ چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا:

”آخر کوئی بھی نشانی ہے جس سے ہم جان سکیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟“

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ انہیں کوئی بھی نشانی دکھلا دیں۔ چنانچہ اللہ نے یہ نشانی دکھلائی کہ ”چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔“ ایک ٹکڑا جبل ابو قیس کے اوپر اور ایک اس سے نیچے، یہاں تک کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گواہ رہو!“ ﴿۱﴾

قریش نے یہ نشانی کھلم کھلا واضح طور پر طویل دورانیے تک کے لئے دیکھی۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ بھوچکا رہ گئے، لیکن ایمان نہیں لائے۔ کہنے لگے:

”یہ ابو کبشہ کے بیٹے کا جادو ہے۔ ہم پر محمد نے جادو کر دیا ہے۔“

ایک آدمی نے کہا کہ ”اگر اس نے تم پر جادو کر دیا ہے تو سارے لوگوں پر نہیں کر سکتا“ مسافروں کا انتظار کرو۔ ”مسافر آئے، ان سے پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ”ہاں! ہم نے بھی دیکھا ہے۔“ ﴿۲﴾ لیکن قریش اپنے کفر پر مصر رہے اور اپنی خواہشات ہی کی پیروی کی۔

اور غالباً ”شق قمر“ کا یہ واقعہ اس سے بھی بڑے اور اہم واقعے ”اسراء اور معراج“ کی تمہید تھا، کیونکہ یوں کھلی آنکھوں چاند کو پھٹا دیکھ لینے سے ”اسراء و معراج“ کا امکان بھی عام ذہن کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹

www.KITABOSUNNAT.COM

اسراء اور معراج

”اسراء“ سے مراد ہے ”راتوں رات نبی ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانا“ اور ”معراج“ سے مراد ہے ”عالم بالا میں تشریف لے جانا“۔ یہ واقعہ جسم اور روح سمیت پیش آیا تھا۔

”اسراء“ کا ذکر قرآن مجید کے اندر اللہ کے اس ارشاد میں آتا ہے:

﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْأَيْنِنَاءِ إِنَّهُهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١﴾﴾
(الاسراء ۱۷/۱)

”پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی، جس کے گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھلائیں۔ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

”معراج“ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ”سورہ نجم“ کی ساتویں آیت سے لے کر اٹھارہویں آیت تک میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں جو کچھ مذکور ہے وہ ”معراج“ کے ماسوا ہے۔

اسراء اور معراج کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ جس سال آپ کی بعثت ہوئی، اسی سال یہ واقعہ پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ سنہ ۵ نبوت میں۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۷ رجب سنہ ۱۰ نبوت میں۔ ایک قول یہ ہے کہ ۱۷ رمضان سنہ ۱۲ نبوت میں۔ ایک قول یہ ہے کہ محرم اور ایک قول یہ ہے کہ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوت میں۔^①

① اختلاف اس سے بھی زیادہ ہے۔ دیکھئے فتح الباری ۷/۲۳۲، طبع دوم سلفیہ، شرح باب المعراج، نیز زاد المعاد ۲/۳۹

واقعہ کی تفصیل کے متعلق صحیح روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”حضرت جبریل علیہ السلام براق لے کر تشریف لائے۔ یہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ایک جانور ہے جو اپنا کھراپنی نگاہ کے آخری مقام پر رکھتا ہے۔ اس وقت نبی ﷺ مسجد حرام میں تھے۔ آپ اس جانور پر سوار ہو کر حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں بیت المقدس تشریف لائے اور وہاں جس حلقے میں انبیاء اپنی سواریاں باندھتے تھے اسی میں براق کو باندھ دیا۔ پھر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں انبیاء کی امامت فرمائی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تین برتن لائے۔ ایک شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا“ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ”آپ نے فطرت پائی“ آپ کو بھی ہدایت نصیب ہوئی اور آپ کی امت کو بھی۔ اگر آپ نے شراب پسند فرمائی ہوتی تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔“

اس کے بعد آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمان دنیا تک لے جایا گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوا دیا۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ آپ نے وہاں انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا، ”مرحبا کہا“ اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ ان کے دائیں ایک گروہ تھا جب انہیں دیکھتے تو مسکراتے۔ یہ سعادت مندوں کی روحیں تھیں اور ان کے بائیں ایک گروہ تھا جب انہیں دیکھتے تو روتے۔ یہ بد بختوں کی روحیں تھیں۔

پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوا دیا۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ آپ نے اس میں دو خالہ زاد بھائیوں حضرت یحییٰ بن زکریا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ دونوں نے جواب دیا، ”مرحبا کہا اور نبوت کا اقرار کیا۔“

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا وہاں آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا، انہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ آپ نے انہیں بھی سلام کیا، انہوں نے جواب دیا، ”مرحبا کہا“

اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا، 'مرحبا کما اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔
پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا، وہاں ہارون علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، 'مرحبا کما اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، 'مرحبا کما اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر جب آپ وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا "میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک جوان میرے بعد مبعوث کیا گیا۔ اس کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوگی۔"

اس کے بعد ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، 'مرحبا کما، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ وہ اپنی پشت بیت المعمور سے لگائے ہوئے تھے، جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ ان کے پلٹنے کی باری نہیں آتی۔

پھر آپ کو "سدرۃ المنتہی" تک لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے تھے اور پھل بڑے کوندوں یا ٹھلیوں جیسے۔ پھر اس پر سونے کے پتنگے چھا گئے اور اللہ کے حکم میں سے جو کچھ چھانا تھا، چھا گیا۔ اس سے وہ سدرہ (بیری کا درخت) تبدیل ہو کر اتنا خوبصورت ہو گیا کہ اللہ کی کوئی مخلوق اس کا حسن بیان کرنے کی تاب نہیں رکھتی۔

پھر آپ کو "جبارجل جلالہ" کے حضور لے جایا گیا اور آپ اس کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی، جو کچھ وحی فرمائی اور آپ پر اور آپ کی امت پر دن رات میں پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرے تو انہوں نے

پوچھا ”آپ کے رب نے آپ کو کس بات کا حکم دیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”پچاس نمازوں کا۔“ انہوں نے کہا ”آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اس سے تخفیف کا سوال کیجئے۔“ آپ نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں! اگر آپ چاہیں۔ چنانچہ آپ واپس ہوئے، اللہ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر پوچھا۔ آپ نے بتلایا تو انہوں نے پھر تخفیف کے سوال کا مشورہ دیا۔ یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ جل جلالہ کے درمیان آپ کی آمد و رفت جاری رہی، یہاں تک کہ اللہ نے پانچ نمازیں کر دیں۔ اس کے بعد آپ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے پھر واپس جا کر تخفیف کے سوال کا مشورہ دیا اور کہا کہ میں نے اس سے کم پر بنو اسرائیل کو بلایا لیکن وہ اس کی ادائیگی سے قاصر رہے اور اسے چھوڑ دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ”اب مجھے اپنے رب سے شرم آرہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔“ پھر جب آپ مزید کچھ دور تشریف لے گئے، تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ وہ پانچ نمازیں ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے نزدیک بات نہیں بدلی جاتی۔“ ﴿

پھر اسی رات نبی ﷺ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ جب صبح ہوئی اور آپ نے اپنی قوم کو ان بڑی بڑی نشانیوں کی خبر دی۔ جو اللہ عز و جل نے آپ کو دکھائی تھیں، تو قوم کی تکذیب اور اذیت و ضرر رسانی میں شدت آگئی۔ کسی نے تالیاں بجائیں اور کسی نے تعجب و انکار سے ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے آئے اور انہیں خبر دی، انہوں نے کہا ”اگر یہ بات آپ نے کہی ہے، تو سچ کہی ہے۔“ لوگوں نے کہا ”آپ بھی ان کی تصدیق کرتے ہیں؟“

انہوں نے کہا ”میں تو اس سے بھی دور کی بات پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ آسمان سے صبح یا شام جو خبر آتی ہے میں اس میں بھی آپ کو سچا مانتا ہوں۔“ اس پر آپ کا لقب صدیق

پڑ گیا۔ ﴿٦٧﴾

پھر کفار نے اٹھ کر آپ کا امتحان لیا۔ پوچھا کہ آپ بیت المقدس کے اوصاف بیان کریں۔ آپ نے اس سے پہلے بیت المقدس دیکھا نہ تھا اور نہ اس رات اس کی نشانیاں ضبط کی تھیں، لیکن اللہ نے اسے آپ کے لئے روشن کر دیا اور آپ اس کی نشانیاں بتاتے گئے۔ آپ نے ایک ایک دروازہ اور ایک ایک جگہ بتلائی اور وہ آپ کی کوئی تردید نہ کر سکے، بلکہ یہ کہا کہ جہاں تک اوصاف کا تعلق ہے تو آپ نے بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کئے ہیں۔ ﴿٦٨﴾

انہوں نے اپنے ایک قافلے کے متعلق بھی سوال کیا جو ملک شام سے آرہا تھا۔ آپ نے اس قافلے کے اونٹوں کی تعداد، قافلے کے احوال، اس کے پہنچنے کا وقت، اور جو اونٹ آگے آگے آرہا تھا، ان سب کی خبر دی اور جیسے آپ نے بتلایا تھا ویسا ہی ہوا۔ ﴿٦٩﴾ لیکن ان ظالموں نے کفر ہی پر اصرار کیا۔

”اسراء“ کی صبح حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کو پانچوں نمازوں کی کیفیت اور ان کے اوقات سکھلائے۔ اس سے پہلے نماز صرف دو رکعت صبح اور دو رکعت شام میں تھی۔

﴿٦٧﴾ سیرت ابن ہشام ۱/۳۹۹

﴿٦٨﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۸۶، ۴۷۱۰

﴿٦٩﴾ سیرت ابن ہشام ۱/۴۰۲



قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت

جب سے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھلم کھلا دعوت و تبلیغ کا حکم دیا تھا، آپ کا طریقہ یہ تھا کہ حج کے موسم اور عرب کے بازاروں کے ایام میں آپ قبائل کے خیموں اور ٹھکانوں پر تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

جاہلیت میں عرب کے مشہور اور مکہ سے قریب ترین بازار تین تھے۔ عُکَاز، مَجَنَہ اور ذوالحِجَاز۔ عُکَاز، نَخْلہ اور طائف کے درمیان ایک بستی تھی جہاں پہلی ذی القعدہ سے بیس ذی القعدہ تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ مَجَنَہ منتقل ہو جاتے تھے اور وہاں ذی القعدہ کے خاتمے تک بازار لگاتے تھے۔ مَجَنَہ، مکہ سے نیچے وادی مَرَّالظہران میں ایک مقام کا نام ہے۔ ذوالحِجَاز، جبل عرفہ یعنی جبل رحمت کے پیچھے ہے۔ وہاں پہلی ذی الحج سے آٹھ ذی الحج تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ مناسک حج کی ادائیگی کے لئے فارغ ہو جاتے تھے۔

جن قبائل کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور اس مقصد کے لئے اپنے آپ کو ان پر پیش کیا کہ وہ آپ کو پناہ دیں اور آپ کی مدد کریں وہ یہ ہیں:

بنو عامر بن صعصعہ، بنو محارب بن خصفہ، بنو فزارہ، غسان اور مرہ، بنو حنیفہ، بنو سلیم، بنو

عبس، بنو نصر، بنو البکاء، کنندہ اور کلب، بنو الحارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ

ان میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت اور پیش کش قبول نہ کی،^① لیکن ان کے جوابات اور انداز مختلف تھے۔ کسی نے بہترین جواب دیا۔ کسی نے آپ کے بعد اپنے لئے سرداری کی شرط لگائی۔ کسی نے کہا:

”آپ کا خاندان اور قبیلہ آپ کو بہتر جانتا ہے کہ اس نے آپ کی پیروی نہیں کی۔“

کسی نے برا جواب دیا۔ اور ان میں سے سب سے برا جواب مسیلہ کذاب کے گروہ

① طبقات ابن سعد، ۲/۱۶۱۔

بنو حنیفہ کا تھا۔^①

ایمان کی شعاعیں مکہ سے باہر جس زمانے میں اسلامی دعوت مکہ کے اندر مشکل ترین مرحلے سے گزر رہی تھی، اللہ نے مقدر کر رکھا تھا کہ اسی زمانے میں مکہ سے باہر کچھ لوگ ایمان لائیں۔ یوں ان کی حیثیت امید کی چنگاری کی تھی، جو مایوسی کی تاریکیوں میں چمکی۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

① سوید بن صامت رضی اللہ عنہ: یہ شاعر تھے، گہری سوچ بوجھ کے حامل اور یثرب کے باشندے۔ ان کے شرف و شعر گوئی کی وجہ سے انہیں کامل کہا جاتا تھا۔ یہ حج یا عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے آپ پر حکمت لقمان پیش کی۔ آپ نے ان پر قرآن پیش کیا، اور وہ مسلمان ہو گئے۔ کہنے لگے یہ بہترین قول ہے۔ پھر وہ بُعث کی جنگ سے پہلے اوس و خزرج کے درمیان ایک لڑائی میں قتل ہو گئے۔^②

② ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ: یہ یثرب کے باشندے تھے، نوخیز نوجوان۔ سنہ ۱۱ نبوت کے اوائل میں اوس کے ایک وفد کے ہمراہ مکہ تشریف لائے، جو قریش سے خزرج کے خلاف حلف و تعاون چاہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ایاس نے کہا:

”یہ واللہ! اس سے بہتر ہے، جس کے لئے آپ لوگ تشریف لائے ہیں۔“

اس پر وفد کے ایک رکن ابوالجیسر نے بطحاء کی کنکریاں اٹھا کر ایاس کے منہ پر دے ماریں اور کہا:

”یہ بات چھوڑو! یہاں ہم دوسرے مقصد سے آئے ہیں۔“

چنانچہ وہ خاموش ہو رہے اور یثرب واپس آکر جلد ہی وفات پا گئے۔ وفات کے وقت وہ تھلیل و تکبیر اور حمد و تسبیح کر رہے تھے، اس لئے ان کی قوم کو کوئی شبہ نہیں

① سیرت ابن ہشام ۱/۲۲۳، ۲۲۵۔

② سیرت ابن ہشام ۱/۲۲۵، ۲۲۷، الاستیعاب ۲/۶۷۷، اسد الغابہ ۲/۳۳۷۔

کہ ان کی وفات اسلام پر ہوئی۔^①

③ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ: انہیں نبی ﷺ کی بعثت کی اطلاع سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ انہوں نے پتہ لگانے کے لئے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا۔ وہ گئے اور واپس آئے، لیکن تسلی نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ خود نکلے اور مکہ پہنچ کر مسجد حرام میں جا اترے۔ پھر تقریباً ایک مہینہ مسجد حرام ہی میں رہے اور زمزم کا پانی پیتے رہے، جو کھانا اور پانی دونوں کا کام دیتا تھا، لیکن جان کے ڈر سے نبی ﷺ کے متعلق کسی سے پوچھتے نہ تھے۔ بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنے پیچھے پیچھے لے کر گئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملوایا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان پر اسلام پیش کریں۔ آپ نے اسلام پیش کیا اور وہ وہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے مسجد حرام میں آکر اعلان کیا:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

ادھر یہ سننا تھا کہ قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ مرجائیں، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بچالیا۔ دوسرے دن آکر پھر یہی اعلان کیا اور قریش نے پھر اتنا مارا کہ مرجائیں۔ اور کل کی طرح آج بھی عباس رضی اللہ عنہ نے آکر ان کو بچالیا۔^②

اس کے بعد حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنی قوم بنو غفار میں واپس آگئے اور جب نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی تو وہ بھی مدینہ ہجرت کر آئے۔

④ طفیل بن عمرو دؤسی رضی اللہ عنہ: یہ شاعر تھے، گہری سوجھ بوجھ کے مالک اور یمن کے قریب واقع قبیلہ دوس کے سردار۔ سنہ ۱۱ نبوت میں مکہ تشریف لائے، تو اہل مکہ نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور نبی ﷺ سے اس قدر ڈرایا کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کان میں روٹی ٹھونس لی کہ کہیں آپ کی کوئی بات سنائی نہ پڑ جائے، مگر ہوا یہ کہ اس وقت نبی ﷺ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کی آواز

① سیرت ابن ہشام، ۱/۲۲۸، ۲۲۸-۲۲۷/۵-۲۲۷۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۵۲۲، ۳۸۶۱۔

ان کے کان میں پڑ ہی گئی۔ انہوں نے جو کچھ سنا بہت اچھا محسوس کیا، چنانچہ جی ہی جی میں کہا ”میں سوچہ بوجھ رکھنے والا شاعر ہوں۔ مجھ سے بھلا، برا چھپا نہیں رہ سکتا۔ پھر کیوں نہ میں اس شخص کی بات سنوں، اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا، بری ہوئی تو نہ مانوں گا۔“

چنانچہ جب نبی ﷺ گھر تشریف لائے تو وہ بھی آپ کے پیچھے ہوئے اور گھر کے اندر آکر آپ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان پر اپنا دین پیش کریں۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت کی۔ طفیل بن عمرو دوسری نے اسلام قبول کر لیا، حق کی شہادت دی اور عرض کیا کہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے اور میں ان کے پاس پلٹ کر جا رہا ہوں اور انہیں اسلام کی دعوت دوں گا، لہذا آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے کوئی نشانی دے دے، آپ نے دعا فرمائی۔ چنانچہ جب وہ اپنی قوم کے قریب پہنچے، تو ان کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہو گیا، تب انہوں نے اللہ سے دعا کی، اسے چہرے کے بجائے کہیں اور منتقل کر دے۔ چنانچہ یہ روشنی ان کے کوڑے میں پلٹ آئی۔ پھر جب وہ اپنی قوم میں پہنچے تو انہیں اسلام کی دعوت دی، والد اور بیوی نے تو اسلام قبول کر لیا، مگر قوم نے تاخیر کی، لیکن جب انہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ ہجرت کی تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستریا اسی گھرانے تھے۔^①

⑤ ضحاو از دی رحمہ اللہ: یہ یمن کے باشندے اور ازد شنوہ کے ایک فرد تھے۔ جھاڑ پھونک کے ذریعہ پاگل پن دور کرنا اور جن و شیاطین بھگانا ان کا کام تھا۔ مکہ آئے تو وہاں کے احمقوں سے سنا کہ محمد ﷺ پاگل ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کا علاج کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَنُسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ - أَمَّا بَعْدُ»

”ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد

چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد!۔“

ضداد نے یہ کلمات سنے تو اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں تین بار دہرانے کی آپ ﷺ سے فرمائش کی۔ پھر کہا ”میں کانہوں‘ جادوگروں اور شاعروں کی بات سن چکا ہوں‘ لیکن میں نے آپ جیسے کلمات کہیں نہیں سنے۔ یہ تو سمندر کی اتھاہ گہرائی کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لائیے ہاتھ بڑھائیے! آپ سے اسلام پر بیعت کروں اور انہوں نے بیعت کر لی۔“^①

بیرون مکہ جن ابتدائی سعادت مندوں نے اسلام قبول کیا ان میں سے مدینہ میں اسلام

اوپر بیان کئے گئے پانچ افراد کے بعد چھٹے کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج سے ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

✽ اسعد بن زرارہ۔

✽ عوف بن حارث بن رفاعہ (عوف بن عفراء)

✽ رافع بن مالک بن عجلان۔

✽ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔

✽ عقبہ بن عامر بن نابی۔

✽ جابر بن عبد اللہ بن رآب۔

یہ لوگ سنہ ۱۱ نبوت میں حج کے لئے آنے والوں کے ہمراہ آئے تھے۔ ادھر اہل یثرب جب کبھی یہود کو جنگ وغیرہ میں زک پہنچاتے تو ان سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی اس وقت بھیجا جانے والا ہے۔ اس کی بعثت کا زمانہ آن لگا ہے۔ ہم اس کی معیت میں تمہیں عادی وارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔^② چنانچہ یہ لوگ منیٰ کی گھاٹی میں رات کے وقت باتیں کر

① صحیح مسلم، الجمعہ، حدیث: ۴۶ (۸۶۸)

② سیرت ابن ہشام ۱/۲۲۹، ۵۳۱، زاد المعاد ۲/۵۰۔

رہے تھے کہ وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے آواز سنی تو ان کا رخ کیا اور ان کے پاس پہنچ کر فرمایا:

آپ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے کہا ”خزرج کا ایک گروہ ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ”یعنی یہود کے حلیف؟“ بولے ”ہاں۔“ فرمایا ”پھر کیوں نہ آپ حضرات بیٹھیں کچھ بات چیت کی جائے۔“

انہوں نے کہا ”کیوں نہیں!“ چنانچہ وہ آپ کے ہمراہ بیٹھ گئے۔ آپ نے ان پر اسلام کی حقیقت واضح کی۔ قرآن کی تلاوت کی اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی۔ اس پر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:

”دیکھو! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کے حوالے سے یہود تمہیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں، لہذا وہ تم پر سبقت نہ کرنے پائیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ ہم اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ کسی اور قوم میں ان جیسی عداوت اور دشمنی نہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ پر ان کو اکٹھا کر دے تو آپ سے بڑھ کر کوئی اور معزز نہ ہوگا۔ اور انہوں نے وعدہ کیا کہ اس دین کی دعوت دیں گے اور آئندہ حج میں آپ سے پھر ملاقات کریں گے۔^①

پہلی بیعت عقبہ | وعدے کے مطابق اگلے سال سنہ ۱۲ نبوت کے موسم حج میں بارہ آدمی حاضر ہوئے۔ دس خزرج سے اور دو اوس سے۔ خزرج کے دس آدمیوں میں سے جابر بن عبد اللہ بن راب کو چھوڑ کر باقی پانچ تو وہی تھے جو پچھلے سال آچکے تھے اور نئے پانچ یہ تھے:

① معاذ بن حارث (معاذ بن عفراء)

② ذکوان بن عبد القیس۔

③ عبادہ بن صامت۔

④ یزید بن ثعلبہ۔

✽ عباس بن عبادہ بن نضلہ۔

اور قبیلہ اوس کے دو آدمی یہ تھے

✽ ابو الہیثم بن الیثم۔

✽ عویم بن ساعدہ۔^①

یہ لوگ منیٰ کی گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمع ہوئے۔ آپ نے انہیں اسلام سکھایا اور فرمایا کہ ”اؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھر کر کوئی بہتان نہ لاؤ گے اور کسی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ اب جس شخص نے یہ ساری باتیں پوری کیں تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھا، پھر اس دنیا ہی میں اسے اس کی سزا دے دی گئی تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھا، پھر اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا، تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس پر ان لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔“^②

یثرب میں اسلام کی دعوت | اس کے بعد جب یہ لوگ واپس ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما دیا

تاکہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور دین سکھائیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ پھر وہ دونوں اسلام کی تبلیغ کے لئے سرگرم ہو گئے۔ ایک روز دونوں ایک باغ میں تھے کہ اوس کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے چچیرے بھائی اسید بن حفیر سے کہا ”ذرا جاؤ اور ان دونوں کو جو ہمارے کمزوروں کو بیوقوف

① سیرت ابن ہشام ۱/۲۳۱، ۲۳۳۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۱۸، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۳۸۹۴، ۶۸۰۱، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳،

بنائے آئے ہیں ڈانٹ دو۔ اسید نے اپنا نیزہ لیا اور ان دونوں کے پاس آئے۔ انہیں اسعد نے دیکھا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا:

”یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آرہا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ سے سچائی اختیار کرو۔“

حضرت اسید آئے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر بولے:

”تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناتے ہو، اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو تم ہم سے الگ ہی رہو۔“

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیوں نہ آپ بیٹھیں اور سنیں۔ اگر ہماری بات پسند آئے تو مان لیں، ناگوار گزرے تو جو بات بھی آپ کو ناپسند ہو ہم اس سے رک جائیں گے۔“ انہوں نے کہا ”تم نے انصاف کی بات کہی۔“

اور اپنا حربہ (نیز) گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بات کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کو پسند کیا اور اسے قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی۔

پھر حضرت اسید رضی اللہ عنہ واپس ہوئے اور حضرت سعد بن معاذ کو ان کے پاس بھیجنے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا۔ کہا کہ ”میں نے دونوں سے گفتگو کی تو واللہ! مجھے تو کوئی حرج نہیں نظر آیا۔ ویسے میں نے انہیں منع کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے، البتہ مجھے بتایا گیا ہے کہ بنو حارثہ کے لوگ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہیں، کیونکہ وہ آپ کی خالہ کا لڑکا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کا عہد توڑ دیں۔“

اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھڑک اٹھے اور بگڑے ہوئے ان دونوں کے پاس پہنچے۔ ان کے ساتھ بھی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے وہی کیا جو حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا اور اللہ نے انہیں بھی اسلام کی ہدایت دے دی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور حق کی شہادت دی، پھر قوم میں واپس گئے اور کہا:

”اے بنو عبد الاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا آپ

ہمارے سردار ہیں اور سب سے اچھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ”اچھا تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات چیت حرام ہے، جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ۔“

نتیجہ یہ ہوا کہ شام تک کوئی بھی مرد عورت ایسا نہ تھا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ صرف ایک آدمی اُصیرم تھا جس کا اسلام جنگ احد تک مؤخر ہوا۔ احد کے دن یہ اسلام لایا اور اس سے پہلے کہ اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی کرے، اللہ کی راہ میں کام آگیا۔

پھر اگلے موسم حج سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اس طرح کی کامیابی کی بشارتیں لئے ہوئے مکہ واپس تشریف لائے۔^①

① سیرت ابن ہشام، ۱/۳۳۵، ۳۳۸، ۲/۹۰۔ زاد المعاد، ۲/۵۱۔



دوسری بیعت عقبہ

موسم حج سنہ ۱۳ انبوت میں یثرب کے بہت سے مسلمان اور مشرکین حج کے لئے آئے۔ مسلمانوں نے طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوف و ہراس کے عالم میں نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے درپردہ رابطہ کیا اور ایام تشریق کے درمیانے روز، رات کے وقت جمرہ عقبہ کے پاس گھاٹی میں اجتماع منعقد کرنے پر اتفاق کیا۔

پھر مقررہ دن یہ لوگ اپنی قوم کے ساتھ اپنے ڈیروں میں سو گئے اور جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر چکا تو چپکے چپکے ایک ایک دو دو آدمی نکل نکل کر عقبہ کے پاس جمع ہوئے۔ یہ کل تتر آدمی تھے، ہاسٹہ خزرج کے اور گیارہ اوس کے۔ ان کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں:

نسبہ بنت کعب بنو نجار سے اور اسماء بنت عمرو بنو سلمہ سے۔

پھر نبی ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب بھی تھے وہ ابھی تک اپنی قوم کے دین پر تھے، لیکن چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے معاملے میں موجود رہیں اور ان کے لئے ٹھوس اطمینان حاصل کر لیں۔ سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہی بات کی۔ انہوں نے کہا:

”رسول اللہ ﷺ اپنی قوم اور اپنے شہر میں عزت و حفاظت کے ساتھ ہیں، لہذا اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم انہیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہو، اسے نبھاؤ گے اور انہیں ان کے مخالفین سے بچالو گے تو تم نے جو ذمہ داری اٹھائی ہے اسے تم جانو، ورنہ ابھی سے انہیں چھوڑ دو۔“

اس کے جواب میں اہل یثرب کے ترجمان حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہم صدق و وفا کا اور رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی روحیں نچھاور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہذا اے اللہ کے رسول! آپ بات کیجئے اور اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو عہد و پیمان پسند ہو لیجئے۔“ ①

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے گفتگو فرمائی۔ آپ نے قرآن کی تلاوت کی، اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی رغبت دلائی اور اپنے رب کے لئے عہد لیا کہ:

”تمنا اسی کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے۔“

اہل یشرب نے کہا ہم کس چیز پر آپ سے بیعت کریں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔

② تنگی اور خوش حالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

③ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

④ اللہ کے راستے میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اس کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت تمہیں نہ روکے گی۔

⑤ اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرو گے..... اور تمہارے لئے جنت ہے۔ ⑥

⑦ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ (ہم نے اس بات پر بھی بیعت کی کہ حکومت کے بارے میں اہل حکومت سے نزاع نہ کریں گے۔ ⑧)

اس پر حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا

”ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم یقیناً اس چیز سے

① سیرت ابن ہشام، ۴۴۰/۱، ۴۴۲۔

② مسند احمد، ۳/۳۲۲۔ السنن الکبریٰ بیہقی، ۹/۹، اور اسے حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

③ سیرت ابن ہشام، ۴۵۴/۱۔

آپ کی حفاظت کریں گے، جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، لہذا آپ ہم سے بیعت لیجئے۔ ہم اللہ کی قسم! فرزدان ضرب و حرب ہیں اور ہتھیار ہمارا کھلونا ہے۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔ اتنے میں ابو الہشیم بن تیمان نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

”اے اللہ کے رسول! ہمارے اور کچھ لوگوں کے درمیان عہد و پیمان کی رسیاں ہیں اور اب ہم انہیں کاٹنے والے ہیں۔ تو کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ایسا کر ڈالیں، پھر اللہ آپ کو غلبہ عطا کر دے، تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس پلٹ آئیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، اور کہا:

”نہیں، بلکہ خون خون ہے اور بربادی بربادی ہے۔ میں آپ لوگوں سے ہوں اور آپ لوگ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے میں جنگ کروں گا اور جس سے آپ صلح کریں گے میں صلح کروں گا۔“

ٹھیک اس فیصلہ کن لمحے میں حضرت عباس بن عبادہ بن نضله رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہوں نے کہا:

”آپ لوگ جانتے ہیں کہ ان سے کس بات پر بیعت کر رہے ہیں؟ ان سے سرخ و سیاہ (یعنی سارے انسانوں) سے جنگ پر بیعت کر رہے ہیں، اس لئے اگر آپ کو اندازہ ہے کہ جب آپ کے اموال کا صفایا کر دیا جائے گا اور آپ کے اشراف قتل کر دیئے جائیں گے تو آپ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے، تو پھر ابھی سے چھوڑ دیجئے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔ اور اگر آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے باوجود عہد نبھائیں گے، تو پھر انہیں لے لیجئے، کیونکہ یہ واللہ! دنیا اور آخرت کی بھلائی ہیں۔“

لوگوں نے کہا ”ہم انہیں مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے خطرے کے ساتھ لیتے ہیں۔ اللہ کے رسول! بتلائیے اس کے بدلے ہمارے لئے کیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”جنت۔“

لوگوں نے کہا: اپنا ہاتھ پھیلائیں۔

آپ نے ہاتھ پھیلایا اور لوگ بیعت کے لئے لپکے، ﴿مگر عین اسی وقت آپ کا ہاتھ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور کہا:

”اہل یثرب! ذرا ٹھہرو، ہم آپ کی خدمت میں اونٹوں کے کلیجے مار کر (مبا سفر کر کے) اس یقین کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آج آپ کو یہاں سے لے جانے کے معنی ہیں ”سارے عرب سے دشمنی“ اپنے چیدہ سرداروں کا قتل اور تلواروں کی مار۔“ اب اگر آپ لوگ یہ سب برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں لے لیں اور آپ کا اجر اللہ پر ہے اور اگر آپ لوگ اپنے متعلق کوئی اندیشہ رکھتے ہیں تو انہیں ابھی سے چھوڑ دیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابلِ عذر ہو گا۔“

لوگوں نے کہا:

”اسعد! اپنا ہاتھ ہٹائیے! واللہ! ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں، نہ توڑ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی نے اٹھ کر بیعت کی ﴿اور رائج ترین قول کے مطابق سب سے پہلے بیعت کرنے والے خود حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو الہیثم بن تیمان رضی اللہ عنہ تھے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے۔ ﴿دونوں عورتوں کی بیعت صرف زبان سے ہوئی، ان سے مصافحہ نہیں فرمایا۔ ﴿

بارہ نقیب | بیعت مکمل ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے طلب کیا کہ وہ اپنے آپ میں سے بارہ نقیب پیش کریں، جو اپنی قوم کے نگران اور ان کے معاملات کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس پر نو آدمی خزرج سے اور تین آدمی اوس سے منتخب کئے گئے۔ خزرج کے نقباء کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام، ۴/۳۳۲، ۳۳۶۔

﴿۲﴾ مسند احمد، ۳/۳۲۲، السنن الکبریٰ بیہقی، ۹/۹۔

﴿۳﴾ سیرت ابن ہشام، ۴/۳۳۷۔

﴿۴﴾ صحیح مسلم، باب کیفیۃ بیعة النساء

- ① سعد بن عبادہ بن دلیم رضی اللہ عنہ
 ② اسعد بن زرارہ بن عدس رضی اللہ عنہ
 ③ سعد بن ربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ
 ④ عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
 ⑤ رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ
 ⑥ براء بن معرور بن صخر رضی اللہ عنہ
 ⑦ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
 ⑧ عبادہ بن صامت بن قیس رضی اللہ عنہ
 ⑨ منذر بن عمرو بن خنیس رضی اللہ عنہ

اوس کے لقباء کے نام یہ ہیں:

- ⑩ اسید بن حفیر بن سماک رضی اللہ عنہ
 ⑪ سعد بن خیشمہ بن حارث رضی اللہ عنہ
 ⑫ رفاعہ بن عبد المنذر بن زبیر رضی اللہ عنہ اور کہا جاتا ہے کہ ابو الہیثم بن تیان رضی اللہ عنہ

جب ان کا انتخاب ہو چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”آپ لوگ اپنی قوم کے جملہ معاملات کے کفیل ہیں، جس طرح حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کفیل ہوئے تھے اور میں اپنی قوم (مسلمانوں) کا کفیل ہوں۔“
 ان سب نے کہا ”جی ہاں۔“

یہ ہے دوسری بیعت عقبہ، یہ نبی ﷺ کی اب تک کی زندگی میں سب سے عظیم اور اہم بیعت تھی۔ اس کی وجہ سے واقعات کا رخ بدل گیا اور تاریخ کی لائن تبدیل ہو گئی۔
 جب بیعت پوری ہو چکی اور لوگ بکھرنے ہی والے تھے، تو ایک شیطان کو اس کا پتہ چل گیا۔ اس نے نہایت بلند آواز سے جو شاید ہی کبھی سنی گئی ہو، پکار لگائی کہ خیمے والو! کیا محمد سے نمٹو گے؟ اس وقت بے دین اس کے ساتھ ہیں اور وہ تم سے لڑنے کے لئے جمع ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”او اللہ کے دشمن! میں تیرے لئے جلد ہی فارغ ہو رہا ہوں۔“ اور لوگوں سے فرمایا کہ
 ”اپنے اپنے ڈیروں پر چلے جائیں۔“

چنانچہ یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس جا کر سو گئے اور وہیں صبح کی۔
 ادھر صبح ہوئی تو قریش نے اس پر احتجاج کے لئے اہل یثرب کے خیموں کا رخ کیا مگر

مشرکین یثرب نے کہا کہ یہ باطل خبر ہے۔ ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہیں ہے، جب کہ مسلمانوں نے چپ سادھے رکھی۔ چنانچہ قریش نے مشرکین کی بات سچ سمجھی اور نامراد واپس چلے گئے۔

لیکن بعد میں قریش کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ خبر صحیح ہے۔ چنانچہ ان کے سواروں نے تیز رفتاری سے اہل یثرب کا پیچھا کیا اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو ”اذاخر“ کے پاس جالیا، لیکن منذر بن عمرو نے انہیں بے بس کر دیا اور نکل بھاگے البتہ سعد پکڑے گئے اور انہیں باندھ کر مارتے اور بال گھسیٹتے ہوئے مکہ لے جایا گیا، لیکن وہاں مطعم بن عدی اور حارث بن حرب نے انہیں چھڑا دیا، کیونکہ وہ ان دونوں کے قافلوں کو مدینہ میں پناہ دیا کرتے تھے۔ ادھر انصار نے ارادہ کیا کہ مکہ پر دھاوا بول دیں، مگر اتنے میں حضرت سعد آتے دکھائی دیئے، لہذا تمام لوگ بخیریت مدینہ روانہ ہو گئے۔^①

① سیرت ابن ہشام، ۱/۴۴۷، ۲۵۰-۲۵۱، زاد المعاد، ۲/۵۱، ۵۲۔



مسلمانوں کی ہجرت

عقبہ کی اس دوسری بیعت کے بعد عام مسلمانوں نے مدینہ کے لئے ہجرت شروع کر دی، جب کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے پہلے ہی ہجرت کر چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی مسلمانوں کا ”دارالہجرت“ دکھلایا جا چکا تھا اور آپ ﷺ ان کو اس کی خبر بھی دے چکے تھے۔ آپ نے فرمایا:

”میں نے دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں، میرا خیال ہے کہ یمامہ یا ہجر ہے، لیکن وہ مدینہ (یثرب) تھا۔“ ﴿۱﴾ ایک اور روایت میں ہے کہ ”مجھے تمہارا دارالہجرت دکھلایا گیا، دو خرؤں (لاوے کی چٹانوں) کے درمیان ایک نشیبی زمین۔ اب وہ یا تو ہجر ہے یا یثرب۔“ ﴿۲﴾

سب سے پہلے مہاجر، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ بیوی بچے کے ساتھ نکلے، لیکن بیوی کو اس کی قوم نے روک لیا اور بچے کو ابو سلمہ کے گھر والوں نے ماں سے چھین لیا اور ابو سلمہ تنہا مدینہ جا سکے۔ یہ بیعت عقبہ سے کوئی ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پھر کوئی سال بھر بعد ان لوگوں نے بیوی کو چھوڑ دیا اور وہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے آلیں۔ ﴿۳﴾ ابو سلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ، ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ اور عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ پھر بیعت عقبہ مکمل ہوئی تو مسلمانوں نے پے درپے ہجرت کی۔ یہ لوگ قریش کے ڈر سے چپکے چپکے نکلتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ وہ قریش کو چیلنج دیتے ہوئے ہانگ دہل نکلے، لیکن کسی کو ان کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ بیس صحابہ کے ساتھ مدینہ تشریف لائے۔ ﴿۴﴾

﴿۱﴾ صحیح بخاری، ترجمہ، باب ہجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینة

غرض سارے مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی، عام مہاجرین حبشہ بھی مدینہ آ گئے۔ مکہ میں صرف ابو بکر، علی، صہیب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے یا پھر وہ کمزور مسلمان جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا قصد کیا، مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”ذرا رکے رہو توقع ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ کو اس کی توقع ہے؟ آپ نے فرمایا ”ہاں۔“ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رک گئے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کریں۔ ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ انہیں سفر ہجرت کے لئے بھول کے پتے کھلا کھلا کر خوب تیار کیا۔^①

① صحیح بخاری، از حدیث: ۲۲۹۷، ۳۹۰۵۔

② سیرت ابن ہشام، ۱/۳۶۸، ۴۷۰۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۲۵۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۹۷، ۳۹۰۵، ۵۸۰۷۔



قریش ”دار الندوہ“ میں

قریش پر یہ دیکھ کر جنون طاری ہو گیا کہ مسلمانوں نے حفظ و امان کی ایک جگہ پالی ہے۔ انہیں مسلمانوں کی ہجرت اور مدینہ میں اجتماع سے اپنے دین، اپنی تجارت اور اپنے وجود کے لئے بھی خطرہ محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ جمعرات ۲۶ صفر سنہ ۱۲ نبوت کی صبح کسی ایسی تجویز پر غور و خوض کے لئے ”دار الندوہ“ میں اکٹھا ہوئے، جو اس خطرے سے نجات کی ضامن ہو۔ بالخصوص ابھی صاحب دعوت محمد رسول اللہ ﷺ مکے ہی میں تھے اور صبح شام میں ان کے بھی نکل جانے کا اندیشہ تھا۔ اس اجتماع میں سردارانِ قریش کے تقریباً تمام نمایاں چہرے موجود تھے۔ ابلیس بھی نجد کے ایک ”شیخ جلیل“ کی صورت میں اجازت لے کر شریک ہوا۔ اہل اجتماع پر اصل ”قضیہ“ پیش کیا گیا تو:

❁ ابو الاسود نے کہا ”ہم اسے اپنی زمین سے نکال دیں اور اپنا معاملہ درست کر لیں، پھر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ وہ کہاں گیا۔“

❁ شیخ نجدی نے کہا ”تم دیکھتے نہیں اس کی بات کتنی عمدہ اور اس کے بول کتنے میٹھے ہیں۔ اور وہ کس طرح لوگوں کا دل جیت لیتا ہے، لہذا جب وہ یہاں سے نکلے گا تو کچھ تعجب نہیں کہ وہ عرب کے کسی قبیلے کے ہاں ٹھہرے اور لوگ اس کے گرد اکٹھا ہو جائیں۔ پھر وہ ان کی مدد سے تمہارے علاقے ہی میں تم پر چڑھ آئے۔ اور تمہارے ساتھ جیسا سلوک چاہے کرے۔ کوئی اور تجویز سوچو۔“

❁ اس پر ابو النختری نے کہا ”اسے قید کر دو اور باہر سے دروازہ بند کر دو، یہاں تک کہ اس کا بھی وہی انجام ہو جو اس سے پہلے موت کی شکل میں دوسرے شعراء کا ہو چکا ہے۔“

❁ شیخ نجدی نے کہا ”واللہ! اگر تم لوگوں نے اسے قید کر دیا تو یہ بات اس کے ساتھیوں

تک ضرور پہنچ جائیگی اور وہ اسے اپنے باپ اور بیٹوں سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں، لہذا کچھ بعید نہیں کہ وہ دھاوا بول کر اس کو تمہارے قبضے سے نکال لے جائیں۔ پھر اس کی مدد سے اپنی تعداد بڑھا کر تمہیں مغلوب کر لیں، لہذا کوئی اور تجویز سوچو۔“

✽ اب ”طاغوت اکبر“ ابو جہل نے کہا ”اس کے بارے میں میری ایک رائے ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب تک تم لوگ اس پر نہیں پہنچے۔ وہ رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلے سے ایک مضبوط، صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کریں۔ پھر ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں۔ اس کے بعد سب کے سب اس شخص کا رخ کریں اور اسے اس طرح یک بارگی تلوار مار کر قتل کر دیں، جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو۔ اس طرح اس کا خون سارے قبائل میں بکھر جائے گا اور عبد مناف سارے قریش سے جنگ نہ کر سکیں گے، اس لئے دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور وہ ہم انہیں دے دیں گے۔

✽ شیخ نجدی نے کہا ”بات یہ رہی، جو اس جوان نے کہی۔ رائے ہے تو یہی ہے۔ دیگر پتہ۔“

✽ اہل اجتماع نے بھی یہی رائے پاس کی اور اٹھ کر اس کی تنفیذ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ✽

✽ سیرت ابن ہشام، ۱/۳۸۰، ۳۸۲۔



نبی ﷺ کی ہجرت

قریش کی تدبیر اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر | اس قسم کے اجتماع کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی راز دارانہ ہو۔ ظاہری سطح پر کوئی ایسی حرکت پیش نہ آئے، جو روز مرہ کے خلاف اور عام عادت سے مختلف ہو، تاکہ کوئی شخص سازش اور خطرے کی بو نہ سونگھ لے اور کسی کے دل میں یہ بات نہ گزرے کہ یہ خاموشی کسی شر کا پیش خیمہ ہے۔ یہ قریش کا مکر تھا، لیکن انہوں نے یہ مکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مقابل کیا تھا، اس لئے انہیں اللہ نے اس طرح ناکام کیا کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ نبی ﷺ کو قریش کی سازش کی خبر دی۔ ہجرت کی اجازت دی۔ نکلنے کا وقت مقرر کیا اور قریش کے مکر کو رد کرنے کا پروگرام بتایا۔ چنانچہ فرمایا:

”جس بستر پر آپ سویا کرتے ہیں آج کی رات اس بستر پر نہ سوئیں۔“^①

ادھر ٹھیک دوپہر کے وقت جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کیا کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ہجرت کا پروگرام طے کیا۔ چنانچہ دونوں سواریوں کا سامان نہایت تیزی سے تیار کیا گیا اور عبد اللہ بن اریقظ لیشی سے -- جو ابھی تک دین قریش ہی پر تھا -- یہ بات طے کی اور اس کا عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ اجرت پر ان کو مدینہ لے جائے گا۔^② یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ تین رات کے بعد جبل ثور کے پاس آئے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس آکر اپنے روز مرہ کے کام میں حسب عادت اس طرح لگے رہے کہ کسی کو محسوس تک نہ ہوا کہ قریش کی قرار داد سے بچنے کے لئے آپ ﷺ ہجرت کی یا کسی اور کام کی تیاری کر رہے ہیں۔

① سیرت ابن ہشام، ۴۸۲/۱۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۱۳۸، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۵۸۰۷، ۶۰۷۹۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ نماز عشاء کے بعد شروع رات میں سو جاتے اور آدھی رات کے بعد گھر سے نکل کر مسجد حرام تشریف لے جاتے اور وہاں تہجد کی نماز پڑھتے۔ اس رات آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور بتلایا کہ تمہیں کوئی زک نہ پہنچے گی۔ چنانچہ جب عام لوگ سو گئے اور رات پر سکون ہو گئی تو سازشی حضرات نے چپکے سے آکر رسول اللہ ﷺ کا گھر گھیر لیا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے بستر پر آپ کی سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ وہ غرور و تکبر سے مٹکنے لگے اور آپ کی گھات میں بیٹھ گئے کہ جب آپ انھیں گے اور باہر نکلیں گے تو وہ آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے قریش کے مکر کا جواب تھا۔ فرمایا:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ﴾ (الأنفال / ۸۰)

”اور جب کفار آپ کے خلاف مکر کر رہے تھے، تاکہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ داؤ چل رہے تھے اور اللہ (بھی) داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ اپنا گھر چھوڑتے ہیں | ادھر رسول اللہ ﷺ عین اس حالت میں جب کہ یہ لوگ آپ کا گھر گھیرے ہوئے

تھے، باہر تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے ان کے سروں پر مٹی ڈالی۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ (یس / ۳۶)

”ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی، پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔“

چنانچہ اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور وہ آپ کا مطلق احساس نہ کر سکے۔ اس کے بعد

آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے یمن کا رخ کیا اور فجر کی پوچھنے سے پہلے تقریباً پانچ میل فاصلے پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے۔^①

غار میں تین راتیں | غار کے پاس پہنچ کر پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، تاکہ اس میں کوئی چیز ہو تو رسول اللہ ﷺ کے بجائے انہی کو کاٹے یا ڈسے۔ چنانچہ انہوں نے غار کو صاف کیا۔ چند سوراخ تھے انہیں تہ بند پھاڑ کر بند کیا۔ ایک یا دو سوراخ باقی رہے، ان میں اپنا پاؤں ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سو گئے۔ اسی دوران ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا، مگر وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ہلے نہیں، لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ٹپک گئے، جس سے آپ بیدار ہو گئے اور دریافت کیا تو انہوں نے بتایا:

”میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔“

اس پر نبی ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور تکلیف جاتی رہی۔^② غار میں دونوں حضرات تین رات چھپے رہے۔ اس دوران ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بھی یہیں رات گزارتے تھے۔ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک، خن فہم نوجوان تھے۔ وہاں سے سویرے نکل کر اس طرح قریش کے درمیان صبح کرتے گویا مکہ ہی میں رات گزاری ہے۔ پھر وہ قریش کی تدبیریں اور خبریں سنتے اور تاریکی گہری ہو جاتی تو ان خبروں کو لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا، تو ان بکریوں کو لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے، اس طرح دونوں حضرات آسودہ ہو کر دودھ پی لیتے۔ پھر صبح تڑکے ہی عامر بن فہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے اور انہیں عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نشانات پر لے جاتے، تاکہ وہ نشانات مٹ جائیں۔^③

① سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۸۳۔

② اسے رزین نے روایت کیا ہے۔ دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر، حدیث: ۶۲۵ (۱۷۰۱/۳) ۱۷۰۰۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۵، ۳۰۹۳، ۵۸۰۷۔

باقی رہے قریش! تو ان کے جوان رسول اللہ ﷺ کے اٹھنے کے انتظار میں گھر گھر کر بیٹھے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور جب صبح ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر سے اٹھے تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علی نے کہا ”مجھے علم نہیں۔“ اس پر انہوں نے حضرت علی کو مارا اور گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے گئے۔ کچھ دیر قید بھی رکھا، لیکن بے فائدہ۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ان کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ”مجھے معلوم نہیں۔“ اس پر خبیث ابو جہل نے ایسا چاٹا مارا کہ ان کے کان کی بالی گر گئی۔ پھر انہوں نے ہر جانب تلاش شروع کر دی اور اعلان کیا کہ جو کوئی ان دونوں کو زندہ یا مردہ حاضر کرے، اسے ہر ایک کے بدلے سواونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ ﴿۱﴾

تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک جا پہنچے، اس قدر قریب کہ اگر کوئی شخص سر نیچا کرتا اور اپنا پاؤں دیکھتا تو انہیں بھی دیکھ لیتا۔ اس صورت حال سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سخت غم ہوا۔ آپ نے فرمایا:

”ابوبکر! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیرا اللہ ہے۔ غم نہ کرو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ ﴿۲﴾

مدینہ کی راہ میں { سوموار کی رات۔ ربیع الاول سنہ ۱ھ کی چاند رات۔ رہنما، عبد اللہ بن اریقظ لیشی، وعدے کے مطابق دونوں سواریاں لے کر جبل ثور کے دامن میں آیا اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوچ فرمایا۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ راہنما پہلے جنوب کی جانب یمن کے رخ پر دور تک چلا۔ پھر پچھتم (مغرب) کی طرف مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا۔ ساحل کے قریب پہنچ کر شمال کی طرف مڑ گیا۔ اور ایک ایسے راستے پر چلا، جس پر شاذ و نادر ہی کوئی چلتا تھا۔

﴿۱﴾ تاریخ طبری، ۳/۲۷۴- سیرت ابن ہشام، ۱/۳۸۷۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۵۳، ۳۹۲۲، ۳۶۶۳۔

اس رات، رات بھر اور پھر آدھے دن تک مسلسل سفر جاری رہا۔ جب راستہ خالی ہو گیا، تو نبی ﷺ نے ایک چٹان کے سائے میں استراحت فرمائی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ اس دوران ایک چرواہا آیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوہوایا اور جب نبی ﷺ بیدار ہوئے تو آپ کو اتنا دودھ پلایا کہ جی خوش ہو گیا۔ پھر وہاں سے آگے چل پڑے۔ ﴿۱﴾

غالباً دوسرے دن ”ام معبد“ کے خیمے سے گزر ہوا۔ یہ ”قدید“ کے اطراف میں ”مشل“ کے پاس ہوا کرتی تھیں۔ ”مشل“ مکہ سے ۱۳۰ کلو میٹر دور ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ”اس کے پاس کچھ ہے؟ اس نے میزبانی سے معذرت کی اور بتلایا کہ بکریاں دور دراز گئی ہوئی ہیں۔ ادھر خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری تھی، جسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا تھا اور اس میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت لے کر اسے دوہا تو اس نے اس قدر دودھ دیا کہ ایک بڑا سا برتن بھر گیا، جسے پوری ایک جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے ”ام معبد“ کو پلایا، وہ آسودہ سیر ہو گئی، تو اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ وہ بھی آسودہ سیر ہو گئے تو خود پیا اور دوبارہ دوہ کر برتن بھر دیا اور اسے ”ام معبد“ کے پاس چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

اس کا شوہر آیا تو دودھ دیکھ کر اسے تعجب ہوا۔ دریافت کیا تو ام معبد نے پوری بات بتلائی اور نبی ﷺ کا سراپا سر سے پاؤں تک اور گفتگو سے اطوار تک نہایت باریکی سے بیان کیا۔ اس پر ابو معبد بول اٹھا:

”یہ تو واللہ! صاحب قریش ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ کا ساتھ اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ایسا ضرور کروں گا۔“

تیسرے روز صبح اہل مکہ نے ایک آواز سنی جو زیریں مکہ سے شروع ہوئی اور بالائی مکہ سے گذر کر نکل گئی۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر ”صاحب آواز“ کو نہ دیکھا، وہ کہہ رہا تھا:

جَزَى اللَّهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقَيْنِ حَلًّا خِيَمَتِي أُمَّ مَعْبَدٍ

هُمَا نَزَلَا بِالْبَرِّ وَارْتَحَلَا بِهِ وَأَفْلَحَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدٍ
فِيَا لِقْصَى مَا زَوَى اللَّهُ عَنْكُمْ بِهِ مِنْ فَعَالٍ لَا تَجَارَى وَسُودِدَ
لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَكَانُ فَنَاتِهِمْ وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدٍ
سَلُّوا أُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَإِنَائِهَا فَإِنَّكُمْ إِنْ تَسَأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ

”اللہ جو لوگوں کا پروردگار ہے، ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو ام مہدی کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اترے اور خیر ہی کے ساتھ روانہ ہوئے اور جو محمد کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں سمیٹ دیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔“ ﴿۱۰﴾

پھر آپ ”قدید“ سے آگے بڑھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلی نے قریش کے اعلان کردہ انعام کے لالچ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کا پیچھا کیا۔ جب قریب پہنچا تو گھوڑا پھسل گیا اور سراقہ نیچے آ رہا۔ اس نے اٹھ کر فال گیری کے تیر دیکھے کہ نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ تیر وہ نکلا جو ناپسند تھا، لیکن فال بد کی پروا کئے بغیر وہ سوار ہو کر اور آگے بڑھا۔ جب اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آپ کی قراءت سننے لگا۔۔۔ اور آپ التفات نہیں فرماتے تھے، جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے۔۔۔ تو اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ پھر سراقہ کی ڈانٹ پر گھوڑا اٹھنے لگا تو بمشکل اپنے دونوں پاؤں نکال سکا اور جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھویں جیسا غبار اڑ رہا تھا۔ سراقہ نے پھر فال گیری کے تیر نکالے تو پھر وہی نکلا جو ناپسند تھا۔ اس سے اس پر زبردست رعب طاری ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ نبی ﷺ کا معاملہ غالب آ کر

﴿۱۱﴾ زاد المعاد، ۵۳/۲، ۵۴۔ متدرک حاکم، ۱۰/۹/۳، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ نیز شرح السنہ، بغوی، ۲۶۴/۱۳۔

رہے گا۔ چنانچہ اب اس نے امان کی پکار لگائی۔ وہ لوگ ٹھہر گئے اور یہ ان کے پاس پہنچا اور بتلایا کہ قریش نے کیا طے کیا ہے اور خود یہ کس ارادے سے چلا تھا؟ پھر زاد و متاع پیش کیا، لیکن نبی ﷺ نے کچھ نہ لیا، البتہ اس سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کی بات لوگوں سے چھپائے رکھے۔ سراقہ نے پروا نہ امن لکھوایا۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے ایک چمڑے پر لکھ دیا۔ پھر سراقہ واپس ہوا اور جو کوئی تلاش میں ملا اس سے کہا: ”میں ادھر کی کھوج خبر لے چکا ہوں، یہاں تمہارا جو کام تھا کیا جا چکا ہے اور یوں تلاش کرنے والوں کو واپس کر دیا۔“ ﴿۱۷﴾

راستے میں بریدہ بن حبیب اسلمیؓ سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے سترہ اسی گھرانے تھے۔ وہ سب مسلمان ہو گئے اور نبی ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی۔ بریدہ غزوہ احد کے بعد مدینہ آ گئے۔ ﴿۱۸﴾

مقام ”عرج“ میں آپ کا گزر ابو تمیم اوس بن حجر اسلمی کے پاس سے ہوا۔ اس وقت بعض اونٹوں کے تھکنے کی وجہ سے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ ایک ہی اونٹ پر تھے۔ اوس نے اپنا ایک اونٹ دیا اور اپنے غلام مسعود بن ہنیدہ کو ساتھ کر دیا، جو مدینہ تک آپ کا ہم رکاب رہا۔ احد کے موقع پر بھی اوس نے مشرکین کی آمد کی خبر اپنے اسی غلام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو بھجوائی تھی۔ اوس مسلمان ہو گیا تھا، لیکن عرج ہی میں قیام پذیر رہا۔ ﴿۱۹﴾

وادیِ ریم میں پہنچے تو حضرت زبیر بن عوامؓ سے ملاقات ہوئی، جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کو سفید پارچہ جات پیش کئے۔ ﴿۲۰﴾

﴿۱۷﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۶، ۳۹۱۱۔

﴿۱۸﴾ اسد الغابہ، ۲۰۹/۱۔

﴿۱۹﴾ اسد الغابہ، ۱۷۳/۱۔ سیرت ابن ہشام، ۳۹۱/۱۔

﴿۲۰﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۶۔

قبائیں تشریف آوری | سوموار ۸ ربیع الاول سنہ ۱۲ نبوت بمطابق سنہ ۱ ہجری کو رسول اللہ ﷺ قبائیں داخل ہوئے۔ ادھر اہل مدینہ نے جب سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سنی تھی، روزانہ صبح ہی صبح حرّہ کی طرف نکل جاتے تھے اور جب دوپہر سخت ہو جاتی تو واپس پلٹ آتے تھے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی اپنی کسی گڑھی پر کچھ دیکھنے کے لئے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس۔ جس سے سراب ڈھلک رہی تھی۔ چلے آرہے ہیں۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا۔ ”عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔“

یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیار اٹھا اٹھا کر استقبال کیلئے نکل پڑے اور نبی ﷺ کی تشریف آوری پر مارے خوشی کے شور برپا ہو گیا۔ تکبیر سنی گئی۔ لوگوں نے حرہ کا رخ کیا اور وہیں پر آپ سے ملاقات کی۔ پھر آپ دہانے جانب مڑ گئے اور قبائیں ”بنی عمرو بن عوف“ میں قیام فرمایا۔ قبائیں اترنے کے بعد آپ ﷺ خاموش بیٹھ گئے۔ اب انصار کا جو آدمی آتا، جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو رسول سمجھ کر انہی کو سلام کرتا، کیونکہ ان کے بالوں میں سفیدی آچکی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چادر تان کر آپ پر سایہ کیا، تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔^①

قبائیں رسول اللہ ﷺ نے کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن خیشمہ (رضی اللہ عنہ) کے مکان پر قیام فرمایا اور وہاں چار دن ٹھہر کر مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز پڑھی۔ پانچویں دن -- جو جمعہ کا دن تھا۔ اللہ کے حکم سے سوار ہوئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ آپ نے اپنے ننھیال ”بنو نجار“ کے پاس پیغام بھجوایا۔ وہ لوگ تلواریں حائل کئے حاضر ہوئے۔ اس کے بعد ان کی معیت میں آپ نے مدینہ کی جانب کوچ کیا۔^② بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ نے وہیں بطنِ وادی میں جمعہ کی

① ایضاً ایضاً (صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۰۶)

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۱۱، ۳۹۳۲۔

نماز پڑھائی، جس میں سو آدمی شریک تھے۔ ﴿

مدینہ میں داخلہ جمعہ کے بعد مدینہ کا رخ کیا۔ اس وقت لوگ استقبال کے لئے امنڈ پڑے تھے۔ گھر اور گلی کو چپے حمد و تسبیح سے گونج رہے تھے۔ عورتیں اور بچے، بچیاں نکل نکل کر کہہ رہیں تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
مَا دَعَا اللَّهُ دَاعٍ

”ہم پر مدینہ کے اطراف سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک اللہ کو پکارنے والا پکارے، ہم پر شکر واجب ہے۔ اے ہم میں بھیجے گئے (نبی!) آپ واجب الاطاعت دین لے کر آئے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ انصار کے جس محلے سے بھی گزرتے وہ آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرش راہ ہیں۔ تشریف لائیے! مگر آپ فرماتے:

”کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔“

چنانچہ اونٹنی جب اس مقام پر پہنچی جہاں آج مسجد نبوی ہے، تو وہ بیٹھ گئی، لیکن آپ نیچے نہیں اترے، یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور تک گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ پر دوبارہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ نیچے تشریف لائے۔ اب لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لئے آپ سے عرض معروض شروع کی، لیکن حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جلدی سے آپ کا کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے:

”آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔“

البتہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی، اس لئے وہ انہی کے

پاس رہی۔ ﴿۱﴾

ادھر سردارانِ انصار نے رسول اللہ ﷺ کی ضیافت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ ان کی طرف سے روزانہ کئی کئی ”لگن“ پہنچتیں۔ کوئی بھی ایسی رات نہ آتی کہ آپ کے دروازے پر تین چار لگن حاضر نہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت | نبی ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین روز ٹھہرے رہے۔ اس دوران اہل مکہ کی جو امانتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں، انہیں ادا کیا۔ پھر پیدل چل پڑے اور قبائیں رسول اللہ ﷺ سے آئے۔ ان کا قیام کلثوم بن ہدم کے مکان پر تھا۔ ﴿۲﴾

اہل بیت کی ہجرت | جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں قیام پذیر ہو چکے، تو زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ بھیجا۔ وہ نبی ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں حضرت فاطمہ و ام کلثوم، ام المؤمنین حضرت سودہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ساتھ لائے۔ ان کے ہمراہ عبد اللہ بن ابی بکر بھی ابو بکر کے عیال ام رومان، عائشہ اور اسماء کو لے کر آئے۔ رضی اللہ عنہم۔ یہ نبی ﷺ کی ہجرت کے چھ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ ﴿۳﴾

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت | حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہجرت کی۔ انہوں نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو مشرکین نے انہیں روک لیا۔ ان کے پاس بہت سامان تھا۔ وہ مال سے دستبردار ہو گئے تو مشرکین نے ان کی راہ چھوڑ دی۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا:

”رَبِّحَ الْبَيْعُ يَا أَبَا يَحْيَىٰ“

”ابو یحییٰ! یہ بیع کامیاب رہی۔“

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۹۴، ۲۹۶۔ زاد المعاد ۲/ ۵۵۔ صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۱۱۔

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۹۳۔ زاد المعاد ۲/ ۵۴۔

﴿۳﴾ زاد المعاد ۲/ ۵۵ وغیرہ۔

ابو یحییٰ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔^①

کمزور مسلمان مشرکین نے بعض مسلمانوں کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ وہ انہیں ستاتے اور دین سے پھیرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی میں ولید بن ولید، عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کچھ عرصہ ان کے لئے نماز میں دعا (قنوت نازلہ) فرماتے رہے اور جن کفار قریش نے انہیں روکا تھا ان پر بددعا کرتے رہے اور یہی قنوت کی اصل ہے۔ پھر بعض مسلمانوں نے جرأت مندانہ قدم اٹھا کر انہیں کفار کی قید سے چھڑا لیا اور یہ بھی مدینہ آ گئے۔^②

مدینے کی آب و ہوا مہاجرین مدینہ اترے، تو جس زمین میں پہلے بڑھے تھے اس کی یاد ستانے لگی۔ اس پر مستزاد یہ کہ مدینہ، اللہ کی سب سے زیادہ باخیز سرزمین تھی۔ چنانچہ یہاں آنے کے بعد انہیں بخار اور مختلف امراض نے پکڑ لیا۔ آخر نبی ﷺ نے اپنے پروردگار سے دعا کی:

«اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ فِي صَاعِهَا وَمُدَّهَا، وَانْقُلْ حُمَاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ»

”اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے، جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ۔ اور مدینے کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مد (غلے کے پیمانوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جُحْفہ پہنچا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ دعا سن لی۔ مسلمان امراض سے راحت پا گئے اور انہیں مدینہ محبوب ہو گیا۔^③

① سیرت ابن ہشام ۱/۴۷۷۔

② دیکھئے! سیرت ابن ہشام ۱/۴۷۴، ۴۷۶۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۱۸۸۹، ۳۹۲۶، ۵۶۵۴، ۵۶۷۷، ۶۳۷۲۔

مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کے اعمال

جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو چکے تو ”دعوت الی اللہ“ کے ساتھ ساتھ وہاں کے دینی اور دنیوی امور کو بھی منظم کرنا شروع کیا۔

مسجد نبوی | اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لئے وہ زمین خریدی، جس پر آپ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔

یہ دو یتیم بچوں کی زمین تھی۔ تقریباً سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی۔ اس میں مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ کچھ ویرانہ تھا۔ کھجور اور غرقہ کے چند درخت بھی تھے۔ آپ نے قبریں اکھڑوا دیں۔ ویرانہ ختم کرا دیا۔ درخت اور کھجوریں کٹوا دیں اور انہیں قبلہ کی جانب لگوا دیا۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ کھدوائی۔ دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں سے اٹھوائیں۔ دروازے کے دونوں بازو پتھر کے لگائے گئے۔ چھت کھجور کی شاخوں کی اور شہتیر کھجور کے تنوں کے۔ فرش پر ریت اور کنکریاں بچھائی گئیں۔ مسجد میں تین دروازے رکھے گئے۔ قبلہ شمال میں بیت المقدس کی طرف تھا۔ تعمیر کے لئے رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کے ساتھ خود پتھر اور اینٹیں ڈھوتے تھے۔ آپ رجز پڑھتے تھے اور مہاجرین و انصار بھی رجز پڑھتے تھے اور اس سے ان کی تیزی اور بڑھ جاتی تھی۔ ①

آپ نے مسجد کے بازو میں پتھر اور مٹی کے دو حجرے بھی بنائے، جن پر کھجور کے تنوں اور شاخوں کی چھت ڈالی۔ ایک حضرت سودہ بنت زمعہ کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ کے لئے (رضی اللہ عنہا)۔ اس وقت آپ کے عقد میں یہی دو بیویاں تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی آمد کے تھوڑے ہی دن بعد شوال سنہ ۱ ہجری میں رخصت کیا گیا۔ ②

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۲۸، ۳۹۰۶، ۳۹۳۲۔ زاد المعاد ۲/۵۶۔

② زاد المعاد ۲/۵۶۔

اذان اب مسلمان پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے کے لئے حاضر ہو رہے تھے اور اس کے لئے وہ وقت کا اندازہ لگاتے تھے، مگر دقت یہ تھی کہ کوئی بہت پہلے آجاتا تھا تو کوئی دیر سے پہنچتا۔ چنانچہ نبی ﷺ اور مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی علامت اختیار کی جائے جس سے سب کو وقت کا پتہ چل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”کیوں نہ کسی آدمی کو بھیج دیا جائے جو ((الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ)) ”نماز جمع کرنے والی ہے۔“

پکار دیا کرے۔“

رسول اللہ ﷺ نے یہی رائے قبول کی اور اسی پر عمل کیا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور آکر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا:

”یہ سچا خواب ہے۔“

اور حکم دیا کہ وہ حضرت بلال کو یہ کلمات القا کرتے جائیں اور بلال پکارتے جائیں، کیونکہ ان کی آواز زیادہ بلند اور سریلی ہے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کی۔ ان کی آواز سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا ”واللہ! میں نے بھی اسی طرح دیکھا ہے۔ اس سے اس خواب کی مزید تائید ہو گئی اور اسی دن سے یہ اذان اسلام کا ایک شعار بن گئی۔“ ①

مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ یہ انصار کا کرم اور ان کی خوبی تھی کہ وہ مہاجرین کو اپنے گھر ٹھہرانے اور ان کی میزبانی کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاہتے تھے۔ وہ اللہ کے اس ارشاد کا حقیقی نمونہ تھے کہ:

﴿وَالَّذِينَ بَوَّءُوا الدَّارَ وَالْآلِیْمَنَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر ۹/۵۹)

”اور وہ لوگ جنہوں نے دار (ہجرت) میں پہلے سے ٹھکانا بنایا اور ایمان لائے، تو جو ان

کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا جائے اپنے سینوں میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتے اور اپنے آپ پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں تنگ دستی کیوں نہ ہو۔“

پھر نبی ﷺ نے اس محبت و ایثار کو انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کرا کے مزید پختہ کر دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ہر انصاری اور اس کے نزیل (مہاجر مہمان) کو بھائی قرار دیا۔ یہ کل نوے آدمی تھے۔ آدھے مہاجرین سے اور آدھے انصار سے۔ آپ نے ان کے درمیان غم گساری پر اور اس بات پر بھائی چارہ کرایا کہ قرابت داروں کے بجائے وہی موت کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ بعد میں وراثت تو منسوخ کر دی گئی، لیکن بھائی چارگی باقی رہی۔ یہ ”بھائی چارگی“ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان پر عمل میں آئی۔

مہاجرین سے انصار کی محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے نبی ﷺ پر اپنے کھجوروں کے باغات پیش کئے کہ آپ ان کے اور مہاجرین کے درمیان انہیں تقسیم فرمادیں۔ آپ نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا ”پھر آپ لوگ کام کر دیا کریں اور ہم پھلوں میں آپ لوگوں کو شریک کر لیں گے۔“

آپ ﷺ نے اسے منظور فرمایا۔^①

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بڑے مالدار انصاری تھے، انہوں نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا:

میرا مال آدھا آدھا تقسیم کر لو۔ میری دو بیویاں ہیں، دیکھو تمہیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتلا دو، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت گزر جائے تو اس سے شادی کر لینا۔

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ”اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کدھر ہے؟“

انہوں نے انہیں بنو قینقاع کا بازار بتلا دیا۔ وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیہ

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۹۴، ۶۰۸۳، ۷۳۴۰۔ صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۲۹۔ سنن ابی داؤد، حدیث: ۲۹۲۶۔ الادب المفرد، حدیث: ۶۸۳۔ مسند ابی یعلیٰ ۳/۳۶۶ وغیرہ۔ زاد المعاد ۲/۵۶۲۔

اور لکھی تھا۔ پھر تھوڑے ہی دن گزرے کہ انہوں نے مال بھی کمایا اور ایک انصاری عورت سے شادی بھی کر لی۔

اسلامی معاشرے اور اسلامی امت کی بنیاد رکھنا یہ ”بھائی چارہ“ مہاجرین کے ایک فرد اور انصار کے ایک فرد کے درمیان تعلق قائم کرتا تھا، لیکن مسلمان مدینہ آنے کے بعد چونکہ ایک مستقل امت ہو چکے تھے، اس لئے ان کی اجتماعی تنظیم کی بھی ضرورت تھی اور انہیں یہ بھی بتلانا تھا کہ ان کے حقوق و واجبات کیا ہیں اور ان نکات کی بھی نشاندہی کرنی تھی جو انہیں اوروں سے الگ ایک مستقل امت بناتے ہیں۔

پھر مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ دو اور جماعتیں تھیں جو عقیدے اور دین، مصالح اور ضروریات اور جذبات و احساسات میں مسلمانوں سے مختلف تھیں اور وہ تھے مشرکین اور یہود، چنانچہ نبی ﷺ نے ایک عہد و پیمان مسلمانوں کے مابین کرایا اور ایک دوسرا عہد و پیمان مسلمانوں اور مشرکین نیز مسلمانوں اور یہود کے درمیان کرایا اور اس بارے میں ایک تحریر بھی لکھی جس کے خاص خاص نکات یہ ہیں:

۱) قریش اور یثرب کے مومنین و مسلمین اور ان کے ماتحت ہو کر ان کے ساتھ ملنے والے اور جہاد کرنے والے، بقیہ لوگوں سے الگ ایک امت ہیں۔

۲) ان کی دیت کی ادائیگی اور قیدی کی رہائی اہل ایمان کے درمیان عرف سابق کے مطابق ہوگی اور یہ فدیہ اور دیت میں اہل ایمان کی مدد کریں گے۔

۳) اور یہ لوگ مفسد، ظالم اور باغی کے خلاف ایک ہاتھ ہو کر اٹھیں گے، چاہے وہ ان کی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

۴) اور کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۵) اللہ کا ذمہ ایک ہے، لہذا ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہو گا۔

﴿۶﴾ جو یہود مسلمانوں کے پیروکار ہو جائیں ان کی مدد کی جائے گی اور وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔

﴿۷﴾ اور مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔

﴿۸﴾ اور جو کسی مومن کو قصداً قتل کر دے اس سے قصاص لیا جائے گا، سوائے اس صورت کے کہ مقتول کے ولی راضی ہو جائیں۔ اور اہل ایمان پر ضروری ہے کہ سب قاتل کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

﴿۹﴾ کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے یا بدعتی کی مدد کرے یا اسے ٹھکانا مہیا کرے۔

﴿۱۰﴾ اور ان کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ ﴿۱۱﴾

اس عہد و بیان کے علاوہ نبی ﷺ نے مختلف اوقات اور مواقع پر مسلمانوں سے ”اسلامی اخوت“ کا حق بھی بیان فرمایا۔ انہیں باہم تعاون و مدد، اتحاد و یگانگت اور غم گساری و خبر گیری کی ترغیب دی، یہاں تک کہ یہ ”اخوت“ تاریخ کی سب سے بلند چوٹی تک پہنچ گئی۔

باقی رہے مشرکین! تو ان کا معاملہ چل چلاؤ پر تھا۔ ان کی اکثریت اپنے سرداروں اور بڑوں سمیت مسلمان ہو چکی تھی اور ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ مسلمانوں کے مد مقابل کھڑے ہو سکتے، لہذا ان سے نبی ﷺ نے یہ عہد لیا کہ ”کوئی مشرک قریش کی جان و مال کو پناہ نہ دے گا اور نہ کسی مومن کے آگے اس کی حفاظت کے لئے رکاوٹ بن سکے گا۔“

اور اس عہد کے بعد ان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہا۔

باقی رہے یہود! تو ان کے ساتھ نبی ﷺ نے جو معاہدہ کیا اس کے خاص خاص نکات حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾ یہود مسلمانوں کے ساتھ ایک امت ہوں گے۔ ان کے لئے ان کا دین اور مسلمانوں

کلیئے مسلمانوں کا دین ہو گا۔ ان کے ذمہ ان کا خرچ ہو گا اور مسلمانوں کے ذمہ مسلمانوں کا۔
 ۲ جو طاقت اس معاہدے کے کسی بھی فریق سے جنگ کرے گی یا یشرب پر حملہ آور ہوگی، سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے اور ہر ایک اپنی جانب کا دفاع کرے گا۔

۳ اور اس معاہدے کے شرکاء کے درمیان خیر خواہی، خیر اندیشی اور نیکو کاری کے تعلقات ہوں گے، گناہ کے نہیں۔

۴ آدمی اپنے حلیف کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا۔

۵ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۶ جب تک جنگ برپا رہے گی، یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

۷ اس معاہدے کے شرکاء پر یشرب (میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون) حرام ہو گا۔

۸ اور اگر ان میں کوئی ہنگامہ یا جھگڑا برپا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کریں گے۔

۹ قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۱۰ اور یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔

اس قرارداد کے ذریعہ یشرب کے سارے باشندے مسلمان، مشرکین اور یہود ایک ہی وحدت کی لڑی میں پرو دیئے گئے اور مدینہ اور اس کے اطراف کو ملا کر ایک آزاد خود مختار حکومت قائم ہو گئی، جس میں مسلمانوں کا کلمہ نافذ تھا اور جس کے سربراہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ”دعوت الی اللہ“ کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی مجالس میں تشریف لے جاتے، ان کے سامنے ”کلام اللہ“ کی آیات تلاوت فرماتے، اللہ کی طرف بلا تے اور جو ایمان لاتا اس کا تزکیہ فرماتے اور اسے کتاب و حکمت سکھاتے۔

قریش کی فتنہ خیزیاں

قریش کے داؤ بیچ | مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ وہاں کے معاملات مرتب فرما رہے تھے، زندگی کے مختلف گوشوں کی تنظیم کر رہے تھے اور یہ توقع کر رہے تھے کہ وہاں آپ کو اور مسلمانوں کو کسی کشمکش اور ٹکراؤ کے بغیر اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے ایک پرامن ماحول میسر آئے گا کہ اسی دوران قریش کے داؤ گھات سامنے آئے جن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے۔

چنانچہ قریش نے مشرکین یثرب کو لکھا کہ:

”مسلمانوں سے لڑ کر انہیں مدینہ سے نکال باہر کریں اور اگر ایسا نہ کیا تو قریش ان کے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو قیدی بنالیں گے۔“

اس خط کی آمد پر مشرکین اس پر عمل درآمد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس جا کر وعظ و نصیحت کی تو لڑائی کے ارادے سے باز آگئے اور ادھر ادھر بکھر گئے۔^①

اسی طرح اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے مکہ گئے تو ابو صفوان امیہ بن خلف کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل سے سامنا ہو گیا۔ اس نے حضرت سعد کو پہچانا تو انہیں دھمکیاں دیں۔ کہنے لگا ”مکہ میں امن کے ساتھ گھوم رہے ہو، جب کہ اپنے یہاں بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے؟ سنو! اللہ کی قسم! اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامت پلٹ کر نہ جاسکتے تھے۔“ یہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنے کا اعلان تھا اور اس کا بھی کہ اگر وہ قریش کی حدود میں پائے گئے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔^②

① سنن ابی داؤد، باب خبر النضیر، ۲/۱۵۴۔ ② صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۳۲، ۳۹۵۰۔

قریش کے تعلقات یثرب کے یہود سے بھی تھے اور یہود۔۔۔ جیسا کہ انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام سے منقول ہے۔۔۔ سانپ اور سانپوں کی اولاد تھے۔ چنانچہ وہ اوس و خرج کے درمیان پرانی دشمنیاں اور دفن شدہ کینے اکھڑتے رہتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے اور دنگ و فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

یوں مدینے میں اندر اور باہر سے مسلمانوں کو خطرات نے گھیر لیا اور بات یہاں تک جا پہنچی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہتھیار لے کر سوتے تھے اور ہتھیار کے ساتھ ہی صبح کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے پہرے کا انتظام کیا گیا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدة: ۵/۶۷)

”کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔“

تو آپ نے فرمایا ”لوگو! واپس جاؤ۔ اللہ عزوجل نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔“ ﴿

لڑائی کی اجازت

ان پر خطر حالات میں اللہ عزوجل نے قریش سے قتال کی اجازت نازل فرمائی۔ آئندہ چل کر حالات مزید بدلے تو یہ اجازت واجب کے درجے تک پہنچ گئی، جس میں ”غیر قریش“ بھی شامل تھے، لیکن ان واقعات کے ذکر سے پہلے ان مراحل کو مختصر ذکر کر دینا ضروری ہے:

پہلا مرحلہ

”مشرکین قریش“ کو برسر جنگ سمجھنا، کیونکہ انہوں نے ہی ظلم کا آغاز کیا تھا، لہذا مسلمانوں کو حق پہنچتا تھا کہ ان سے لڑائی لڑیں اور ان کا مال ضبط کریں۔ جب کہ دوسرے مشرکین عرب کے ساتھ یہ صورت حال نہ تھی۔

دوسرا مرحلہ

”مشرکین عرب“ میں سے جو قریش کا ساتھ دیں اور ان سے اتحاد کریں یا غیر قریش میں سے جو بذات خود مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کریں، ان سب سے لڑنا۔

جن یہود نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا ہے، اگر وہ خیانت کریں اور مشرکین کا ساتھ دیں، تو ان کے عہد بشرط

✽ تیسرا مرحلہ

استواری کو توڑ دینا۔

جو اہل کتاب، مثلاً نصاریٰ مسلمانوں سے دشمنی کا آغاز کریں تو ان سے بھی لڑنا، یہاں تک کہ وہ چھوٹے بن کر اپنے ہاتھ سے

✽ چوتھا مرحلہ

جزیہ دیں۔

جو مشرک، یہودی یا نصرانی وغیرہ اسلام میں داخل ہو جائے اس سے ہاتھ روک لینا۔ اس کی جان و مال سے تعرض نہ کرنا سوائے

✽ پانچواں مرحلہ

اس صورت کے کہ وہ خود شرعی طور پر اس کا سزاوار ہو اور اس کا حساب اللہ پر ہو گا۔

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان شروع ہی سے احتیاط کا دامن پکڑے ہوئے تھے اور انہوں نے پہرے اور

سرایا اور غزوات

تھھیاروں کے ساتھ سونے کا انتظام کر رکھا تھا۔ جب قتال کی اجازت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ”فوجی طلایہ گردی“ کا انتظام فرمایا، جس کا سالار اپنے کسی صحابی کو بنا دیا کرتے تھے۔ اسے ”سرہ“ کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی آپ ﷺ بنفس نفیس بھی نکلتے تھے۔ اسے ”غزوہ“ کہا جاتا ہے۔ اس ”طلایہ گردی“ کے مقاصد یہ تھے:

① دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانا اور مدینہ کے اطراف کو محفوظ رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن مسلمانوں پر دھوکے سے ٹوٹ پڑے۔

② قریش کے قافلوں سے چھیڑ خانی کر کے ان پر دباؤ ڈالنا، تاکہ انہیں اپنی تجارت اور جان و مال کے لئے خطرے کا احساس ہو جائے۔ اس کے بعد یا تو وہ اپنی حماقت سے باز آکر مسلمانوں سے صلح کر لیں اور انہیں اسلام کو پھیلانے اور اس پر عمل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیں اور یہی مسلمانوں کی انتہائی آرزو تھی یا جنگ اور قتال کا راستہ اپنائیں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں سب سے پہلے اپنی تجارت کا راستہ کھودیں گے، کیونکہ وہ مدینہ کے اطراف سے گزرتا تھا اور دوسرے درجہ پر اللہ کے حکم اور

اس کی مدد سے اپنے شر اور ظلم کا بدلہ پا جائیں گے۔ اس کی طرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام میں کئی بار اشارہ کیا جا چکا تھا۔

❦ دوسرے قبائل کے ساتھ دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔

❦ اللہ کا پیغام پہنچانا اور قولاً و عملاً اسلام کی دعوت دینا۔

❦ اس سلسلہ میں پہلا ”سریہ“ جو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا وہ ”سریہ سیف البحر“ کہلاتا ہے۔ اسے آپ نے رمضان سنہ ۱ ہجری میں بھیجا اور اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو اس کا امیر بنایا۔ اس میں کل تیس مہاجرین تھے۔ یہ لوگ عیص کے اطراف میں بحر احمر کے ساحل تک گئے اور قریش کا ایک قافلہ جو ابو جہل کی سرکردگی میں شام سے آرہا تھا، اس سے سامنا ہوا۔ دونوں فریق نے صفیں باندھ لیں اور قریب تھا کہ جنگ ہو جاتی، لیکن مجدی بن عمرو جہنی نے بیچ بچاؤ کر دیا اور دونوں فریق واپس چلے گئے۔

❦ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا ”سریہ“ اور پہلا فوجی عمل تھا۔ اس کا جھنڈا سفید تھا۔ اور یہ اسلامی تاریخ کا پہلا جھنڈا تھا اور اس کے علمبردار ابو مرثد کنانہ بن حصین غنوی تھے۔

❦ اس کے بعد پے درپے ”سریے“ روانہ کئے گئے۔ چنانچہ شوال میں ابو عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ میں بھیجا گیا۔ وہاں ابو سفیان سے سامنا ہوا جو دو سو آدمیوں کے ساتھ تھا۔ دونوں طرف سے تیر چلے لیکن جنگ نہ ہوئی۔

❦ پھر ذی قعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ رابغ کے قریب خرار کی طرف بھیجا گیا، لیکن ان کا کسی سے سامنا نہ ہوا۔

❦ اس کے بعد صفر سنہ ۲ ہجری میں ستر مہاجرین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بذات خود نکلے اور ابواء یا وڈان تشریف لے گئے، لیکن کسی سے سامنا نہ ہوا۔ اس سفر میں آپ ﷺ نے عمرو بن مخشی الضمری کے ساتھ امان اور تعاون کا معاہدہ کیا۔ یہ پہلی ”مہم“ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بذات خود نکلے۔

اس کے بعد آپ ﷺ ربیع الاول سنہ ۲ ہجری میں دو سو مہاجرین کے ساتھ رضوی کے اطراف میں بواط تک تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کسی سے سامنا نہ ہوا۔

اسی مہینے میں کر زبن جابر فری نے مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور کچھ مولیٰ ہانک کر لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر مہاجرین کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں سفوان تک تشریف لے گئے، لیکن کر زنکل بھاگا۔ اس واقعہ کو ”غزوہ بدر اولیٰ“ بھی کہتے ہیں۔

اس کے بعد آپ جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ ۲ ہجری میں ایک سویا دو سو پچاس مہاجرین کے ساتھ ذوالعشیرہ تک تشریف لے گئے۔ مقصود، قریش کے ایک قافلے کو روکنا تھا جو ملک شام جا رہا تھا، لیکن وہ آپ ﷺ کے پہنچنے سے چند دن پہلے ہی جا چکا تھا۔ اس سفر میں آپ نے بنو مدلج کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

پھر رجب سنہ ۲ ہجری میں آپ ﷺ نے عبد اللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو بارہ مہاجرین کے ہمراہ، مکہ اور طائف کے درمیان مقام ”نخلہ“ کے لئے روانہ کیا۔ مقصود یہ تھا کہ وہ قریش کے ایک قافلے کی خبر لائیں، مگر ان لوگوں نے قافلہ پر حملہ کر کے ایک آدمی کو قتل اور دو کو قید کر لیا اور قافلہ کو ہانک لائے۔ اس حرکت پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے۔ چنانچہ قیدیوں کو چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا دیا۔

یہ واقعہ رجب کی آخری تاریخ کو پیش آیا تھا، اس لئے مشرکین نے شور مچایا کہ مسلمانوں نے حرام مہینے کی حرمت پامال کر ڈالی۔ اس پر اللہ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة ۲/۲۱۷)

”لوگ آپ سے حرام مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا، اور اس کے ساتھ کفر کرنا، اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا، یہ سب اللہ کے نزدیک اور زیادہ بڑا جرم ہے اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔“ ﴿۱﴾

﴿۱﴾ ان سرایا اور غزوات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام ۱/۵۹۱، ۶۰۵ - زاد المعاد

شعبان سنہ ۲ ہجری میں قبلہ بھی بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کو بنا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ یہی چاہتے بھی تھے اور اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس سے بعض دھوکے باز منافقین اور یہود بھی منظر عام پر آ گئے، جو جھوٹ موٹ مسلمان بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ مرتد ہو گئے اور مسلمانوں کی صفیں ان سے پاک ہو گئیں۔

یہ تھی جنگی نقل و حرکت، جو مدینہ اور اس کے اطراف کے امن کی حفاظت کے لئے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قائم کر رکھی تھی۔ اس سے قریش کو یہ بتلانا بھی مقصود تھا کہ اگر وہ اپنے شر سے باز نہ آئے تو انجام برا ہو گا۔ لیکن وہ اپنی خود سری اور تکبر میں بڑھتے ہی گئے، چنانچہ بدر کے میدان میں اس کی سزا پالی اور جزا بہر حال گھاٹے ہی کی تھی۔



غزوہ بدر کبریٰ

﴿ ۱۷ رمضان سنہ ۲ ہجری ﴾

یہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جس قافلے کے لئے ذوالعشرہ تشریف لے گئے تھے اور جو بیچ کر شام چلا گیا تھا آپ اس کی تاک میں تھے اور اس کی خبر لانے کے لئے آپ نے شام کے مقام حوراء تک دو آدمی بھیجے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ قافلہ وہاں سے گذرا انہوں نے جلدی سے مدینہ خبر پہنچائی ﴿ اور خبر ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکلنے کی دعوت دی، لیکن نکلنا ضروری نہیں قرار دیا۔ چنانچہ اس دعوت پر ۳۱۳، ۳۱۴ یا ۳۱۷ آدمیوں نے لبیک کہا۔ جس میں ۸۲ یا ۸۳ یا ۸۶ مہاجرین تھے اور ۶۱ قبیلہ اوس کے اور ۷۰ قبیلہ خزرج کے انصار تھے۔ انہوں نے مکمل تیاری بھی نہ کی تھی ﴿ سواری میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے سفید جھنڈا باندھا اور اسے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ اس کے علاوہ ایک جھنڈا مہاجرین کا تھا جسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لئے ہوئے تھے اور ایک جھنڈا انصار کا تھا جسے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ مدینہ کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا، لیکن روجاء پہنچ کر ان کی جگہ ابو لبابہ بن عبدالمندرز رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے نکلے تو ”بدر“ منزل مقصود تھی۔ یہ مدینہ کے جنوب مغرب میں ۱۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے ہر طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔

﴿ مغازی الواقدی۔

﴿ دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹۔

آمد و رفت کے صرف تین راستے ہیں۔ ایک جنوب میں ہے جسے ”الْعُدْوَةُ الْقُصْوَى“ (دور کاناکہ) کہا جاتا ہے، دوسرا شمال میں ہے جو ”الْعُدْوَةُ الدُّنْيَا“ (قریب کاناکہ) کہلاتا ہے۔ تیسرا شمالی راستے کے قریب ہی مشرق میں ہے اور اس سے اہل مدینہ آتے جاتے ہیں۔ مکہ سے شام آنے جانے والے قافلوں کا کاروانی راستہ اسی احاطے کے اندر سے گذرتا تھا۔ اس میں کچھ مکانات، کنوئیں اور باغات بھی تھے۔ اس لئے قافلے عموماً یہاں پڑاؤ ڈالتے تھے اور کئی گھنٹوں سے لے کر کئی دنوں تک ٹھہرتے تھے، لہذا یہ بات بہت آسان تھی کہ اس احاطے میں قریش کا قافلہ اترنے کے بعد مسلمان تینوں راستے بند کر دیں اور قافلہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے، لیکن اس تدبیر کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ قافلے کو مسلمانوں کے نکلنے کا مطلق علم نہ ہو، تاکہ وہ غفلت میں بدر کے اندر اتر پڑیں۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے نکلے تو آپ نے پہلے پہل جو راستہ اختیار کیا وہ بدر کے بجائے کہیں اور جاتا تھا۔ پھر بہت دھیمی رفتار سے بدر کی جانب پیش قدمی فرمائی۔

جہاں تک قافلے کا تعلق ہے تو اس میں ایک ہزار اونٹ تھے، جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار کی مالیت کا سامان بار کیا ہوا تھا۔ اس کا سالار ابو سفیان تھا اور اس کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے۔ ابو سفیان حد درجہ بیدار اور محتاط تھا۔ ہر آنے جانے والے سے مسلمانوں کی نقل و حرکت کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ ابھی وہ بدر سے کافی دور تھا کہ اسے مسلمانوں کے نکلنے کا علم ہو گیا، لہذا اس نے قافلے کا رخ مغرب کی طرف پھیر کر ساحل کا راستہ پکڑ لیا اور بدر کا راستہ کلی طور پر چھوڑ دیا۔ ساتھ ہی ایک آدمی کو اجرت دے کر مکہ بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو، انہیں مسلمانوں کے نکلنے کی اطلاع دے دے۔ اس شخص نے خبر پہنچائی تو اہل مکہ نہایت تیزی سے تیار ہوئے اور سب کے سب نکلے۔ ابو لہب کے سوا بڑوں میں کوئی پیچھے نہ رہا۔ آس پاس کے قبائل کے آدمی بھی ساتھ لے لئے۔ قریش کے بڑوں میں سے صرف بنو عدی نے اس میں شرکت نہ کی۔

جب یہ لشکر ”جحفہ“ پہنچا تو اسے ابو سفیان کا پیغام ملا، جس میں اس نے اپنے بیچ نکلنے کی اطلاع دی تھی اور یہ مطالبہ کیا تھا کہ مکہ واپس پلٹ جائیں۔ چنانچہ لوگوں نے واپسی کا ارادہ

کر لیا۔ مگر ابو جہل، اپنے تکبر اور نخوت کے سبب آڑے آگیا اور کوئی واپس نہ ہو سکا۔ صرف بنو زہرہ اپنے حلیف اور رئیس اخنس بن شریق ثقفی کی رائے پر واپس ہوئے اور یہ تین سو تھے۔ باقی ایک ہزار لشکر نے اپنا سفر جاری رکھا، تا آنکہ ”عدوہ قصویٰ“ کے قریب پہنچ کر بدر کے باہر پہاڑوں کے پیچھے ایک وسیع میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو راستے ہی میں اہل مکہ کے خروج کا علم ہو گیا، لہذا آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اچھی بات کہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اچھی بات کہی۔ پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض پر داغ ہوئے:

”اے اللہ کے رسول! واللہ! ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (۱)

(المائدة: ۲۴/۵)

”تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔“

بلکہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک دمک اٹھا اور آپ مسرور ہو گئے۔ ﴿۱﴾

اس کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ:

”مسلمانو! مجھے مشورہ دو“

اس پر انصار کے رئیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض پر داغ ہوئے کہ:

”یا رسول اللہ! گویا آپ ہماری طرف اشارہ فرما رہے ہیں، تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے چلیں اور اس میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ کل آپ ہمارے ساتھ دشمن سے ٹکرا جائیں۔ ہم جنگ میں پامرد اور لڑنے میں جوانمرد ہیں اور توقع ہے کہ اللہ آپ کو ہمارا وہ جوہر

دکھلائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، لہذا آپ ہمیں لے کر بڑھیں۔ اللہ برکت دے۔۔۔ انہوں نے گفتگو کے دوران یہ بھی کہا۔۔۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ پیش قدمی کرتے ہوئے ”بَرکِ غَداد“ تک جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں۔“

اس سے رسول اللہ ﷺ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے فرمایا: ”چلو اور خوش ہو جاؤ، کیونکہ مجھ سے اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ! اس وقت میں گویا قوم کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔“

پھر آپ نے بدر کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں اسی رات پہنچے، جس رات مشرکین پہنچے تھے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے میدان بدر کے اندر ”عدوہ دنیا“ کے قریب پڑاؤ ڈالا، لیکن حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ آگے بڑھ چلیں اور جو چشمہ دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہے اس پر پڑاؤ ڈالیں، تاکہ مسلمان حوض بنا کر اپنے لئے پانی جمع کر لیں اور بقیہ چشموں کو پاٹ دیں، اس طرح دشمن پانی سے محروم رہ جائے گا۔ چنانچہ آپ نے یہی کیا۔

پھر مسلمانوں نے ایک چھپر بنائی جو نبی ﷺ کی قیادت گاہ تھی اور اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کمان میں انصاری جوانوں کی ایک جماعت پہرے اور حفاظت کیلئے مقرر کر دی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب فرمائی^① اور میدان جنگ کا چکر لگایا، وہاں آپ نے ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا کہ:

”یہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے اور یہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے ان شاء اللہ“^②

پھر ایک درخت کی جڑ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے رات گزاری۔ مسلمانوں نے بھی بھرپور اعتماد کے ساتھ پرسکون رات گزاری اور اللہ نے بارش نازل فرمائی، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

① ترمذی، الجہاد، باب ماجاء فی الصف والمعبیة عند القتال، حدیث: ۱۹۷۷ (۱۷/۳)

② صحیح مسلم۔

﴿إِذْ يَغْشَىٰكُمْ الْغَاسُ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝﴾ (الأنفال ۸/۱۱)

”جب (اللہ) تم پر اپنی طرف سے امن و بے خوفی کے طور پر نیند طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا، تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کر دے اور تمہارے دل مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جمادے۔“

پھر صبح ہی یعنی جمعہ کی صبح ۱۷ رمضان سنہ ۲ ہجری، دونوں فوجوں کا آمناسامنا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

”اے اللہ! یہ قریش ہیں جو اپنے غرور و تکبر کے ساتھ تیری مخالفت کرتے ہوئے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہوئے آئے ہیں۔ اے اللہ! تیری مدد، جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اے اللہ! آج انہیں اینٹھ کر رکھ دے۔“

پھر آپ نے صفیں برابر کیں اور فرمایا کہ ”جب تک میرا حکم نہ آجائے لڑائی شروع نہ کریں۔“ نیز فرمایا کہ ”جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو ان پر تیر چلانا اور اپنے تیروں کو بچائے رکھنے کی کوشش کرنا“ اور جب تک وہ تم پر چھانہ جائیں تلوار نہ کھینچنا۔ ۱۰ اس کے بعد آپ چہر میں واپس آگئے۔ آپ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے اللہ عزوجل سے بڑے سوز کے ساتھ دعا کی۔ یہاں تک کہ فرمایا:

«اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ أَبَدًا اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدَ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا»

”اے اللہ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی، تو کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد کبھی تیری عبادت نہ کی جائے۔“

آپ ﷺ نے خوب تضرع اور خلوص کے ساتھ دعا کی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۸۳، ۳۹۸۵۔

② سنن ابی داود، الجہاد، باب فی سل السیوف عند اللقاء ۱۳/۲۔

چادر آپ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر درست کی اور عرض پر داز ہوئے کہ ”اے اللہ کے رسول! بس فرمائیے۔ آپ نے اپنے رب سے جی بھر کے دعا فرمائی۔“ ﴿۱﴾
دوسری طرف مشرکین کی صورت حال یہ تھی کہ ابو جہل نے اللہ سے فیصلے کی دعا کی۔ اس نے کہا:

”اے اللہ! ہم میں سے جو فریق قربت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں زیادہ کرنے والا ہے، اسے آج توڑ دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہے، آج اس کی مدد فرما۔“

مبارزت اور قتال | اس کے بعد قریش کے تین بہترین سوار عتبہ، شیبہ، فرزند ان ربیعہ اور ولید بن عتبہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔
جواب میں انصار کے تین جوان نکلے۔ مشرکین نے کہا ”ہم اپنے چچیے بھائیوں کو چاہتے ہیں۔“

چنانچہ اب حضرت عبیدہ بن حارث، حمزہ اور علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو کھیت کیا، البتہ عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان دو ضربوں کا تبادلہ ہوا اور ایک نے دوسرے کو اچھی طرح زخمی کر دیا، لیکن اتنے میں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر کے حضرت عبیدہ کو اٹھا لائے۔ ان کا پاؤں کٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے چار یا پانچ دن بعد مدینہ واپسی کے دوران صفراء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ﴿۲﴾

مبارزت کا نتیجہ مشرکین کیلئے برا ثابت ہوا۔ چنانچہ وہ غصہ سے بے قابو ہو کر مسلمانوں کی صفوں پر نہایت تندہی کے ساتھ ٹوٹ پڑے اور مرد واحد کی طرح یکبارگی حملہ کر دیا، لیکن مسلمان اپنی جگہ جے رہے۔ وہ اپنا دفاع کر رہے تھے۔ اور احد احد کہہ رہے تھے۔

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۱۵، ۳۹۵۳، ۴۸۷۵، ۴۸۷۷۔

﴿۲﴾ مبارزت کی خبر کے لیے دیکھئے صحیح بخاری، کتاب المغازی وغیرہ، حدیث: ۳۹۱۵، ۳۹۲۱، ۳۹۶۷۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو ایک جھپکی آئی، پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا ”ابو بکر خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی۔ یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے ہیں۔ ان کے جوڑوں پر گرد و غبار ہے۔“ ﴿۴۵﴾

اس دن اللہ نے ایک ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

پھر رسول اللہ ﷺ زرہ پوش، سپاہیانہ شان سے آگے بڑھے۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

﴿سَيَهَيِّئُ الْمَجْمُوعَ وَيُولِئُونَ الذُّبُرَ﴾ (القمر ۵۴/۴۵)

”عنقریب یہ جتھا نکلت کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔“ ﴿۴۶﴾

پھر آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکر ملی مٹی لی اور ((شَهِتَ الْوُجُوهُ)) ”چہرے بگڑ جائیں“ کہتے ہوئے مشرکین کے چہروں پر دے ماری۔ اللہ کی قدرت! کوئی مشرک نہ بچا کہ جس کی دونوں آنکھوں اور نتھنے میں ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ نہ گیا ہو۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ (الأنفال ۸/۱۷)

”جب آپ نے پھینکا تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکا، بلکہ اللہ نے پھینکا۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مشرکین پر حملے کا حکم اور جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

((شُدُّوا)) ”چڑھ دوڑو!“

چنانچہ مسلمان جن کا جوش جہاد ابھی شباب پر تھا، چڑھ دوڑے اور ان کے جوش و خروش میں یہ دیکھ کر مزید تیزی آگئی کہ رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس ان کے درمیان موجود ہیں اور سب سے آگے بڑھ کر لڑ رہے ہیں، ﴿۴۷﴾ چنانچہ وہ صفوں کی صفیں درہم برہم

﴿۴۵﴾ ایسا ہی صحیح بخاری میں ہے، حدیث: ۳۹۹۵، ۴۰۴۱۔

﴿۴۶﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۱۵، ۳۸۷۵، ۳۸۷۷۔

﴿۴۷﴾ اسے ابو یعلیٰ نے بنی مسند میں روایت کیا ہے۔ ۳۲۹/۱ حدیث: ۴۱۲۔

کرنے اور گردنیں کاٹنے لگے اور فرشتوں نے بھی ان کی مدد کی، وہ بھی مشرکین کی گردنیں مارتے اور جوڑوں پر ضرب لگاتے تھے، چنانچہ آدمی کا سرکٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا کہ کس نے مارا ہے اور آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے۔^① یوں مشرکین پر شکست نازل ہو گئی اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں نے ان کو کھدیڑ لیا۔ کسی کو قتل کیا تو کسی کو قید کیا۔

ادھر مشرکین کی تائید میں اور مسلمانوں کے خلاف ان کو بھڑکانے کے لئے ابلیس بھی سراۓ بن مالک بن جعشم کی شکل میں حاضر تھا۔ جب اس نے فرشتے اور ان کی کارروائیاں دیکھیں تو اُلٹے پاؤں پلٹ کر بھاگا اور اپنے آپ کو ”بحراۓ“ میں جا کر ڈال دیا۔

ابو جہل کا قتل | ابو جہل ایک ایسے گروہ میں تھا، جنہوں نے اس کے گرد اپنی تلواروں اور نیزوں کی باڑھ قائم کر رکھی تھی۔ ادھر مسلمانوں کی صف میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے ارد گرد دو انصاری جوان تھے، جن کی موجودگی سے وہ مطمئن نہ تھے کہ اتنے میں ایک نے اپنے ساتھی سے چھپا کر ان سے کہا ”چچا جان! مجھے ابو جہل دکھلا دیجئے۔“ انہوں نے کہا ”اسے کیا کرو گے؟“ اس نے کہا ”مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے جدا نہ ہو گا، یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے ہو وہ مرجائے۔“ اتنے میں دوسرے نے بھی یہی بات کہی۔ اس کے بعد جب صفیں پھٹ گئیں تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابو جہل چکر کاٹ رہا ہے، انہوں نے دونوں کو اسے دکھلایا، دونوں جھپٹ پڑے اور تلوار مار کر قتل کر دیا۔ ایک نے پنڈلی پر ضرب لگائی اور اس کا پاؤں یوں اڑ گیا جیسے موصل کی مار پڑنے پر گٹھلی اڑ جاتی ہے اور دوسرے نے بری طرح زخمی کر دیا اور اس حال میں چھوڑا کہ صرف سانس آ جا رہی تھی۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ دونوں کا دعویٰ تھا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے تلواres دیکھیں اور فرمایا کہ:

”دونوں نے قتل کیا ہے“

یہ دونوں جوان عفراء کے صاحبزادے معاذ اور معوذ بنی سہل تھے۔ معوذ بنی سہل تو اسی غزوہ میں شہید ہو گئے، البتہ معاذ بنی سہل حضرت عثمان بنی سہل کے دور خلافت تک باقی رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہی کو ابو جہل کا سامان دیا۔^①

معمر کہ ختم ہو گیا تو لوگ ابو جہل کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود بنی سہل نے اسے پالیا۔ ابھی اس کی سانس آ جا رہی تھی۔ انہوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لئے داڑھی پکڑی اور فرمایا ”او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا نا!“ اس نے کہا ”مجھے کاہے کو رسوا کیا؟ کیا جس شخص کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے، اس سے اوپر بھی کوئی آدمی ہے؟“

پھر بولا ”کاش مجھے کسانوں کے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔“ اس کے بعد کہنے لگا ”مجھے بتاؤ آج فتح کس کی ہوئی؟“ حضرت عبد اللہ بن مسعود بنی سہل نے کہا ”اللہ اور اس کے رسول کی۔“ ابو جہل نے کہا ”او بکریوں کے چرواہے! تو بڑی مشکل جگہ پر چڑھ گیا ہے۔“

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود بنی سہل نے اس کا سر کاٹ لیا اور خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا:

«اللَّهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ صَدَقَ وَعْدُهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

”اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دے دی۔“

① ایک صحیح روایت کے مطابق یہ دو نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے اور آپ نے معاذ بن عمرو بن جموح کو ابو جہل کا سامان دیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح دونوں نے بیک وقت حملہ کیا ہو اس کے فوراً بعد معوذ بھی پہنچ گئے ہوں۔ (فتح الباری، المغازی، باب قتل ابی جہل)

پھر فرمایا ”یہ اس امت کا فرعون ہے۔“ ①

یوم الفرقان (فیصلے کا دن)

یہ معرکہ کفر و ایمان کا معرکہ تھا۔ اس میں آدمی نے اپنے چچا سے، باپ نے اپنے بیٹے سے، بھائی نے اپنے بھائی سے اور قرابت دار نے اپنے قریب ترین لوگوں سے جنگ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمان کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں نے نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا۔ یوں قرابت کے تعلقات کٹ گئے۔ اللہ نے کلمہ ایمان کو کلمہ کفر پر بلندی عطا کی اور حق کو باطل سے جدا کر دیا، اسی لئے اس دن کا نام ”یوم الفرقان“ پڑ گیا۔ یعنی بدر کا دن ۷ ار مضان المبارک۔

فریقین کے مقتولین

اس معرکہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین اور آٹھ انصار۔ انہیں میدان بدر ہی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کی قبریں اب بھی معروف ہیں۔

مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ مرنے والوں میں زیادہ تر سر بر آوردہ قسم کے لوگ تھے۔ ان میں سے چوبیس سرداروں کے لاشے کھینچ کر بدر کے ایک گندے خبیث کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔ ②

رسول اللہ ﷺ نے تین روز بدر میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد جب واپسی کے لئے تیار ہوئے، تو اس کنوئیں کی منڈیر پر آکر کھڑے ہو گئے اور ان سرداروں کا نام لے لے کر پکارا:

”اے فلاں کے بیٹے فلاں! اور اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی، کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا۔ تو کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، اسے تم نے برحق پایا؟“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اللہ کے رسول! آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں؟“

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۳۱، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۸، ۴۰۲۰۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۴۰، ۵۲۰، ۲۹۳۴، ۳۱۸۵، ۳۸۵۴، ۳۹۶۰۔

آپ نے فرمایا: ”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔ لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔“

مکہ اور مدینہ میں معرکے کی خبر | مکے میں شکست کی خبر بھاگنے والے مشرکین کے ذریعے پہنچی، جس سے انہیں بڑی ذلت و رسیاہی محسوس ہوئی، حتیٰ کہ انہوں نے مقتولین پر نوحہ گری سے روک دیا، تاکہ مسلمان خوش نہ ہوں۔ لطف یہ ہوا کہ اسود بن مطلب کے تین بیٹے مارے گئے اور ان پر وہ نوحہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک رات ایک نوحہ کرنے والی عورت کی آواز سنی تو سمجھا کہ اجازت مل گئی ہے اور جھٹ اپنے غلام کو حقیقت معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آکر بتایا کہ یہ عورت تو اپنے ایک گمشدہ اونٹ پر رو رہی ہے۔ اسود یہ سن کر اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور بے اختیار پکار اٹھا:

أَتَسْكِي أَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ وَيَمْنَعُهَا مِنَ التَّوْمِ السَّهْوُ
فَلَا تَبْكِي عَلَى بَكْرٍ وَلَكِنْ عَلَى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُودُ

”کیا وہ اس بات پر روتی ہے کہ اس کا اونٹ غائب ہو گیا اور اس پر بے خوابی نے اس کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ تو اونٹ پر نہ رو، بلکہ بدر پر روجھاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔“ مزید چند اشعار کہے جن میں اپنے بیٹوں پر آہ و فغان کیا۔

ادھر اہل مدینہ کی خوشخبری کے لئے رسول اللہ ﷺ نے دو قاصد روانہ فرمائے۔ ایک عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، بالائی مدینہ کی طرف اور دوسرے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، زیریں مدینہ کی طرف۔ اس دوران یہود نے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے مدینہ میں الجھل مچا رکھی تھی۔ اس لئے جب فتح کی خبر پہنچی تو ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مدینے کے دروہام تلیل و تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور سربر آوردہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دینے کے لئے بدر کے راستے میں نکل پڑے۔

رسول اللہ ﷺ مدینے کی راہ میں | رسول اللہ ﷺ نصرت الہی کا تاج پہنے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ مال غنیمت

اور قیدی بھی تھے۔ وادی صفراء کے قریب پہنچے تو تقسیم غنیمت کا حکم نازل ہوا۔ چنانچہ آپ نے ”خمس“ نکال کر باقی مال غنیمت غازیوں پر تقسیم فرمادیا۔ پھر وادی صفراء میں پہنچ کر نضر بن حارث کو قتل کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد ”عرق الظبیه“ پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مار دی۔

سربر آوردہ مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دینے کے لئے نکلے تھے، مقام رحاء میں آپ سے ان کی ملاقات ہوئی اور وہاں سے مدینہ تک انہوں نے آپ کی رفاقت قیادت میں سفر طے کیا اور اس طرح آپ مدینہ میں یوں مظفر و منصور داخل ہوئے کہ ہر دشمن پر آپ کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام بھی ہوئے۔ اسی موقع پر عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے بھی دکھاوے کے لئے اسلام قبول کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ چکے، تو آپ نے قیدیوں کے بارے میں | قیدیوں کا قضیہ مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کی رائے دی اور حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لینا طے کیا۔ یہ فدیہ چار ہزار سے تین ہزار اور (کم از کم) ایک ہزار درہم تک تھا اور ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ بعض قیدیوں پر احسان کیا گیا اور انہیں فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا گیا۔ ﴿۱﴾

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کے فدیے میں جو مال بھیجا، اس میں ایک بار بھی تھا۔ یہ بار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ انہوں نے حضرت

زینب رضی اللہ عنہا کو ابو العاص کے پاس رخصت کرتے وقت یہ ہار انہیں دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ پر بڑی رقت طاری ہو گئی اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجازت چاہی کہ ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آپ نے ابو العاص کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ زینب (بنت رسول) کی راہ چھوڑ دیں گے۔ ابو العاص نے مکہ جا کر ان کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ مدینہ ہجرت کر آئیں۔ ﴿

رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی نبی ﷺ جس وقت غزوہ بدر

کیلئے تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، لہذا آپ نے انہیں حکم دیا کہ ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہیں اور انہیں بھی بدر میں حاضر ہونے والے کا اجر اور حصہ ملے گا۔ ﴿ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی ان کی تیمارداری کیلئے روک دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کی واپسی سے پہلے ہی وفات پا گئیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہمارے پاس فتح کی خوشخبری اس وقت پہنچی جب ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مٹی برابر کر چکے تھے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ کر مطمئن ہو چکے، تو آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی، اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ”ذو النورین“ یعنی ”دو نور والے“ کہا جاتا ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے، ان کے عقد میں رہتے ہوئے شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ ﴿

﴿ مسند احمد، سنن ابی داود، مشکوٰۃ، حدیث: ۳۹۷۰ (۱۱۶۲/۲) ﴾

﴿ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۹۹، ۳۰۶۶ ﴾

﴿ اصل تفصیلات سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں ہیں۔ ﴾



”بدر“ کے بعد کے واقعات

اللہ نے بدر میں نصرت وفتح کے ذریعہ مسلمانوں کو جو اعزاز بخشا، مشرکین کے لئے وہ خاصا تکلیف دہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایسی تدبیریں سوچنی شروع کیں، جن کے ذریعہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں اور ان سے انتقام لے سکیں، لیکن اللہ نے ان کے داؤ بیج ان کے سینوں پر الٹ دیئے اور اپنے فضل سے اہل ایمان کی مدد کی۔

غزوہ بنو سلیم | چنانچہ بدر سے واپسی کے صرف ایک ہفتہ بعد اور کہا جاتا ہے کہ ڈھائی تین مہینہ بعد بنو سلیم نے مدینہ پر حملہ کے ارادے سے جمعیت فراہم کرنی شروع کی۔ جو اب مسلمانوں نے ان کے ٹھکانوں پر دھاوا بول دیا اور مال غنیمت لے کر صحیح سالم مدینہ واپس آ گئے۔^①

آپ ﷺ کے قتل کی سازش | اس کے بعد عمیر بن وہب جہمی اور صفوان بن امیہ نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش بنائی اور اس مقصد کے لئے عمیر مدینہ آیا۔ لیکن آتے ہی اسے پکڑ لیا گیا اور نبی ﷺ نے اسے بتلایا کہ وہ کیا سازش سوچ کر آیا ہے۔ اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔^②

غزوہ بنو قینقاع | اس کے بعد یسود بنو قینقاع نے کھل کر شروعداوت کا مظاہرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں نصیحت کی تو کہنے لگے:

محمد! تمہیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ تم نے قریش کے کچھ اناڑی اور جنگ سے نا آشنا لوگوں کو مار لیا ہے، اگر تمہاری لڑائی ہم سے ہو گئی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔“

① سیرت ابن ہشام، ۲/۲۳، ۳۴۔ زاد المعاد ۲/۹۰۔

② سیرت ابن ہشام، ۱/۶۶۱، ۶۶۳۔

رسول اللہ ﷺ نے اس جواب پر صبر فرمایا۔ اس سے ان کی جرأت اور بڑھ گئی اور انہوں نے اپنے بازار میں ہنگامہ برپا کر دیا، جس میں ایک مسلمان اور ایک یہودی مارا گیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ یہ نصف شوال ۲ ہجری ہفتہ کا دن تھا۔ پندرہ دن گذر گئے تھے کہ ذی قعدہ کی چاند رات انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ”اذرعات شام“ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ جہاں تھوڑے دنوں بعد اکثر کی وفات ہو گئی۔ ﴿۱﴾

غزوہ سویق | ادھر غزوہ بدر کے بعد ابو سفیان نے نذر مانی تھی کہ جب تک محمد ﷺ سے جنگ نہیں کر لیتا، اس کے سر کو جنابت کے سبب پانی نہ چھوئے گا۔ چنانچہ وہ دو سو سواروں کے ساتھ نکلا اور مدینہ کے اطراف میں ”عریض“ نامی ایک مقام پر چھاپہ مار کر کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور جلائے اور دو آدمیوں کو قتل کر کے راہ فرار اختیار کی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی، تو آپ نے ان کا تعاقب کیا، لیکن وہ ہاتھ نہ آئے، البتہ انہوں نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو اور توشتے پھینک دیئے۔ مسلمانوں نے ”قرقرۃ الکدر“ تک ان کا تعاقب کیا اور ستو وغیرہ اٹھا کر واپس آ گئے، اسی لئے اس مہم کا نام ”غزوہ سویق“ اور ”غزوہ قرقرۃ الکدر“ پڑ گیا۔ ”سویق“ عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں۔ ﴿۲﴾

کعب بن اشرف کا قتل | یہ شخص بڑا مالدار اور شاعر یہودی تھا۔ اسے مسلمانوں سے سخت عداوت تھی، چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا اور ان کی عورتوں کے متعلق غزلیہ اشعار کہتا تھا۔ جب کہ ان کے دشمنوں کی مدح کرتا اور انہیں جنگ کے لئے بھڑکاتا تھا، حتیٰ کہ یہ ”بدر“ کے بعد قریش کے پاس جا پہنچا اور انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اکسایا اور اس کے بارے میں بہت سے اشعار کہے۔ یہ بھی کہا کہ تم لوگ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت کی راہ پر ہو اور اس نے بنو قینقاع پر جو کچھ

﴿۱﴾ سنن ابی داود مع عون المعبود ۱۱۵/۳- سیرت ابن ہشام ۴/۲۷۷- زاد المعاد ۱/۲۷۱- ۹۱-

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۴/۲۷۷- ۳۵- زاد المعاد ۲/۹۰- ۹۱-

گذر چکی تھی، اس سے بھی عبرت حاصل نہ کی۔ بلاآخر نبی ﷺ نے فرمایا:
کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟

جواب میں محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابو نائلہ، حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبر
رضی اللہ عنہم نے اپنی خدمات پیش کیں۔ محمد بن مسلمہ ان کے امیر قرار پائے اور انہوں نے نبی
ﷺ سے کچھ کہنے کی اجازت لی۔

اس کے بعد وہ کعب کے پاس آئے اور کہا اس شخص نے، اشارہ نبی ﷺ کی طرف تھا،
ہم سے صدقہ مانگا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے۔

کعب کی باپھیں کھل گئیں، بولا ”واللہ! ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔“
پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بطور قرض گیہوں یا کھجور مانگی اور طے کیا کہ رہن میں ہتھیار
دیں گے۔

اس کے بعد ابو نائلہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے بھی محمد بن مسلمہ سے ملتی جلتی بات کی
اور یہ بھی کہ میرے کچھ رفقاء ہیں، جن کے خیالات بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ میں انہیں
بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔
کعب نے ان کی یہ بات منظور کر لی۔

اس کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری کی چاندنی رات میں یہ لوگ ہتھیار لے کر کعب بن
اشرف کے پاس آئے اور اسے پکارا کہ نیچے اترے، کیونکہ وہ قلعے کے اندر تھا اور ابھی نئی
نئی شادی ہوئی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا ”اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ میں ایسی آواز سن
رہی ہوں، جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔“

لیکن اس نے اس کی پروا نہ کی اور نیچے اتر کر ہتھیار دیکھے تو بھی نہیں چونکا، کیونکہ ان
لوگوں سے پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی تھی۔

اس کے بعد یہ لوگ ٹھٹھنے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے
عطر کی تعریف کی اور اس کا سر سونگھنے کی اجازت چاہی، اس نے کبر و نخوت کے ساتھ
اجازت دی۔ ابو نائلہ نے خود سونگھا اور سر کے اندر ہاتھ ڈال کر ساتھیوں کو بھی سگھایا، پھر

دوبارہ اجازت لی اور یہی کیا، پھر سہ بارہ اجازت لی اور اب کی بار اچھی طرح سر قابو میں کر لیا تو کہا ”لے لو اللہ کے دشمن کو۔“

اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں، لیکن کام نہ کر سکیں۔ یہ دیکھ کر جھٹ محمد بن مسلمہ نے اپنی کدال اس کے بیڑو (زیر ناف) پر لگائی اور چڑھ بیٹھے۔ کدال آر پار ہو گئی۔ اللہ کا یہ دشمن اس زور سے چیخا کہ گرد و پیش ہلچل مچ گئی اور پھر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ چیخ سن کر قلعوں پر آگ روشن کی گئی۔ لیکن مسلمان صحیح سالم واپس آگئے اور فتنے کی وہ آگ بجھ گئی جس نے عرصے سے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا اور ایک مدت کے لئے یہودی سانپ بھی اپنے بلوں میں دبک گئے۔ ﴿۱﴾

سریہ قرہہ | جمادی الاولیٰ ۳ ہجری میں قریش نے اپنا ایک قافلہ عراق کے کاروانی راستے سے ملک شام بھیجا۔ یہ راستہ نجد سے ہو کر شام جاتا تھا اور مدینہ کے قریب سے نہیں گزرتا تھا۔ اس قافلے کی قیادت صفوان بن امیہ کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہو گیا اور آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں دو سو سواروں کا ایک دستہ بھیج دیا۔ وہ قافلہ نجد میں قرہہ نامی ایک چشمہ پر پڑاؤ ڈال رہا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس پر یلغار کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا قافلہ ان کے قبضے میں آگیا، البتہ اس میں جتنے آدمی تھے سب نکل بھاگے۔ صرف قافلے کا رہنما فرات بن حیان گرفتار ہو سکا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ مال غنیمت کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی اور یہ قریش کے لئے غزوہ بدر کے بعد سب سے تکلیف دہ مار تھی۔ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۲۰۳۷۔

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام، ۵۰/۲، ۵۱۔



www.kitabosunnat.com

غزوہ احد

﴿شوال ۳ ہجری﴾

قریش ابھی غزوہ بدر کے انتقام کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مقام ”قرہہ“ میں ان پر ایک اور مار پڑ گئی۔ اس سے ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور انہوں نے تیاری کی رفتار تیز کر دی۔ رضا کارانہ بھرتی کا دروازہ کھول دیا، احابش کو بھرتی کیا۔ اور ترغیب و تحریص کے لئے کچھ شاعر خاص کئے، یہاں تک کہ تین ہزار فوجیوں کا ایک لشکر تیار ہو گیا۔ جس کے پاس تین سو اونٹ، دو سو گھوڑے، اور سات سو زہیں تھیں۔ اس لشکر کے ساتھ کئی عورتیں بھی تھیں، جن کا کام جنگ کے لئے بھڑکانا اور جوش و بہادری کی روح پھونکنا تھا۔ اس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور علم بردار بنی عبدالدار کے بہادر۔

یہ لشکر غیظ و غضب سے بھرپور مدینہ کے اطراف میں پہنچا اور جبل عینین اور احد کے قریب وادی قنات کے دامن میں ایک کھلے میدان کے اندر ڈیرہ ڈال دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور شوال ۳ ہجری کی ۶ تاریخ۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو لشکر کی آمد سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے خبر ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے ہنگامی حالات سے نمٹنے اور مدینہ کی حفاظت کرنے کے لئے فوجی طلائیہ گردی کا انتظام فرما لیا تھا۔ پھر جب لشکر پہنچ گیا تو آپ نے مسلمانوں سے دفاع کے متعلق مشورہ کیا۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ مسلمان مدینہ کے اندر قلعہ بند ہو جائیں۔ مردگلی کوچوں کے ناکوں پر لڑائی کریں اور عورتیں گھروں کی چھتوں سے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی اس رائے سے موافقت کی۔ گویا وہ چاہتا تھا کہ گھر ہی بیٹھا رہے اور جنگ سے پیچھے رہنے کی تمت بھی نہ لگے۔ لیکن جوانوں نے جوش دکھایا اور کھلی جگہ دو دو ہاتھ کرنے پر اصرار کیا۔ آپ نے ان کی رائے مان لی اور لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔ ایک دستہ

مہاجرین کا جس کے علم بردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرا قبیلہ اوس کا جس کے علم بردار حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسرا خزرج کا جس کے علم بردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر عصر کی نماز کے بعد آپ نے جبل احد کا رخ کیا اور مقام شیخین پر پہنچ کر لشکر کا معائنہ کیا، جو چھوٹے تھے انہیں واپس کر دیا، البتہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو چھوٹے ہونے کے باوجود اجازت دے دی، کیونکہ وہ تیر چلانے کے ماہر تھے۔ اس پر سمہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا:

”میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں، اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔“

آپ نے دونوں میں کشتی کرائی اور واقعی سمہ نے رافع کو پچھاڑ دیا، لہذا سمہ کو بھی اجازت مل گئی۔

مقام شیخین ہی میں آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور وہیں رات گزاری اور لشکر کی حفاظت کے لئے پچاس پہرے دار مقرر فرمائے۔ پھر اخیر رات میں فجر سے پہلے کوچ کر دیا، اور ”شوط“ نامی ایک جگہ پر فجر کی نماز پڑھی۔ یہیں عبد اللہ بن ابی نے بغاوت کی اور اپنے تین سواستھیوں کو لے کر واپس پلٹ گیا۔ اس کی وجہ سے بنو سلمہ اور بنو حارثہ میں بھی ضعف کی لہر دوڑ گئی اور قریب تھا کہ یہ دونوں گروہ بھی پلٹ جاتے، لیکن پھر اللہ نے انہیں ثابت قدم رکھا۔ مسلمانوں کی تعداد پہلے ایک ہزار تھی۔ اب سات سو باقی بچے۔

اب اسی لشکر کو لے کر رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو مغرب کی سمت چھوڑتے ہوئے ایک مختصر راستے سے احد کی جانب پیش قدمی کی اور احد کی بلندیوں کو پشت کی طرف کرتے ہوئے وادی کے سرے پر واقع احد پہاڑ کی گھاٹی میں نزول فرمایا۔ اس طرح دشمن مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان حائل ہو گیا۔

پھر یہیں آپ نے لشکر کو مرتب فرمایا اور عبد اللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ کی کمان میں جبل عینین پر --- جو بعد میں جبل رماۃ کے نام سے معروف ہوا --- پچاس تیر انداز مقرر فرمائے اور انہیں حکم دیا کہ سواروں کو تیر مار کر دور رکھیں اور مسلمانوں کی پشت کی حفاظت کریں

اور انہیں تاکید کی کہ جب تک آپ کا حکم نہ آئے اپنی جگہ نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان فتح یاب ہوں یا شکست کھائیں۔^①

ادھر مشرکین نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا اور میدان جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کی عورتیں صفوں میں گھوم گھوم کر اور دف پیٹ پیٹ کر لوگوں کو جوش دلا رہی تھیں، لڑائی کے لئے بھڑکا رہی تھیں۔ جوانوں کو غیرت دلا رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

إِنْ تُقْبِلُوا نَعَانِقُ وَنَفْرُسُ التَّمَارِقِ
أَوْ تَذَبِرُوا نُفَارِقُ فِرَاقَ غَيْرٍ وَامِقِ

اگر پیش قدمی کرو گے تو ہم گلے لگائیں گی اور قالینیں بچھائیں گی، اور اگر پیچھے ہٹو گے تو روٹھ جائیں گی اور الگ ہو جائیں گی۔

اور علم برداروں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہوئے یوں کہہ رہی تھیں:

وَيَهَّأُ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ وَيَهَّأُ حُمَاةَ الْأَدْبَارِ ضَرْبًا بِكُلِّ بَنَارٍ

”دیکھو! بنی عبدالدار! دیکھو! پشت کے پاسدار! خوب کرو شمشیر کا دار۔“

مبارزت اور قتال | پھر دونوں لشکر قریب آگئے تو مشرکین کا علم بردار اور قریش کا سب سے بہادر انسان طلحہ بن ابی طلحہ عبد ربی نمودار ہوا۔ وہ اونٹ پر

سوار تھا۔ اس نے دعوت مبارزت دی۔ جواب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ شیر کی طرح جست لگائی اور اونٹ پر جا چڑھے، پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے اور تلوار سے ذبح کر دیا۔ اس پر نبی ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے رسالدار تھے۔ تین بار کوشش کی کہ مسلمانوں کی پشت پر جا پہنچیں، لیکن تیر اندازوں نے تیر برسا کر انہیں واپس کر دیا۔ مسلمانوں نے مشرکین کے علم برداروں پر اپنا حملہ مرکوز رکھا، یہاں تک کہ ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ یہ کل گیارہ شخص تھے۔ ان کے خاتمے کے بعد جھنڈا زمین پر آگرا۔ مسلمانوں نے بقیہ اطراف پر بلہ بول دیا۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۳۹، ۳۰۴۳۔ سیرت ابن ہشام، ۲/ ۶۵، ۶۶۔

صفوں کی صفیں الٹ دیں اور مشرکین کی اچھی طرح پٹائی کی۔ ابو دجانہ اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

اسی پیش قدمی اور غلبے کے دوران اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ انہیں وحشی بن حرب نے قتل کیا۔ یہ ایک حبشی غلام تھا، جو نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا۔ اس کے آقا جبر بن مطعم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت حمزہ کو قتل کر دے، تو اسے آزاد کر دے گا، کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو غزوہ بدر میں قتل کیا تھا۔ چنانچہ وحشی ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ایک آدمی سباع بن عرفطہ کا سر قلم کر رہے تھے کہ وحشی نے ان کی طرف نیزے کا رخ کیا اور اسے اچھال دیا۔ وہ غافل تھے۔ نیزہ ان کے پیروپر لگا اور دونوں پاؤں کے درمیان سے نکل گیا، وہ گر گئے اور اٹھ نہ سکے۔ یہاں تک کہ ان کی شہادت واقع ہو گئی۔ رضی اللہ عنہ۔^①

بہر حال مشرکین شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جوش دلانے والی عورتیں بھی بھاگیں۔ مسلمانوں نے مشرکین کو گھیر لیا۔ انہیں مار بھی رہے تھے اور غنیمت بھی سمیٹ رہے تھے، لیکن عین اسی موقع پر تیر اندازوں نے غلطی کی اور اپنے مورچوں میں باقی رہنے کا جو تاکید حکم انہیں دیا گیا تھا، اس کے باوجود غنیمت کے چکر میں ان کے چالیس آدمی پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔ خالد بن ولید نے اس موقع کو غنیمت جانا اور پہاڑ پر جو دس آدمی رہ گئے تھے، ان کا صفایا کر دیا۔ پھر پہاڑ کے پیچھے سے گھوم کر مسلمانوں کی پشت پر آرہے اور ان کو نرغے میں لینا شروع کر دیا۔ ان کے سواروں نے ایک نعرہ بلند کیا، جسے مشرکین نے پہچان لیا اور وہ بھی پلٹ پڑے اور ان کی ایک عورت نے لپک کر جھنڈا اٹھا لیا۔ پھر کیا تھا بکھرے ہوئے مشرکین اس کے گرد سمٹ آئے اور جم گئے۔ یوں مسلمان چکی کے دوپاٹوں کے بیچ میں آ گئے۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۰۷۲۔ سیرت ابن ہشام، ۲/۶۹، ۷۲۔

نبی ﷺ پر مشرکین کا حملہ اور آپ ﷺ کے قتل کی افواہ اس وقت رسول اللہ ﷺ پیچھے تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجرین تھے۔ آپ نے پہاڑ کے پیچھے سے خالد کے سواروں کو نمودار ہوتے دیکھا تو نہایت بلند آواز سے پکارا کہ:

”اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔“

لیکن اس آواز کو مشرکین نے، جو مسلمانوں کی بہ نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھے، پہلے سن لیا اور ان کے ایک دستے نے تیزی سے آواز کا رخ کیا اور رسول اللہ ﷺ پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کے پیچھے سے پہلے پہلے آپ کا کام تمام کر دیں۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا:

”کون ہے جو ان کو ہم سے دفع کرے اور اس کے لئے جنت ہے یا (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا؟“

اس پر ایک انصاری نے آگے بڑھ کر انہیں پیچھے دھکیلا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مشرکین نے پھر حملہ کیا اور بالکل قریب آ گئے، آپ نے پھر یہی فرمایا۔ اب ایک دوسرے صحابی نے بڑھ کر انہیں پیچھے دھکیلا اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر تیسرے نے، پھر چوتھے نے، یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ ﴿۱﴾

جب ساتویں انصاری صحابی گر گئے، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس دو قریشی مہاجر باقی بچے۔ ایک طلحہ بن عبید اللہ اور دوسرے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما، ﴿۲﴾ چنانچہ اب مشرکین نے اپنا حملہ رسول اللہ ﷺ پر مرکوز کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک پتھر لگا، جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے اور آپ کا نچلا داہنا رباعی دانت ٹوٹ گیا۔ نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ خود سر پر ٹوٹ گئی، جس سے سر اور پیشانی پر چوٹ آئی، آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر تلوار کی ضرب لگی، جس سے خود کی دو کڑیاں اندر دھنس گئیں۔ کندھے پر بھی تلوار کی ایک سخت

﴿۱﴾ صحیح مسلم، ۱۰۷/۲۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱۔

ضرب لگی، جس کی تکلیف ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک محسوس ہوتی رہی، البتہ آپ نے ڈبل زہرہ پہن رکھی تھی، اس لئے وہ کٹ نہ سکی۔ ﴿۱﴾

یہ سب کچھ اس کے باوجود پیش آگیا کہ دونوں قریشی جان پر کھیل کر آپ ﷺ کا دفاع کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس قدر تیر چلائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش کے تیر ان کے لئے بکھیرتے ہوئے فرمایا:

”چلاؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔“ ﴿۲﴾

اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے تنہا پچھلے سب لوگوں کے برابر لڑائی لڑی، یہاں تک کہ انہیں ۳۵ یا ۳۹ زخم آئے۔ اپنے ہاتھ پر تیر، تلوار روک کر نبی ﷺ کو بچایا، جس سے ان کی انگلیاں زخمی ہو کر شل ہو گئیں۔ جب ان کی انگلیاں زخمی ہوئیں تو ان کے منہ سے

حس (سی) کی آواز نکلی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے۔“ ﴿۳﴾

اس مشکل ترین گھڑی میں حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام اترے اور آپ کی طرف سے سخت لڑائی کی، ﴿۴﴾ کچھ مسلمان بھی پلٹ کر آپ کے پاس آگئے اور انہوں نے بھی جم کر دفاع کیا۔ سب سے پہلے پلٹ کر آنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خود کی کڑی نکال دیں، لیکن ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اصرار کر کے خود کی کڑی نکالی، جس سے ان کا اگلا ایک دانت گر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری کڑی نکالی، اور دوسرا دانت بھی گر گیا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر دونوں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

﴿۱﴾ صحیح بخاری المغازی، باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح يوم احد، صحیح مسلم، ۱۰۸/۲، فتح الباری، ۳/۷۳۱۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۲۵، ۳۰۵۵، ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸، ۳۰۵۹۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۱۱، ۴۰۴۶، سنن نسائی، ۵۲/۲، ۵۳، فتح الباری، ۳/۷۳۱۔

﴿۴﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۰۵۳، ۵۸۲۶، صحیح مسلم، الفضائل، حدیث: ۴۶، ۴۷، ۱۸۰۲/۳۔

ن، البتہ آسنبالا، وه زخمی تھے۔

اس دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس ابو دجانہ، مصعب بن عمیر، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، وغیرہم رضی اللہ عنہم بھی آچنے۔ ادھر مشرکین کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور ان کے حملے رسول ابھی سخت تر ہوتے گئے، مگر مسلمانوں نے بھی نادرہ روزگار بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کوئی تیر چلا رہا تھا تو کوئی دفاع کر رہا تھا، کوئی لڑ بھڑ رہا تھا، تو کوئی اپنے جسم پر تیروں کو روک رہا تھا۔

ساتھ آ جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مشرکین نے ان کے داہنے ہاتھ پر سے اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ مشرکین منہ سے اے بھی کاٹ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے جھنڈے پر گھٹنے ٹیک کر اسے سینے اور گردن کے سارے لہرائے رکھا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ ان کا قاتل عبد اللہ بن قمرہ تھا، چونکہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ہم شکل تھے، اس لئے اس نے سمجھا کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے واپس پلٹ کر چیختے ہوئے کہا کہ ”محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے۔“ یہ خبر تیزی سے پھیل گئی اور اس کے نتیجے میں مشرکین کا دباؤ کم ہو گیا، کیونکہ ان کے خیال میں اب ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

زرغے میں آنے کے بعد عام مسلمانوں کا حال جب مسلمانوں نے زرغے میں لئے جانے کی کارروائی دیکھی، تو وہ اتھل پھل اور بد نظمی کا شکار ہو گئے اور کوئی متحدہ موقف اختیار نہ کر سکے۔ چنانچہ بعض نے جنوب کی طرف فرار اختیار کی اور مدینہ جا پہنچے۔ بعض احد کی گھاٹی کی طرف بھاگے اور اسلامی کیمپ میں پناہ گیر ہوئے۔ بعض نے رسول اللہ ﷺ کا رخ کیا اور جلدی سے آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ کے دفاع میں لگ گئے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اکثر مسلمان زرغے کے اندر اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہ کر گھیرنے والوں سے لڑتے بھڑتے رہے، لیکن چونکہ

زاد المعاد (از ابن حبان) ۹۵/۲ - تہذیب تاریخ دمشق ۷/۷

دیکھئے سیرت ابن ہشام ۷۳/۲، ۸۰، ۸۳ - زاد المعاد ۷/۲

کوئی شخص منظم طور پر ان کی قیادت نہیں کر رہا تھا، اس لئے ان کی صفوں پر انتشار اور بد نظمی غالب رہی۔ پہلی صف پلٹی تو پچھلی صف سے ٹکڑا گئی، یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان رضی اللہ عنہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے۔^(۱) اس کے بعد مسلمانوں نے نبی ﷺ کے قتل کی خبر سنی تو ان کا رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا۔ ان کا جوش سرد پڑ گیا اور وہ ٹوٹ کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ کتنوں نے لڑائی ہی چھوڑ دی۔ جب کہ کچھ دوسروں کو جوش آگیا اور انہوں نے کہا کہ:

”اٹھو اور جس بات پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی ہے اسی پر تم بھی جان دے دو۔“^(۲)

مسلمان انہی حالات سے دو چار تھے کہ اچانک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اس وقت آپ ﷺ نزع میں آئے ہوئے مسلمانوں کی طرف راستہ بنا رہے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دونوں آنکھوں سے پہچانا، کیونکہ چہرہ خود سے چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا:

”مسلمانو! خوش ہو جاؤ یہ میں اللہ کے رسول ﷺ!

یہ سن کر مسلمانوں نے آپ کی طرف پلٹنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ تیس صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ مشرکین نے ان کی واپسی کی راہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن ناکام رہے اور اس کوشش میں ان کے دو آدمی کام بھی آگئے۔

اس حکیمانہ تدبیر سے مسلمانوں کو نجات تو مل گئی، لیکن تیر اندازوں نے جو غلطی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی تھی، اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی۔

گھائی میں | مسلمان نزع سے نکل کر گھائی میں قرار پذیر ہو چکے تھے، تو ان میں اور مشرکین میں بعض ہلکی اور انفرادی جھڑپیں ہوئیں، لیکن مشرکین کو آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ وہ میدان میں تھوڑی ہی دیر باقی رہے اور اس دوران مقتولین کا مثلہ کرتے رہے، یعنی ان کے کان، ناک اور شرمگاہیں کاٹ ڈالیں

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۹۰، ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۸۸۳، ۶۸۹۰۔

(۲) زاد المعاد

اور پیٹ چاک کر دیئے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکالا اور اس کو چبایا، لیکن نگل نہ سکی، اس لئے پھینک دیا اور کان، ناک وغیرہ کے بار اور پازیب بنائے۔ ﴿۱﴾

ادھر ابی بن خلف نے بڑے گھمنڈ کے ساتھ گھائی کا رخ کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرے گا، لیکن اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اس کو خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس ایک چھوٹے سے نیزے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے سے کئی بار لڑھک لڑھک گیا اور نیل کی طرح چنگھاڑتا ہوا قریش کے پاس پلٹا۔ پھر واپسی میں مکہ کے بالکل قریب مقام سرف پہنچ کر مر گیا۔ ﴿۲﴾

اس کے بعد قریش کے چند آدمی آئے۔ ان کی قیادت ابو سفیان اور خالد بن ولید کر رہے تھے۔ یہ پہاڑ کے بعض اطراف میں چڑھ گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے لڑکر انہیں پہاڑ سے نیچے اتار دیا۔ ﴿۳﴾ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر ان کے تین آدمی قتل بھی کئے۔ ﴿۴﴾

اس طرح مشرکین کے مقتولین کی کل تعداد ۲۲ اور کما جاتا ہے کہ ۳۷ ہوئی۔ جبکہ مسلمانوں کے ستر آدمی کام آئے۔ ۴۱ خزانج کے اور ۲۳ اوس کے اور چار مہاجرین کے۔ ان کے علاوہ ایک یہودی بھی مارا گیا۔ بعض اقوال اس سے مختلف بھی ہیں۔ ﴿۵﴾ ابو سفیان اور خالد بن ولید نے آخری اور ناکام کوشش کے بعد مکہ واپسی کی تیاری شروع کر دی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ جب گھائی کے اندر مطمئن ہو چکے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ”مہر اس“ سے، جو احد کے اندر ایک چشمہ ہے، پانی لے آئے اور آپ ﷺ کو پینے کے لئے پیش کیا۔

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام، ۹۰/۲۔

﴿۲﴾ مستدرک حاکم ۳۲۷/۲۔ سیرت ابن ہشام ۸۴/۲۔

﴿۳﴾ سیرت ابن ہشام، ۸۶/۲۔

﴿۴﴾ زاد المعاد ۹۵/۲۔

﴿۵﴾ سیرت ابن ہشام ۱۲۹/۲، فتح الباری، ۳۵۱/۷۔

آپ نے قدرے ناگوار بو محسوس کی، اس لئے پیا تو نہیں، البتہ اس سے چہرہ دھویا اور سر پر بھی ڈال لیا، مگر اس کے سبب زخم سے خون بننے لگا۔ جو ہتھم نہیں رہا تھا، لہذا حضرت فاطمہ بیٹھنے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس پر راکھ چپکا دی اور خون ہتھم گیا۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ خوش ذائقہ پانی لے آئے، جسے آپ نے پیا اور انہیں دعائے خیر دی۔ زخم کے سبب ظہر کی نماز آپ نے بیٹھ کر پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ ہی کر نماز ادا کی۔ ﴿۱﴾

اسی اثنا میں انصار و مہاجرین کی کچھ عورتیں بھی آپہنچیں، جن میں حضرت عائشہ ام سلیم اور ام سلیط رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ پانی سے مشکیزے بھرتیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔ ﴿۲﴾

گفتگو اور قرار داد

”جبل احد“ پر نمودار ہوا اور با آواز بلند بولا ”کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟“

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا ”کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) ہیں؟“

پھر کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا ”کیا تم میں عمر بن خطاب ہیں؟“

اور پھر کسی نے جواب نہ دیا۔ انہیں نبی ﷺ نے جواب دینے سے منع کر رکھا تھا۔ اب ابو سفیان نے کہا ”اچھا چلو ان تینوں سے تو فرصت ہوئی۔“

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے، بولے ”و اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے، وہ سب زندہ ہیں اور ابھی اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔“

ابو سفیان نے کہا ”تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا ہے، لیکن میں نے نہ اس کا حکم دیا تھا اور نہ ہی برا منایا ہے۔“

پھر نعرہ لگایا اَعْلُ هُبْلُ ”ہبل بلند ہو“ نبی ﷺ نے صحابہ کو جواب سکھایا اور انہوں نے کہا ”اللہ اَعْلٰی وَاَجَلُ“ ”اللہ اعلیٰ و برتر ہے۔“

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام، ۸۵/۲، ۸۷- صحیح بخاری، حدیث: ۲۴۳، ۲۹۰۳، ۳۰۳۷، ۴۰۷۵، ۵۲۳۸، ۵۷۲۲۔ السیرۃ الخلیبہ، ۳۰/۲۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۸۸۱، ۴۰۷۱۔ السیرۃ الخلیبہ، ۲۲/۲۔

ابو سفیان نے پھر نعرہ لگایا "لَنَا الْغَزَىٰ وَلَا غَزَىٰ لَكُمْ" "ہمارے لئے غزوی ہے اور تمہارے لئے غزوی نہیں۔"

نبی ﷺ نے پھر جواب سکھایا اور صحابہ کرام نے کہا "اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ" "اللہ ہمارا مولیٰ ہے، اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

اس کے بعد ابو سفیان نے کہا "کتنا اچھا کارنامہ رہا۔ آج کا دن جنگ بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔"

ابو سفیان نے کہا "تم لوگ بھی سمجھتے ہو، لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم ناکام و نامراد رہے۔" پھر ابو سفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا "عمر! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا ہے؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "واللہ! نہیں اور اس وقت وہ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔" ابو سفیان نے کہا "تم میرے نزدیک ابن قمرہ سے زیادہ سچے اور راست باز ہو۔" اس کے بعد ابو سفیان نے پکارا "آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا "کہہ دو ٹھیک ہے۔ اب یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی۔" ﴿۱﴾

مشرکین کی واپسی اور مسلمانوں کی طرف سے شہیدوں اور زخمیوں کی خبر گیری: اس کے بعد ابو سفیان واپس آگیا اور مشرکین کے لشکر نے کوچ کا آغاز کر دیا۔ وہ اونٹوں پر سوار تھے اور گھوڑوں کو پہلو میں کر رکھا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ان کا ارادہ مکہ کا ہے اور یہ مسلمانوں پر محض اللہ کا فضل تھا، کیونکہ مشرکین اور مدینہ کے درمیان کوئی نہ تھا، جو انہیں مدینہ میں داخل ہونے سے روکتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے، انہیں پھیر دیا۔

﴿۱﴾ سیرت ابن ہشام ۲/ ۹۳ - زاد المعاد ۲/ ۹۴ - صحیح بخاری ۳۰۳۹ - ۴۰۴۳

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۲/ ۹۴

اس کے بعد مسلمان زخمیوں اور شہیدوں کی کھوج، خبر لینے کے لئے میدان میں اتر آئے۔ بعض لوگوں نے بعض شہیدوں کو مدینہ منتقل کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ”انھیں ان کی شہادت گاہوں میں واپس لایا جائے اور سارے شہداء کو غسل اور نماز کے بغیر ان کے کپڑوں ہی کے اندر دفن کر دیا جائے۔“ آپ نے دودواور تین تین شہیدوں کو ایک ہی قبر کے اندر دفن کیا اور بسا اوقات دو شہیدوں کو ایک ہی کپڑے کے اندر جمع فرمایا اور درمیان میں اذخیز (گھاس) ڈال دی اور لحد میں اس شخص کو آگے کیا، جسے قرآن زیادہ یاد تھا اور فرمایا کہ:

”میں ان لوگوں کے بارے میں قیامت کے روز گواہی دوں گا۔“ ﴿۱﴾

لوگوں نے حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی لاش اس حالت میں پائی کہ وہ زمین سے اوپر تھی اور اس سے پانی ٹپک رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”فرشتے انھیں غسل دے رہے ہیں۔“

ان کا واقعہ یہ تھا کہ انہوں نے ابھی نئی نئی شادی کی تھی اور بیوی کے ساتھ ہی تھے کہ جنگ کی پکار پڑ گئی۔ وہ بیوی کو چھوڑ کر سیدھے میدان جنگ میں آ گئے اور پھر حالت جنابت ہی میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، لہذا فرشتوں نے انھیں غسل دیا اور اسی لئے وہ ”غسیل الملائکۃ“ (فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے) کہلاتے ہیں۔ ﴿۲﴾

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اتنی چھوٹی چادر میں کفنایا گیا کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ چنانچہ پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ یہی صورت حال مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی۔ ﴿۳﴾

جانب مدینہ اور اندرون مدینہ

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان شہداء کے دفن اور ان کے لئے دعا سے فارغ ہو چکے، تو مدینہ کا رخ کیا۔ راستے میں کچھ عورتیں ملیں جن کے اقارب شہید ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے انھیں تسلی

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۴۳، ۱۳۴۶، ۱۳۴۸، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴۔

﴿۲﴾ زاد المعاد ۲/۹۴۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶۔

دی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ بنو دینار کی ایک خاتون آئیں، جن کے شوہر، بھائی اور باپ شہید ہو گئے تھے۔ جب انہیں ان لوگوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو کہنے لگیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟“

لوگوں نے کہا ”آپ بحمد اللہ، جیسا تم چاہتی ہو ویسے ہی ہیں۔“

خاتون نے کہا ”ذرا مجھے آپ کو دکھلا دو۔“

لوگوں نے انہیں اشارے سے بتلایا۔ جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھیں:

”كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ“

”کہ آپ کے بعد ہر مصیبت پہنچ ہے۔“

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں نے ہنگامی حالت میں رات گزاری، زخم تھکان اور غم و الم نے انہیں چور چور کر رکھا تھا۔ پھر بھی وہ مدینہ کا پہرہ دیتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر متعین رہے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا ضروری ہے، تاکہ اگر وہ مدینہ واپس آنے کی کوشش کرے تو اس سے کھلے میدان ہی میں دو دو ہاتھ کئے جائیں۔

غزوہٴ حمراء الاسد | چنانچہ صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان فرمایا کہ:

”دشمن سے مقابلے کیلئے چلنا ہے اور صرف وہی آدمی جاسکتا ہے جو معرکہٴ احد میں موجود تھا۔“

لوگوں نے کہا:

”سَمْعًا وَطَاعَةً“ ”ہم نے بات سنی اور مانی۔“

چنانچہ لوگ مدینہ سے چل پڑے اور آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر مشرکین نے مدینہ سے چھتیس میل دور مقام روحاء پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور وہاں مدینہ پلٹنے کے لئے رائے مشورہ شروع کر دیا۔ انہیں افسوس تھا کہ انہوں نے ایک بہترین موقع ہاتھ سے جانے دیا۔

اسی دوران معبد بن ابی معبد خزاعی، جو رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہوں میں سے تھا، حمراء الاسد میں آپ کے پاس آیا اور احد کے واقعے پر آپ سے تعزیت کی، آپ نے اسے فرمایا:

”کہ وہ ابوسفیان سے ملے اور اس کی حوصلہ شکنی کرے۔“

معبد روحاء پہنچا۔ اس وقت مشرکین مدینہ واپسی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ معبد نے انھیں بری طرح ڈرایا۔ کہا ”محمد (ﷺ) ایسی جمعیت لے کر نکلے ہیں کہ میں نے کبھی ویسی جمعیت نہیں دیکھی۔ سارے لوگ تمہارے خلاف غصے سے کباب ہوئے جا رہے ہیں اور تم پر اس قدر بھڑکے ہوئے ہیں کہ میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی، نیز میرا خیال ہے کہ تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے اس لشکر کا ہراول دستہ اس ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہوتا ہوا دیکھ لو گے۔

یہ سن کر مکی لشکر کے عزائم ڈھیلے پڑ گئے اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ چنانچہ ابوسفیان نے صرف جو ابی اعصابی جنگ پر اکٹفا کیا اور ایک قافلے کو مکلف کیا کہ وہ مسلمانوں سے کہے:

﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ﴾ (آل عمران ۱۷۳)

”لوگ تمہارے خلاف جمع ہیں، ان سے ڈرو۔“

تاکہ مسلمان اس کا تعاقب نہ کریں اور خود جلدی سے مکہ کوچ کر گیا۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ دھمکی ان پر کچھ اثر انداز نہ ہوئی، بلکہ:

﴿فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (آل عمران ۱۷۳)

”اس نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور

بہترین کار ساز ہے۔“

﴿فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلِ لَّمْ يَمَسَّسْتُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ (آل عمران ۱۷۴)

”چنانچہ وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹے۔ انہیں کسی برائی نے نہ چھوا اور

انہوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“ ﴿۱۷۵﴾

﴿۱۷۵﴾ اس غزوے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، سیرت ابن ہشام ۲/۶۰، ۱۳۹- زاد المعاد ۲/۹۱، ۱۰۸۔

فتح الباری ۷/۳۳۵، ۳۔

حادثے اور غزوات

احد میں مسلمانوں کو جو زک اٹھانی پڑی، اس کے اثرات بہر حال اچھے نہ تھے۔ دشمن جری ہو گئے اور کھل کر مد مقابل آگئے اور کئی واقعات ایسے پیش آئے جو مسلمانوں کے حق میں بہتر نہ تھے۔ یہاں اہم واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رجیع کا حادثہ (صفر ۴ ہجری) | عضل اور قارہ (قبائل) کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور ذکر کیا کہ ان کے اندر اسلام کا کچھ چرچا ہے،

لہذا آپ انھیں دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کیلئے کچھ لوگوں کو بھیج دیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ ”رجیع“ پہنچے تو انہوں نے ان کے ساتھ غداری کی اور قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ، بنو لحیان کو ان پر چڑھا لائے۔ ان کے تقریباً ایک سو تیر اندازوں نے انھیں ایک ٹیلے پر جا گھیرا۔۔۔ پھر عہد ویمان دیا کہ اگر وہ اتر آئیں تو انہیں قتل نہ کریں گے۔ عاصم نے اترنے سے انکار کر دیا اور رفقاء سمیت ان سے جنگ شروع کر دی۔ سات مارے گئے جبکہ تین باقی رہے۔ کفار نے پھر وہی عہد ویمان دیا۔ چنانچہ وہ تینوں اتر آئے، مگر کفار نے ان سے بد عہدی کی اور انھیں باندھ لیا۔ اس پر ایک نے یہ کہہ کر ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے۔ کفار نے اسے قتل کر دیا اور باقی دو کو مکہ لے جا کر بیچ دیا۔ یہ دونوں خبیب بن عدی اور زید بن دشنہ رضی اللہ عنہما تھے۔ خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا، لہذا انھیں کچھ عرصے تک قید رکھا گیا۔ پھر تنعیم لے جا کر قتل کر دیا۔ انہوں نے قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ان پر بد دعا کی، پھر چند اشعار کہے، جن میں سے دو یہ ہیں:

وَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا عَلَى أَىِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَصْرَعِي
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوِ مُمَرَّعٍ
”میں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے کچھ پروا نہیں، کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر قتل ہوتا

ہوں اور یہ تو اللہ کی ذات کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کئے ہوئے اعضاء کے جوڑ جوڑ میں برکت دے۔“

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیبؓ سے کہا:

”کیا تمہیں یہ بات پسند آتی ہے کہ (تمہارے بدلے) محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے، ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں ہوتے؟“

انہوں نے کہا ”واللہ! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوتا اور (اس کے بدلے) محمد (ﷺ) کو جہاں آپ ہوں، وہیں پر کوئی کاٹنا چھ جاتا اور وہ آپ کو تکلیف دیتا۔“

پھر حارث بن عامر کے بیٹے نے انھیں اپنے باپ کے بدلے قتل کر دیا۔

باقی رہا زید بن دشنہؓ کا معاملہ، تو انہوں نے غزوہ بدر میں امیہ بن محرز کو قتل کیا تھا، لہذا انھیں اس کے بیٹے صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل کیا۔ بعض کتب میں ابوسفیان اور حضرت خبیبؓ کی مذکورہ بالا گفتگو حضرت زید بن دشنہؓ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

حادثے کے بعد قریش نے بعض آدمی بھیجے کہ حضرت عاصمؓ کے جسم کا کوئی ٹکڑا لائیں، لیکن اللہ نے بھڑوں کا جھنڈ بھیج دیا، جنہوں نے ان کی حفاظت فرمائی۔ حضرت عاصمؓ نے اللہ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ ان کی زندگی میں نہ انھیں کوئی مشرک چھوئے گا اور نہ وہ کسی مشرک کو چھوئیں گے۔ اللہ نے وفات کے بعد بھی اس عہد کا پاس رکھا۔

بر معونہ کا المیہ (صفر ۴، ہجری) | حادثہ رجب ہی کے زمانے میں ایک اور المیہ پیش آیا، جو رجب سے بھی زیادہ المناک تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے

کہ ابو براء عامر بن مالک۔ جو ”مُلاَءِبُ الْأَسِنَّةِ“ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ مدینہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی اور یہ توقع ظاہر کی کہ اگر اہل نجد کے پاس

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۴۵، ۳۹۸۹، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸۔ سیرت ابن ہشام، ۲/۱۶۹، ۱۷۹۔

تبلیغ کے لئے آدمی بھیج دیئے جائیں تو وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ میری پناہ میں ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر (۷۰) مبلغین بھیج دیئے۔ انہوں نے ”بزمِ معونہ“ پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت حرام بن لحان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک لے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ اس نے خط پڑھنے کے بجائے ایک آدمی کو حکم دیا اور اس نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے اس طرح نیزہ مارا کہ وہ آریار ہو گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔“

پھر فوراً ہی اس اللہ کے دشمن نے باقی صحابہ پر حملے کے لئے بنو عامر کو آواز دی، مگر ابو براء کی پناہ کے پیش نظر انہوں نے اس کی آواز پر کان نہ دھرے، لہذا اس نے بنو سلیم کو آواز دی اور اس کی چند شاخوں، رعل، ذکوان اور غصیہ نے آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ صرف کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچ رہے۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ وہ شداء کے درمیان سے اٹھالائے گئے۔ پھر زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے اور عمرو بن امیہ ضمری، منذر بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا، تو حادثے کی نوعیت سمجھ گئے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر منذر رضی اللہ عنہ نے لڑتے بھڑتے شہادت حاصل کی اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ قید کر لئے گئے۔ جب عامر بن طفیل کو بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے، تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے، جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی، انہیں آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہلے۔ راستے میں ”قرقرہ“ نامی ایک مقام پر پہنچے تو بنو کلاب کے دو آدمی ملے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا، حالانکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد تھا۔ چنانچہ جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ نے فرمایا:

”تم نے ایسے دو آدمی قتل کئے ہیں جن کی دیت مجھے دینی ہوگی۔“

رسول اللہ ﷺ کو رجوع اور بزمِ معونہ کے ان حادثات سے سخت رنج و الم پہنچا۔ یہ دونوں حادثے ایک ہی مہینے یعنی صفر ۴ ہجری میں پیش آئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ دونوں واقعات کی خبر آپ کو ایک ہی رات میں پہنچی تھی۔ آپ نے ان قاتلوں پر تیس روز تک نماز فجر میں بدو عافرائیٰ، یہاں تک کہ اللہ نے ان شہداء کی طرف سے یہ پیغام نازل کیا کہ:

”ہماری قوم کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔“

اس کے بعد آپ نے قنوت ترک فرمادیا۔^①

غزوہ بنی نضیر (ربیع الاول ۴ ہجری) بنو نضیر نے بزمِ معونہ والوں کے ساتھ غداری کرنے والے عضل اور قارہ سے بھی زیادہ ایک

خصیث سازش کی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کے ساتھ جمع ہوں، تاکہ آپ سے قرآن و اسلام کی بات سنیں، منافقہ کریں، اور مطمئن ہو جائیں تو ایمان بھی لائیں۔ چنانچہ اس پر اتفاق ہو گیا۔ جب کہ ان بد معاشوں نے آپس میں ملے کر رکھا تھا کہ ہر آدمی کپڑے کے اندر خنجر چھپا کر چلے اور نبی ﷺ کو غفلت کی حالت میں اچانک قتل کر دیں۔ مگر آپ کو عین وقت پر خبر ہو گئی اور آپ ﷺ نے ان کی جلا وطنی کا فیصلہ کر لیا۔^②

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے واپس آکر جب بنو کلاب کے دو آدمیوں کے قتل کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، تاکہ وہ معاملہ کے مطابق ان دونوں مقتولین کی دیت کی ادائیگی میں اعانت کریں۔ انہوں نے کہا:

”ابو القاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے۔ ہم آپ کی ضرورت پوری کئے

① صحیح بخاری، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۲۸۱۳، ۲۸۱۴، ۳۰۶۲، ۳۱۷۰، ۳۰۸۸، ۳۰۸۹، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۰۹۵، ۳۰۹۶، ۳۰۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳

دیتے ہیں۔“

چنانچہ آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انتظار میں بیٹھ گئے اور یہود آپس میں اکٹھے ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور انہوں نے کہا:

”کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر جائے اور آپ کے سر پر گرا دے؟“

اس پر بد بخت ترین یہودی عمرو بن جحاش اٹھا۔ ادھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر نبی ﷺ کو ان کے ارادے کی خبر کر دی۔ چنانچہ آپ تیزی سے اٹھے اور مدینہ چلے آئے۔ بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ سے آن ملے اور آپ نے انھیں سازش کی اطلاع دی۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہود کے پاس بھیج کر کہلایا:

”مدینہ سے نکل جاؤ۔ اب میرے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتے۔ تمہیں دس دن کی مہلت

ہے۔ اس کے بعد جو پایا جائے گا اس کی گردن مار دی جائے گی۔“

اس نوٹس پر یہود نے چند دن تک سفر کی تیاریاں کیں، لیکن اسی دوران رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ ”ڈٹ جاؤ اور نہ نکلو“ میرے پاس دو ہزار مردان ضرب و حرب ہیں، جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعوں میں داخل ہوں گے اور تمہاری حفاظت کی خاطر جان دے دیں گے۔“

﴿لَئِنْ أَخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ

لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ (الحشر ۵۹/۱۱)

”اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں

ہر گز کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔“

اور بنو قریظہ اور غطفان بھی تمہاری مدد کریں گے۔ یہ سن کر یہود نے قوت محسوس کی

اور رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے آپ کو جو کرنا ہے کر لیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تکبیر کہی۔ اور مدینہ

کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بنو نضیر کے علاقے کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں

پناہ لی اور اسلامی لشکر پر تیر اور پتھر برسائے، چونکہ کھجور کے درخت اور باغات ان کے لئے سپر کا کام دے رہے تھے، اس لئے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں کاٹ اور جلا دیا جائے۔ اس سے ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ چھ روز کے بعد اور کہا جاتا ہے کہ پندرہ روز کے بعد انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ وہ مدینہ سے جلا وطن ہو جائیں گے۔ اس موقع پر بنو قریظہ بھی ان سے الگ تھلگ رہے منافقین کے سردار اور ان کے حلیفوں نے بھی خیانت کی۔

﴿كَمْثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنْ بَرِيءٌ مِنْكَ﴾ (الحشر ۵۹/۱۶)

”جیسے شیطان انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ ہتھیار کے سوا جو ساز و سامان چاہیں لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ ان سے جو کچھ ہو سکا لے گئے، حتیٰ کہ گھروں کے دروازے، کھڑکیاں، کھونٹیاں اور چھتوں کی کڑیاں تک اکھاڑ کر لے گئے۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا:

﴿يُخْرِئُونَ بِيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ (الحشر ۵۹/۲)

”وہ اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں اپنے گھر برباد کر رہے تھے۔ پس اے اہل بصیرت! عبرت پکڑو۔“

جلا وطنی کے بعد ان کی اکثریت اور بڑے لوگوں نے خیبر میں قیام کیا اور ایک چھوٹا گروہ ملک شام جا بسا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین اور علاقہ خاص ”مہاجرین اولین“ میں تقسیم فرمایا، صرف دو انصاری ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو ان کی تنگ دستی کے سبب اس میں سے عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ اسی میں سے اپنی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے اور اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لئے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرماتے تھے۔ آپ نے ان کے پاس سے بچاس خود اور تین

سوتلواریں بھی پائیں۔^①

غزوہ بدر دوم (شعبان ۴، ہجری) | گزر چکا ہے کہ ابوسفیان نے ”احد“ میں اگلے سال جنگ کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ شعبان ۴ ہجری کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے وعدے کے مطابق بدر کا رخ کیا اور وہاں آٹھ دن ٹھہر کر ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اور دس گھوڑے تھے۔ جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور مدینہ کا انتظام عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا۔ ادھر ابوسفیان بھی پچاس سوار سمیت دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور ”مَرَّ الظَّهْرَانِ“ پہنچ کر مجنہ کے مشہور چشمے پر پڑاؤ ڈالا، لیکن شروع سے اس پر رعب طاری تھا، چنانچہ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ:

”جنگ اسی وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ جانور چرسکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے، لہذا میں واپس جا رہا ہوں۔ تم لوگ بھی واپس چلے چلو۔ اس پر پورا لشکر کسی مخالفت کے بغیر واپس ہو گیا۔“

مسلمانوں نے بدر میں ٹھہر کر اپنا سامان تجارت بیچا اور ایک درہم کے دو درہم بنائے، پھر اس شان سے واپس آئے کہ ہر دشمن پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور ہر جانب امن و امان قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک سال سے زیادہ گزر گیا اور دشمنوں کو کچھ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ اس کی بدولت رسول اللہ ﷺ نے آخری حدود تک امن پھیلانے کا موقع پایا۔ چنانچہ ربیع الاول ۵ ہجری میں ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے ”دومۃ الجندل“ تشریف لے گئے۔ اوریوں ہر چار جانب امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔^②

① صحیح بخاری، ترجمۃ باب حدیث بنی النضیر، حدیث: ۲۳۲۶، ۲۹۰۴، ۳۰۹۴، ۴۰۲۹، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲،

۴۰۳۳، ۴۶۳۵، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۵، ۵۳۵۷، ۵۳۵۸، ۶۷۲۸، ۷۳۰۵۔ سیرت ابن ہشام،

۱۹۰/۲، ۱۹۲، زاد المعاد، ۷۱/۲، ۱۱۰۔

② سیرت ابن ہشام، ۲۰۹/۲، ۲۱۰۔ زاد المعاد، ۱۱۲/۲۔

غزوہ خندق

﴿شوال و ذی قعدہ ۵ ہجری﴾

جیسا کہ گزر چکا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو حکیمانہ اقدامات کئے تھے، ان کی بدولت ہر طرف امن و امان چھا گیا تھا۔ چنانچہ غزوہ بنو نضیر کے بعد ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ایسا لگتا تھا کہ اب مسلمان اپنے دین کی اشاعت اور اپنے احوال کی اصلاح کے لئے کلی طور پر فارغ ہو جائیں گے، لیکن یہ یہود تھے۔ جنہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے سانپ اور سانپوں کی اولاد کہا ہے۔ جنہیں گوارا نہ تھا کہ مسلمان چین کا سانس لے سکیں۔ چنانچہ خیبر میں قیام کرنے اور مطمئن ہو جانے کے بعد انہوں نے سازشیں اور پس پردہ حرکتیں شروع کر دیں اور اہل مدینہ کے خلاف ”قبائل عرب“ کا ایک نہایت زبردست لشکر لانے میں کامیاب ہو گئے۔

”اہل سیر“ کہتے ہیں کہ یہود خیبر کے بیس سردار اور رہنما قریش کے پاس گئے اور انہیں مدینہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش اس کے لئے تیار ہو گئے تو یہ لوگ بنو عطفان کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی بات مان لی۔ اس کے بعد دوسرے قبائل میں گھومے اور ان میں سے متعدد قبائل نے جنگ لڑنی منظور کر لی۔ اس کے بعد سارے قبائل کو ایک منظم پلان کے تحت اس طرح حرکت دی کہ سب کے سب ایک ہی وقت مدینہ کے اطراف میں پہنچ گئے۔

شوری اور خندق | اس اجتماع اور حرکت کی خبر بروقت مدینہ پہنچ گئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ یہ رائے پسند کی گئی اور اسی پر اتفاق ہو گیا۔

چونکہ مدینہ کے مشرق، مغرب اور جنوب تین اطراف میں لاوے کی چٹانیں ہیں، اس

لئے صرف شمال کی طرف لشکر کے داخلہ کے لائق ہے، لہذا رسول اللہ ﷺ نے اسی جانب حرہ شرقیہ اور غربیہ کے درمیان کا سب سے تنگ مقام منتخب کیا۔ جو کم و بیش ایک میل ہے۔ وہاں خندق کھود کر دونوں حروں کو ملا دیا۔ مغرب میں یہ خندق سلع پہاڑی کے شمال سے شروع ہوتی تھی اور مشرق میں مقام شیخین کے پاس حرہ شرقیہ کے ایک بڑھے ہوئے سرے سے جا ملتی تھی۔

آپ نے ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا اور خود خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں شریک ہو گئے۔ لوگ رجز پڑھتے اور آپ جواب دیتے، نیز آپ رجز پڑھتے اور لوگ جواب دیتے تھے۔ ﴿لوگوں نے خندق کھودنے میں بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ بالخصوص جاڑے اور بھوک کی شدت﴾ چنانچہ تھیلی بھر جو لائے جاتے اور بو دینے والی چکنائی کے ساتھ (کھانا) بنایا جاتا، لوگ اسی کو کھالیتے، حالانکہ حلق سے اس کا گزرنا مشکل ہوتا۔ ﴿لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھے ہوئے دکھائے، تو آپ نے انھیں اپنے پیٹ پر دو پتھر دکھلا دیئے۔﴾

خندق کی کھدائی کے دوران بعض نشانیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بھوک کی سختی دیکھی تو صبر نہ کر سکے۔ اپنی بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور ان کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو پیسا۔ پھر انہوں نے خفیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو چند صحابہ سمیت دعوت دی، مگر رسول اللہ ﷺ سارے اہل خندق کے ساتھ جن کی تعداد ایک ہزار تھی، چل پڑے اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی ہانڈی بھری ہوئی ابلتی رہی اور آٹے سے روٹی پکتی رہی۔ ﴿اسی طرح نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن اپنے والد اور ماموں کے لئے تھیلی بھر کھجور لے کر گئیں تو رسول اللہ نے اسے کپڑے کے اوپر بکھیر

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۸۳۷، ۳۰۳۴، ۴۱۰۴، ۴۱۰۶، ۶۶۲۰، ۶۶۳۶۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۰۰۔

③ ترمذی، زند، باب معیشتہ اصحاب النبی ﷺ، حدیث: ۲۳۷۱۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲۔

کر سارے اہل خندق کو دعوت دے دی۔ اور سب کھا کھا کر چلے گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گری جا رہی تھیں۔^①

خندق کی کھدائی کے دوران حضرت جابر اور ان کے ساتھیوں کے حصے میں ایک سخت چٹان نما زمین آگئی۔ نبی ﷺ سے کہا گیا، تو آپ نے اتر کر کدال ماری اور وہ بھر بھری ریت میں بدل گئی۔^② اسی طرح حضرت براء کے ساتھیوں کا ایک چٹان سے سامنا ہوا۔ نبی ﷺ نے اتر کر ”بسم اللہ“ کہا اور کدال سے ایک ضرب لگائی، تو ایک ٹکڑا کٹ گیا اور اس سے ایک روشنی نکلی، آپ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں اور اس وقت میں اس کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔“ اس کے بعد آپ نے دوسری ضرب لگائی اور فتح فارس کی خوشخبری سنائی۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فتح یمن کی خوشخبری سنائی اور پوری چٹان کٹ گئی۔^③

خندق کے آرپار ادھر قریش اور ان کے پیروکار چار ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ ان کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا سالار ابو سفیان تھا اور جھنڈا عثمان بن طلحہ عبد ری نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے ”مجمع الاسیال“ میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسری طرف غطفان اور ان کے پیروکار ”اہل نجد“ چھ ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ اور احد کے دامن میں وادی نغمی کے آخری سرے پر خیمہ زن ہوئے۔ مدینہ کی دیواروں تک ایسے زبردست لشکر کا پہنچ جانا بڑی سخت آزمائش اور خطرے کا باعث تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِذْ جَاءَكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَنَظُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۚ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا ۖ﴾ (الأحزاب ۳۳/۱۰-۱۱)

① سیرت ابن ہشام ۲/۲۱۸۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۰۱۔

③ مسند احمد، سنن نسائی ۲/۵۶۔

”جب وہ تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب نگاہیں کج ہو گئیں، دل حلق کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مؤمنین کو آزمایا گیا۔ اور انہیں شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا۔“

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مؤمنین کو ثابت قدم رکھا، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۚ﴾ (الأحزاب ۲۲/۳۳)

”اور جب اہل ایمان نے ان جھتھوں کو دیکھا، تو کہنے لگے یہ تو وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس حالت نے ان کے جذبہ ایمان و اطاعت کو کچھ اور ہی بڑھا دیا۔“

البتہ منافقین اور بیمار دلوں کا حال یہ ہوا کہ انہوں نے کہا:

﴿مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۚ﴾ (الأحزاب ۳۳/۱۲)

”کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، وہ محض فریب تھا۔“

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو منتظم مقرر کیا، عورتوں اور بچوں کو گڑھیوں میں محفوظ کیا۔ پھر تین ہزار کا لشکر لے کر نکل پڑے اور جبل سلع کو پشت پر کر کے قلعہ بندی کی شکل اختیار کر لی۔ سامنے خندق تھی جو مسلمان اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

ادھر مشرکین نے قرار یابی کے بعد تیار ہو کر مدینہ کی طرف پیش قدمی کی۔ جب مسلمانوں کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چوڑی سی خندق ان کے اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھوپکا رہ گئے۔ ابو سفیان نے بے ساختہ کہا:

«تِلْكَ مَكِيدَةُ مَا عَرَفَهَا الْعَرَبُ»

”یہ ایسی چال ہے کہ جس کو عرب جانتے ہی نہیں۔“

اب انہوں نے خندق کے گرد غیظ و غضب کے ساتھ چکر کاٹنا شروع کیا، انہیں کسی ایسے نقطے کی تلاش تھی جہاں سے خندق پار کر سکیں۔ لیکن مسلمان ان پر تیر بر سا کر انہیں خندق کے

قریب آنے نہیں دے رہے تھے، تاکہ وہ اس میں نہ کود سکیں اور نہ مٹی ڈال کر راستہ بنا سکیں۔ مجبوراً مشرکین کو مدینے کا محاصرہ کرنا پڑا، حالانکہ وہ اس کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے، کیونکہ چلتے وقت یہ منصوبہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا، لیکن بہر حال اب وہ روزانہ دن میں نکلتے اور خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب کہ مسلمان پورے راستہ پر ان کے سامنے موجود ہوتے اور تیروں اور پتھروں سے ان کا استقبال کرتے تھے۔ مشرکین نے کئی بار بڑی زبردست کوشش کی اور پورا پورا دن اسی میں صرف کر دیا، لیکن مسلمان بھی دفاع میں ڈٹے رہے، یہاں تک کہ ان کی اور رسول اللہ ﷺ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں اور سورج ڈوبنے کے قریب یا ڈوبنے کے بعد ہی انہیں ادائیگی کا موقع مل سکا۔ ﴿اس وقت تک نماز خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔

ایک روز مشرکین کے شمسواروں کی ایک جماعت نے، جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کر لی اور ان کے گھوڑے خندق اور سلع کے درمیان چکر کاٹنے لگے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور جس مقام سے انہوں نے خندق پار کی تھی، اسے قبضے میں لے کر ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس پر عمرو بن عبدود نے مبارزت کے لئے لاکارا۔ وہ بڑا جری اور سفاک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ کہہ کر اسے بھڑکا دیا اور وہ گھوڑے سے اتر آیا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر وار کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا اور باقی مشرکین بھاگ نکلے۔ وہ اس قدر مرعوب تھے کہ عکرمہ نے بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ چھوڑ دیا اور نوفل بن عبد اللہ خندق میں جا کر اسے مسلمانوں نے تہ تیغ کر دیا۔

اس جنگ میں فریقین کے صرف چند افراد مارے گئے۔ یعنی دس مشرک اور چھ مسلمان۔ ایک تیر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہو تو اس کے لئے انھیں زندہ رکھے، ورنہ اسی زخم کو ان کی موت کا سبب بنا دے، البتہ اپنی دعائیں یہ بھی کہا کہ:

”مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔“^①

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد میں بندھے ہوئے تھے، لیکن اس غزوے کے دوران بنو نضیر کے سردار حنی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آکر بڑے ڈھنگ سے عہد شکنی پر آمادہ کیا۔ چنانچہ قدرے پس و پیش کے بعد کعب نے عہد توڑ دیا اور قریش اور مشرکین کے ساتھ ہو گیا۔

بنو قریظہ مدینہ کے جنوب میں تھے، جب کہ مسلمانوں کا مورچہ شمال میں تھا، لہذا بنو قریظہ اور مسلمان عورتوں اور بچوں کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ تھی اور انہیں سخت خطرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے مسلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہا کو دوسو اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمی دے کر عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے بھیجا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مزید چند انصار صحابہ کے ساتھ اس خبر کی تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ گئے تو یہود کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا۔ انہوں نے علانیہ گالیاں بکسیں، دشمنی کی باتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی۔ کہنے لگے:-

”اللہ کا رسول کون ---؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔“

یہ سن کر وہ لوگ واپس آگئے اور رسول اللہ ﷺ سے صرف اتنا کہا:

”عضل وقارہ۔“

یعنی جس طرح عضل اور قارہ نے اصحاب رجب کے ساتھ بد عہدی کی تھی، اسی طرح یہود بھی بد عہدی پر تلے ہوئے ہیں۔^② لوگوں کو صورت حال سمجھ میں آگئی اور ان پر سخت خوف طاری ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ زَاغَتْ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ

① صحیح بخاری، ۴۶۳، ۳۹۰، ۴۱۲ - سیرت ابن ہشام، ۲/۳۳۷۔

② سیرت ابن ہشام، ۲/۲۲۱۔

الْظُّنُونَا ۖ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ ﴿١٠﴾
(الأحزاب ۳۳/۱۰-۱۱)

”جب نگاہیں کج ہو گئیں، دل حلق کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مؤمنین کو آزمایا گیا۔ اور انہیں شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا۔“

اسی موقع پر نفاق نے بھی سر نکالا۔ چنانچہ بعض منافقین نے کہا: ”محمد تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانے کھائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ قضائے حاجت کے لئے نکلنے میں بھی جان کی خیر نہیں۔“
بعض اور منافقین نے کہا:

﴿مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾ ﴿١٢﴾ (الأحزاب ۳۳/۱۲)

”ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ کیا تھا، وہ فریب کے سوا کچھ نہیں۔“
ایک اور گروہ نے کہا

﴿يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا﴾ ﴿١٣﴾ (الأحزاب ۳۳/۱۳)

”اے اہل یثرب! تمہارے لئے ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، لہذا واپس چلو۔“
اور ایک فریق نے بھاگنا چاہا اور نبی ﷺ سے اجازت لینے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ:

﴿إِنْ يَبُوءْنَا عَوْرَةً﴾ ﴿١٤﴾ (الأحزاب ۳۳/۱۳)

”ہمارے گھر خالی پڑے ہیں، ان کا کوئی نگران نہیں۔“
حالانکہ وہ خالی نہ تھے۔ ﴿١٥﴾

بہر حال جب بنو قریظہ کی غداری کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ کو رنج و قلق ہوا۔ آپ نے اپنا چہرہ اور سر کپڑے سے ڈھک لیا اور دیر تک چت لیٹے رہے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور مسلمانوں کو فتح و نصرت کی خوشخبری دی۔

﴿الدرا المنثور عن ابن اسحاق وابن جرير والبيهقي وابن المنذر ۳۵۶/۵- آیت مذکورہ کی تفسیر﴾
﴿الدرا المنثور عن ابن اسحاق وابن جرير والبيهقي وابن المنذر ۳۵۶/۵- آیت مذکورہ کی تفسیر﴾

پھر آپ نے چاہا کہ عیینہ بن حصن کے پاس پیغام بھیج کر مدینہ کے ایک تہائی پھل پر مصالحت کر لیں اور وہ بنو غطفان کو لے کر واپس چلا جائے، لیکن انصار کے دونوں سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اسے منظور نہ کیا اور کہا:

”جب ہم لوگ اور یہ لوگ دونوں شرک پر تھے، تب تو یہ لوگ ایک دانے کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، تو بھلا اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے نوازا ہے اور آپ کے ذریعہ عزت بخشی ہے، ہم انہیں اپنا مال دیں گے؟ واللہ! ہم انہیں صرف تلواریں دیں گے۔“

اس پر آپ نے ان دونوں کی رائے کو درست قرار دیا۔

احزاب میں پھوٹ اور غزوے کا خاتمہ | اللہ کے کام بھی نرالے ہیں۔ ابھی حالات اسی سنگین مرحلے سے گزر رہے تھے کہ

نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا اور وہ قریش اور یہود کے دوست تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ:

”یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں، لہذا آپ مجھے کوئی حکم فرمائیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ”تم فقط ایک آدمی ہو، اس لئے کہہ ہی کیا سکتے ہو، البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو، کیونکہ جنگ تو چال بازی کا نام ہے۔“

اس پر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے ہاں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا تو اعزاز و اکرام کیا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

”آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق خاطر ہے۔ اب میں آپ لوگوں کو ایک بات بتا رہا ہوں، اسے میری طرف سے چھپائے رکھیں گے۔“

انہوں نے کہا ”جی ہاں۔“ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

”بنو قینقاع اور بنو نضیر پر جو گزر چکی ہے، اسے آپ جانتے ہی ہیں۔ اب آپ لوگوں نے قریش اور غطفان کا ساتھ دیا ہے، مگر ان کا معاملہ آپ جیسا نہیں ہے۔ یہ علاقہ آپ کا اپنا علاقہ ہے۔ یہاں آپ کے بال بچے ہیں، عورتیں ہیں اور مال و دولت ہے۔

آپ لوگ یہاں سے کہیں اور نہیں جاسکتے۔ جب کہ ان کا علاقہ، مال و دولت، عورتیں اور بال بچے دور دراز ہیں۔ انہیں موقع ملا تو کوئی قدم اٹھائیں گے، ورنہ اپنے علاقے کی راہ لیں گے اور آپ کو محمد (ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے اور وہ جس طرح چاہیں گے انتقام لیں گے۔

یہ سن کر وہ چونک پڑے، بولے ”اب کیا کیا جاسکتا ہے؟“
حضرت نعیم نے کہا: ”جب تک وہ اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوتا۔“

انہوں نے کہا ”آپ نے بہت درست رائے دی ہے۔“
اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے قریش کا رخ کیا اور ان کے سرداروں کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے کہا:

”آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ سے محبت و خیر خواہی ہے۔“
انہوں نے کہا ”جی ہاں۔“

حضرت نعیم نے کہا: ”تو میں آپ کو ایک بات بتا رہا ہوں، اسے میری جانب سے چھپائے رکھیں۔“
انہوں نے کہا: ”ہم ایسا ہی کریں گے۔“

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا ”بات یہ ہے کہ یہود نے محمد (ﷺ) سے جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ نادم ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ آپ لوگ انہیں محمد (ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے، لہذا انہوں نے محمد (ﷺ) سے مراسلت کی ہے کہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمالی لے کر ان کے حوالے کر دیں۔ پھر آپ لوگوں کے خلاف ان سے اپنا معاملہ استوار کر لیں اور محمد (ﷺ) اس پر راضی ہو گئے ہیں، لہذا آپ لوگ چونکاریں اور اگر وہ آپ سے یرغمالی طلب کریں تو ہرگز نہ دیں۔“

اس کے بعد غطفان کے پاس بھی جاکر یہی بات دہرائی اور ان کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔

اس باحکمت تدبیر سے دلوں میں شبہات پیدا ہو گئے اور پھوٹ پڑ گئی۔ چنانچہ ابو سفیان نے بنو قریظہ کے پاس ایک وفد بھیجا کہ کل جنگ کی جائے۔ بنو قریظہ نے کہا ”ایک تو کل ہفتہ کا دن ہے اور ہم پر جو عذاب آیا“ اس روز شریعت کے حکم سے تجاوز کرنے کے سبب آیا۔ دوسرے آپ جب تک ہمیں کچھ یہ غمائی نہ دیں، ہم آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کریں گے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے اپنے علاقوں کی راہ لیں۔“ اس پر قریش اور غطفان نے کہا کہ ”واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا“ اور قریش نے یہود کو کہلوا بھیجا کہ ”ہم آپ کو کوئی یہ غمال نہ دیں گے۔ آپ لوگ جنگ کے لئے نکل پڑیں۔“ اس پر یہود نے کہا کہ ”واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا۔“ اس طرح فریقین کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی۔

اس دوران مسلمان یہ دعا کر رہے تھے:

”اَللّٰهُمَّ اسْتَرْعُوْا اَتِنَا وَاَمِنْ رَّوْعَاتِنَا“

”کہ اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے۔“ ①

اور نبی ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے دعا فرمائی:

”اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَكِّرْ لَهُمْ“

”اے اللہ! اے کتاب (قرآن) اتارنے والے، اے جلد حساب لینے والے، انہیں

شکست دے دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“ ②

اللہ نے دعا قبول کی اور مشرکین پر تند ہواؤں اور فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ جس نے ان کو ہلا ڈالا۔ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کی ہانڈیاں الٹ دیں۔ ان کے خیمے اکھیڑ دیئے اور کڑکڑاتی سردی نے الگ مار ماری اور ان کی کوئی چیز اپنی جگہ نہ رہ سکی۔ چنانچہ انہوں نے کوچ کی تیاری شروع کر دی۔

① مسند احمد۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۳۳، ۴۱۱۵، ۶۳۹۲، ۷۸۹۷۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ وہ کفار کے محاذ کے اندر تک گئے اور واپس آئے، انہیں قطعاً سردی نہ لگی، بلکہ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ گرم پانی کے حمام میں ہیں۔ انہوں نے واپس آکر (دشمن) قوم کی واپسی کی اطلاع دی اور سو گئے۔ ﴿صبح ہوئی تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار کی طرف کا میدان جنگ صاف ہے۔﴾
 ”اللہ نے کفار کو کسی خیر کے بغیر غیظ و غضب سمیت واپس کر دیا تھا اور ان سے جنگ کے لئے تنہا ہی کافی ہوا تھا۔ اور اللہ قوی و عزیز ہے۔“ ﴿۱﴾

اس غزوے کی ابتدا شوال ۵ ہجری میں اور انتہا ایک مہینے بعد ذی قعدہ میں ہوئی۔ یہ مدینہ پر ضرب لگانے اور اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لئے دشمنان اسلام کی سب سے بڑی کوشش تھی، لیکن اللہ نے انہیں نامراد کیا اور ان کی سازش ناکام بنا دی اور ان طاقتوں کے مجموعی طور پر ناکام ہونے کے معنی یہ تھے کہ اب چھوٹے چھوٹے متفرق گروہ مدینہ کا رخ کرنے کی ہمت بدرجہ اولیٰ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

«الآن نَغْزُوهُمْ، وَلَا يَغْزُونَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ»

”اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے۔ اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔“ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ صحیح مسلم، الجہاد۔

﴿۲﴾ بنو قریظہ سمیت اس غزوے کی تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت ابن ہشام، ۲/۲۳۳، ۲۷۳۔ زاد المعاد، ۲/۷۲، ۷۴۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۰۹، ۳۱۱۰۔



غزوہ بنو قریظہ

﴿ذی قعدہ ۵ ہجری﴾

رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس آنے کے بعد ابھی ہتھیار اور کپڑے اتار کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بنو قریظہ کی طرف نکلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ”میں آگے آگے جا رہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا“ اور یہ کہہ کر فرشتوں کے جلو میں روانہ ہو گئے۔^①

ادھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں منادی کرائی کہ جو شخص ”سمع و طاعت“ پر قائم ہے، وہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔“^② اس کے بعد مدینے کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کا پھریرا دے کر ایک جماعت کے ساتھ آگے روانہ فرما دیا۔ بنو قریظہ نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ہرزہ سرائی کی۔ ادھر اعلان سن کر مسلمان بھی جھٹ پٹ تیار ہوئے اور نکل پڑے، بعض لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے وہیں نماز پڑھ لی اور کچھ لوگوں نے بنو قریظہ پہنچنے تک مؤخر کی۔ رسول اللہ ﷺ بھی مہاجرین و انصار کے جلو میں نکلے اور بنو قریظہ کے ”انا“ نامی ایک کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ انہیں لڑائی کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے سختی سے محاصرہ جاری رکھا۔ یہود نے

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۸۱۳، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۲۲۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۹۳۶، ۳۱۱۹۔

جب دیکھا کہ محاصرہ طول پکڑ رہا ہے، تو چاہا کہ اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے مشورہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ ابو لہبہ کو بھیج دیں، تاکہ ان سے مشورہ کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے ابو لہبہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، انہیں دیکھ کر مرد حضرات ان کی طرف دوڑ پڑے، عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابو لہبہ رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی۔ یسود نے کہا:

”کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم محمد کے فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں؟“
انہوں نے کہا: ”ہاں۔“

اور ساتھ ہی ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے، لیکن انہیں فوراً احساس ہوا کہ اشارہ کر کے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ سیدھے مسجد نبوی پہنچے اور اپنے آپ کو اس کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ اب انہیں رسول اللہ ﷺ ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ میرے پاس آگئے ہوتے تو میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیتا، لیکن جب وہ وہی کام کر بیٹھے ہیں تو اب ہم بھی انہیں چھوڑے رکھیں گے، یہاں تک کہ اللہ ہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے۔“ ﴿۱﴾

ادھر طوالت محاصرہ کے ساتھ ہی بنو قریظہ کے حوصلے ٹوٹ گئے، چنانچہ پچیس روز کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا کہ آپ جو فیصلہ مناسب سمجھیں کریں۔ آپ نے مردوں کو باندھ لیا اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کر لیا۔ قبیلہ اوس کے لوگ عرض پرداز ہوئے کہ: ”ہمارے ان حلفاء پر احسان فرمائیں جس طرح خزرج کے حلفاء بنو قیظہ پر احسان فرمایا تھا۔“

آپ نے فرمایا ”کیا آپ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟“

انہوں نے کہا ”کیوں نہیں۔“

آپ نے فرمایا ”تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے حوالے ہے۔“

اوس کے لوگوں نے کہا ”ہم اس پر راضی ہیں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق میں جو زخم لگا تھا اس کی وجہ سے وہ مدینہ میں تھے۔ انہیں گدھے پر سوار کر کے لایا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا ”اپنے سردار کی جانب اٹھو۔“

چنانچہ لوگ اٹھ کر ان کے استقبال کو گئے اور انہیں دونوں طرف سے گھیر لیا۔ کہنے لگے ”سعد! اپنے حلیفوں کے بارے میں حسن سلوک کیجئے گا۔“

حضرت سعد خاموش تھے، کچھ جواب نہیں دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے گزارش کی بھرمار کر دی تو بولے: ”اب وقت آگیا ہے کہ سعد کو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں۔“

یہ سن کر بعض لوگ وہیں سے مدینہ پلٹ آئے اور قیدیوں کی موت کا اعلان کر دیا۔ جب حضرت سعد اتر چکے اور انہیں بتلایا گیا کہ بنو قریظہ ان کی ثالثی پر راضی ہیں۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ:

”مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں، بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال تقسیم کر دیئے جائیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے، جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔“ ①

یہ فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق بھی، بلکہ ان کی شریعت کے فیصلے کے مقابلے میں زیادہ رحم و نرمی پر مبنی تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد بنو قریظہ کو مدینہ لایا گیا اور بنو نجار کی

ایک عورت، جو حارث کی صاحبزادی تھیں، کے گھر میں قید کر دیا گیا اور مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں، پھر انہیں ایک ایک گروہ کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ ان کی تعداد چار سو اور کہا جاتا ہے کہ چھ سو اور سات سو کے درمیان تھی۔

انہی کے ساتھ بنو نضیر کا سردار حُیَیْنی جی بن اخطب بھی مارا گیا۔ یہ یہود کے ان بیس سرداروں میں سے ایک تھا، جنہوں نے قریش اور غطفان کو غزوہ احزاب کے لئے تیار کیا تھا۔ پھر بنو قریظہ کے پاس آکر انہیں عہد شکنی پر درغلائیا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کے مشکل ترین اوقات میں ان کے ساتھ غداری کی تھی اور غداری کرتے وقت حُیَیْنی سے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ بھی ان کے ساتھ رہے گا اور جو حشر ان کا ہو گا وہی اس کا بھی ہو گا، چنانچہ محاصرہ اور ہتھیار ڈالنے کے دوران یہ بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

بنو قریظہ کے چند افراد ہتھیار ڈالنے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بعض لوگوں کو ہیہہ کروایا گیا تھا، انہیں بھی چھوڑ دیا گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کی ایک عورت بھی قتل کی گئی، کیونکہ اس نے چکی پھینک کر حضرت خلد بن سید بنیٰؓ کو قتل کر دیا تھا۔ ہتھیار اور اموال جمع کئے گئے۔ ڈیڑھ ہزار تلواریں، تین سو زہیں، دو ہزار نیزے، پانچ سو ڈھال، بہت سا سامان، بہت سے برتن، اونٹ اور بکریاں جمع ہوئیں۔ آپ نے کھجوروں (درخت) اور قیدیوں سمیت ان سب کا خمس نکال کر بقیہ مال غنیمت فوجیوں پر تقسیم کر دیا، جو پیدل تھا اسے ایک حصہ اور جو شہسوار تھا اسے تین حصے دیئے۔ ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

قیدیوں کو نجد بھیج کر ان کے بدلے ہتھیار خرید لئے گئے، البتہ نبی ﷺ نے ان میں سے حضرت ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنظلہ کو اپنے لئے منتخب کیا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ انہیں اپنی ملکیت میں رکھا ﴿۱﴾ اور کہا جاتا ہے کہ انہیں آزاد کر کے شادی کر لی۔ حجۃ الوداع کے

﴿۱﴾ یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔ دیکھئے سیرت ابن ہشام ۲/۲۴۵۔

بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ﴿۱۰﴾

جب بنو قریظہ کا کام تمام ہو چکا، تو بندہ صالح حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہو گئی۔ وہ مسجد نبوی کے ایک خیمے میں تھے، تاکہ نبی ﷺ قریب ہی سے ان کی عیادت کر لیا کریں۔ ان کے اوپر ایک بکری گزر گئی، جس سے زخم ٹوٹ کر (ہنسی) لبے کے پاس سے بہ پڑا اور اس قدر خون نکلا کہ ان کی وفات واقع ہو گئی۔ ﴿۱۱﴾ ان کا جنازہ مسلمانوں کے ساتھ فرشتوں نے بھی اٹھایا اور ان کی موت پر ”رحمن“ کا عرش لرز اٹھا۔ ﴿۱۲﴾

ادھر ابو لبابہ رضی اللہ عنہ پر چھ راتیں گزر چکی تھیں۔ نماز کے لئے ان کی بیوی انھیں کھول دیتی تھیں۔ اس کے بعد وہ پلٹ کر پھر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہ کے مکان میں ان کی توبہ نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہ نے انھیں بشارت دی، تو لوگ انھیں کھولنے کیلئے دوڑ پڑے مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ انھیں کوئی اور نہ کھولے گا۔ چنانچہ نبی ﷺ نماز فجر کیلئے نکلے تو انھیں کھول دیا۔ ﴿۱۳﴾

غزوہ بنو قریظہ کے بعد مسلمانوں کو مزید کئی عسکری کارروائیاں انجام دینی پڑیں۔ ان میں اہم کارروائیاں حسب ذیل ہیں:

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کا قتل (ذی الحجہ ۵ ہجری) | یہ شخص حجاز کا تاجر اور یہود خیر کا رئیس تھا اور ان

بڑے مجرمین میں سے ایک تھا، جنہوں نے اہل مدینہ کے خلاف جماعتوں کو ورغلانے اور لانے کا کام کیا تھا، چنانچہ جب مسلمان احزاب اور قریظہ سے فارغ ہو چکے ﴿۱۴﴾ تو خزرج کے

﴿۱۰﴾ تلمیح، ص: ۱۲۔

﴿۱۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۲۲۔

﴿۱۲﴾ صحیح مسلم، ۲/۲۹۴۔ جامع ترمذی، حدیث: ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، (۵/۶۴۷)۔

﴿۱۳﴾ تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ اور ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ اس غزوے کا سیاق بھی ابن ہشام اور زاد المعاد وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

﴿۱۴﴾ فتح الباری، ۴/۳۴۳۔

پانچ آدمی اس شخص کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ تاکہ کعب بن اشرف کو قتل کر کے اوس نے جیسا شرف حاصل کیا تھا، ویسا ہی شرف یہ لوگ بھی حاصل کر لیں۔

پھر یہ لوگ خیبر کے اطراف میں واقع اس کے قلعہ کے پاس پہنچے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ ان کے قائد عبد اللہ بن عتیکؓ نے کہا کہ:

”تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دروازے کے پہرے دار کے ساتھ کوئی لطیف حیلہ اختیار کرتا ہوں، ممکن ہے اندر داخل ہو جاؤں۔“

اس کے بعد وہ تشریف لے گئے اور دروازے کے قریب جاکر سر پر کپڑا ڈال کر یوں بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہیں۔ پہرے دار نے زور سے پکار کر کہا ”او اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو آ جاو رنہ میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں۔“

عبد اللہ بن عتیکؓ اندر داخل ہو گئے اور چھپ گئے، جب لوگ سو گئے، تو انہوں نے کنبیاں لیں اور دروازہ کھول دیا، تاکہ بوقت ضرورت بھاگنے میں آسانی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے ابو رافع کے حجرے کا رخ کیا۔ ادھر جاتے ہوئے جو دروازے کھولتے اسے اندر سے بند کر لیتے تاکہ لوگوں کو اگر ان کا پتہ لگ بھی جائے تو لوگوں کے پہنچنے سے پہلے وہ ابو رافع کو قتل کر لیں۔ جب اس کے حجرے میں پہنچے تو وہ اپنے بال بچوں کے درمیان تاریکی میں سو رہا تھا اور پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ لہذا انہوں نے آواز دی ”ابو رافع! اس نے کہا کون ہے؟ انہوں نے آواز کا رخ کیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی، لیکن چونکہ ہڑبڑائے ہوئے تھے، اس لئے کاری ضرب نہ لگی اور اس نے زور کی چیخ ماری۔ وہ جھٹ باہر نکل گئے اور آواز بدل کر آئے گویا مدد کرنے آئے ہیں۔ کہا ”ابو رافع! یہ کیسی آواز تھی؟“

اس نے کہا ”تیری ماں برباد ہو۔ ایک آدمی نے ابھی مجھے اس کمرے میں تلوار مار دی ہے۔“ اب انہوں نے دوبارہ اس کا رخ کیا اور تلوار کی ایسی زور دار ضرب لگائی کہ وہ خون میں لت پت ہو گیا، لیکن اب بھی قتل نہ ہو سکا، اس لئے انہوں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر دبا دی اور وہ پیٹھ تک جا رہی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ایک دروازہ کھولا اور باہر

نکلے۔ چاندنی رات تھی اور ان کی نگاہ کمزور، انہوں نے سمجھا زمین تک پہنچ چکے ہیں۔ پاؤں بڑھایا تو سیڑھی سے نیچے آ رہے اور پاؤں میں چوٹ آگئی۔ انہوں نے پگڑی سے پاؤں باندھا اور دروازے کے پاس چھپ رہے۔ جب مرغ نے آواز دی تو ایک آدمی نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ”میں اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔“ عبد اللہ بن عتیک نے جان لیا کہ وہ مرچکا ہے، لہذا اپنے ساتھیوں کے پاس آگئے اور سب نے مدینہ کی راہ لی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ان کے پاؤں پر دست مبارک پھیرا اور انہیں ایسا لگا کہ گویا کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ ﴿۱﴾

سید یمامہ، ثمامہ بن اثال کی گرفتاری (محرم ۶ ہجری) ثمامہ بن اثال، نبی ﷺ اور آپ کے دین اسلام کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ محرم ۶ ہجری میں مسیلہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر نبی ﷺ کو قتل کرنے نکلے۔ ﴿۲﴾ ادھر نبی ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو تیس سواروں کے ساتھ ”ضریہ“ کے اطراف میں، جو بصرہ کے راستہ میں مدینہ سے سات رات کے فاصلے پر واقع ہے، بنی بکر بن کلاب کی تادیب کے لئے بھیجا تھا۔ سواروں نے واپس آتے ہوئے راستہ میں ثمامہ کو پالیا۔ چنانچہ انہیں گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ وہاں سے گزرے تو فرمایا ”ثمامہ تمہارے نزدیک کیا ہے؟“

انہوں نے کہا ”اے محمد! میرے نزدیک خیر ہے، اگر قتل کرو تو ایک خون (قصاص) والے کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو تو ایک قدر داں پر احسان کرو گے اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگو، جو چاہو گے دیا جائے گا۔“

اس کے بعد آپ نے انہیں اسی حال میں چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر گزرے، اور پھر یہی گفتگو ہوئی، پھر تیسرے دن بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ: ”ثمامہ کو چھوڑ دو“

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۰۳۹، ۴۰۴۰۔

﴿۲﴾ السیرۃ الخلبیہ، ۲/۲۹۷۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں چھوڑ دیا، انہوں نے غسل کیا اور مسلمان ہو گئے۔ پھر کہا: ”واللہ! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ قابل نفرت نہ تھا، لیکن اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ اور واللہ! روئے زمین پر کوئی دین میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا، مگر اب آپ کا دین میرے نزدیک دوسرے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔“

پھر واپسی پر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے مکہ گئے تو قریش نے انہیں اسلام لانے پر ملامت کی۔

انہوں نے کہا: ”واللہ! تمہارے پاس یمامہ سے گیسوں کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا، جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دے دیں۔“

چنانچہ واپسی کے بعد انہوں نے اہل مکہ کے لئے گیسوں بیچنے کی ممانعت کر دی، جس سے وہ مشکل میں پڑ گئے، حتیٰ کہ نبی ﷺ کو قربات کا واسطہ دے کر لکھا کہ آپ ثمامہ کو لکھ دیں، وہ گیسوں بیچنے کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔^①

غزوہ بنو لحيان (ربیع الاول ۶ ہجری) بنو لحيان وہی ہیں جنہوں نے ”ربیع“ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کیا تھا۔ یہ حجاز کے بہت اندر

عسفان کی حدود میں آباد تھے، اس لئے نبی ﷺ نے ان سے نمٹنے میں قدرے تاخیر کی۔ جب کفار کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ گئی اور آپ دشمنوں سے کسی قدر مطمئن ہو گئے، تو آپ نے مدینہ کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپ کر دو سو صحابہ اور بیس گھوڑوں کے ساتھ ربیع الاول ۶ ہجری میں بنو لحيان کا رخ کیا اور یلغار کرتے ہوئے ”بطن غران“ تک جا پہنچے۔ یہ اُج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے اور یہیں آپ کے صحابہ کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے رحمت کی اور دو روز یہیں قیام فرمایا۔ ادھر بنو لحيان کو خبر ہو گئی اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ ان کا کوئی آدمی ہاتھ

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۶۲، ۴۶۹، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، زاد المعاد ۱۱۹/۲، فتح الباری ۷/۶۸۸۔

نہ آسکا۔ پھر آپ نے عسفان کا قصد کیا اور وہاں سے دس سواروں کا دستہ آگے بھیجا، تاکہ قریش ان کی آمد کا حال سن کر مرعوب ہو جائیں۔ اس دستے نے کراع النمیم تک کا چکر لگایا۔ اس کے بعد آپ کل چودہ دن مدینہ سے باہر گزار کر مدینہ واپس آگئے۔

سریہ عیص اور ابو العاص (شوہر زینب بنت رسول اللہ ﷺ) کا قبول اسلام

جمادی الاولیٰ ۶ ہجری ۱ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ ”عیص“ کی جانب روانہ کیا۔ مقصد شام سے آنے والے ایک قریشی قافلے کو پکڑنا تھا، جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بن ربیع تھے، مسلمانوں نے اس قافلے کو لوگوں سمیت گرفتار کر لیا، البتہ ابو العاص ہاتھ نہ آئے، لیکن وہ سیدھے مدینہ پہنچے، حضرت زینب کی پناہ لی اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ آپ قافلے کا مال واپس کر دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور آپ نے چھوٹی بڑی، تھوڑی زیادہ ہر چیز واپس کر دی۔

ابو العاص تجارت، مال اور امانت کے معاملے میں مکہ کے چند گئے پنے لوگوں میں سے تھے۔ وہ مکہ گئے، امانتیں اہل امانت کو ادا کیں، پھر مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی نکاح کے تحت ان کو واپس کر دیا۔ یہ واپسی تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ کی جدائی کے بعد ہوئی۔ ①

رسول اللہ ﷺ نے اس دوران مزید کئی ”سرایا“ بھی بھیجے، جن کا دشمن کی سرکشی توڑنے، ان کے شر کی آگ بجھانے اور دور دراز علاقوں تک امن وامان پھیلانے میں بڑا اثر تھا۔ پھر آپ کے پاس کچھ اس طرح کی خبریں آئیں کہ آپ غزوہ بنو المصطلق کے لئے تشریف لے گئے۔ ②

① حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری ۷/۳۹۸ میں اس سریہ کو ۶ھ کا واقعہ بتایا ہے۔

② دیکھئے سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود، باب الی متی ترد علیہ امرآتہ اذا اسلم بعدھا۔

③ گزشتہ اور ان سرایا کے لیے دیکھئے زاد المعاد ۲/۱۳۰، ۱۳۲۔ رحمۃ اللعالمین ۲/۲۲۶۔

غزوہ بنو المصطلق یا غزوہ مریسج

﴿شعبان ۵، ہجری ۶ یا ہجری﴾

”بنو المصطلق“ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے، مگر یہ شاخ قریش کی طرفدار تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ آپ سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے اس خبر کی تحقیق کے لئے بریدہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان سے معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے، لہذا آپ نے مدینہ کا انتظام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو --- اور کہا جاتا ہے کہ کسی اور کو --- سونپا اور ”بنو المصطلق“ کی طرف یلغار کرتے ہوئے نکلے، تاکہ بالکل اچانک ان پر لوٹ پڑیں۔ آپ کے ساتھ سات سو صحابہ تھے اور بنو المصطلق اس وقت ”قدید“ کے اطراف میں ساحل کے قریب ”مریسج“ نامی ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس حال میں چھاپہ مارا کہ وہ غافل تھے، بعض کو قتل کیا۔ عورتوں، بچوں کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کر لیا۔ ﴿اس وقت شعبان ۵ ہجری اور کہا جاتا ہے کہ ۶ ہجری کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔ قیدیوں میں بنو المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں۔ مدینہ آکر ان کے اسلام لانے پر نبی ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ اس پر صحابہ کرام نے بنو المصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمان ہو چکے تھے آزاد کر دیئے اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال کے لوگ ہیں، لہذا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے نہایت عظیم برکت والی خاتون ثابت ہوئیں۔ ﴿

﴿صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۳۱﴾

﴿سیرت ابن ہشام، ۲/۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۳، ۲۹۵۔ زاد المعاد، ۲/۱۱۲، ۱۱۳﴾

یہ ہے ”غزوہ بنو المصطلق“ کی مختصر روداد۔ اس میں کوئی ندرت نہیں، لیکن اس غزوے کے دوران دو تکلیف دہ حادثے پیش آئے، جنہیں منافقین نے اسلامی معاشرے بلکہ نبوی گھرانے تک کے اندر فتنہ و اضطراب بھڑکانے کے لئے استعمال کیا، لہذا تھوڑی سی روداد اس کی بھی دی جاتی ہے۔

۱۔ پہلا حادثہ | رَأَسُ الْمُنَافِقِينَ (عبداللہ بن ابی) کا یہ قول کہ ”مدینہ پلٹ کر عزت والا زلت والے کو نکال باہر کرے گا۔“

اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مہاجرین کے حلیف اور ایک انصار کے حلیف میں ”مرسیع“ کے چشمہ پر پانی کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے آواز لگائی ”يَا لَلْأَنْصَارِ!“ ”ہائے انصار کے لوگو!“

اس پر مہاجر نے آواز لگائی ”يَا لَلْمُهَاجِرِينَ!“ ”ہائے مہاجرو!“ اور یہ سن کر طرفین کے کچھ لوگ جمع ہو گئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سبقت کی اور فرمایا ”میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے؟ اسے چھوڑ دو، یہ بدبودار ہے۔“ چنانچہ لوگ اپنے رشد کی طرف پلٹ آئے اور واپس ہو گئے۔^①

اس غزوے میں منافقین کی ایک جماعت بھی ہمراہ تھی، جو اس سے پہلے نہیں نکلی تھی، ان کے ساتھ ان کا سردار عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ اسے خبر ہوئی تو غصے سے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

”اچھا تو انہوں نے یہ حرکت کی ہے۔ یہ ہمارے ہی علاقے میں ہمارے حریف اور مد مقابل ہو گئے۔ ہماری اور قریش کے ان کنگلوں کی مثال تو وہی ٹھہری، جو پہلوں نے کہی ہے کہ ”اپنے کتے کو پال پوس کر موٹا کرو اور وہ تم ہی کو کاٹ کھائے۔“ سنو! واللہ! اب ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں سے عزت والا، زلت والے کو نکال باہر کرے گا۔“

عزت والے سے مراد اس نے اپنے آپ کو لیا اور زلت والے سے رسول اللہ ﷺ کو۔
العیاذ باللہ۔ اور اس کے لئے فتنوں کی تدبیریں کرنے لگا، حتیٰ کہ اپنے رفقاء سے کہا:

”یہ مصیبت تم نے خود اپنے گلے منڈھ لی ہے۔ انہیں اپنے شہر میں اتارا اور اپنے اموال بانٹ کر دیئے۔ سنو! واللہ! تم لوگ ان سے ہاتھ روک لو، تو یہ تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلتے بنیں گے۔“

جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں، ایک مضبوط ایمان کے نوجوان حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ اس ہرزہ سرائی پر صبر نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے، جو آپ کو معلوم ہوئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ”سورہ منافقین“ نازل کی اور اسے قیامت تک کے لئے رسوا کر دیا۔ ﴿۱﴾

اس منافق کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا، خالص مومن تھے، انہیں علم ہوا تو تلوار سونت کر مدینہ کی گزرگاہ پر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ منافقوں کے سردار سے کہا کہ:

”واللہ! جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں تم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے، کیونکہ وہ عزیز ہیں اور تم ذلیل ہو۔“

رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کہلوا بھیجا کہ اجازت دے دو۔ چنانچہ انہوں نے راستہ چھوڑ دیا اور اس حکمت سے یہ فتنہ فرو ہوا۔ ﴿۲﴾

۲۔ واقعہ اِفک کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ پھر رات ہی میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ وہ ضرورت کے لئے نکلیں اور واپس آ کر سینہ ٹٹولا تو ہار غائب تھا، لہذا جہاں غائب ہوا تھا وہیں تلاش کرنے واپس گئیں اور پا بھی لیا، لیکن اس دوران لشکر کوچ کر گیا اور آپ کا ہودج بھی یہ سمجھتے ہوئے اونٹ پر لاد دیا گیا کہ آپ اس میں موجود ہیں۔ چونکہ ہودج اٹھانے والی ایک جماعت تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی

﴿۱﴾ دیکھئے صحیح بخاری سابق کے علاوہ حدیث: ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴۔ صحیح مسلم، حدیث:

۲۵۸۴۔ ترمذی حدیث: ۳۳۱۲ (۳۸۷/۵)

﴿۲﴾ اس واقعہ کے لیے دیکھئے، سیرت ابن ہشام ۲/۲۹۰، ۲۹۲۔

ہلکی پھلکی تھیں، اس لئے ہودج کے ہلکے پن پر یہ لوگ نہ چونکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا، لہذا وہ وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر تلاش کرنے آئیں گے۔ پھر ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں۔

ادھر ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ اہل لشکر کی گری ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھالیں، وہ مزید آگے بڑھے تو ایک سوئے ہوئے انسان کا ڈھانچہ دیکھا۔ قریب پہنچے تو پہچان گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، کیونکہ وہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انہیں دیکھ چکے تھے۔ دیکھ کر کہا:

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ رسول اللہ ﷺ کی بیوی....؟

اس کے سوا کچھ نہ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی آواز سن کر بیدار ہو گئیں اور دوپٹے سے چہرہ ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے سواری قریب کر کے بٹھائی اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا۔

یہ دیکھ کر اللہ کے دشمن عبد اللہ بن ابی کو نفاق و حسد کے کرب سے ٹھنڈی سانس لینے کا موقع ملا۔ اس نے جھوٹ اور بہتان کے طور پر دونوں کے خلاف بدکاری کی تممت تراشی۔ پھر اس میں رنگ بھرنا، پھیلانا، بڑھانا، اور ادھیڑنا، بننا شروع کیا۔ اس کے ساتھی بھی اسی کو بنیاد بنا کر اس کا تقرب حاصل کرنے لگے اور جب مدینہ آئے تو اس کا خوب خوب پروپیگنڈا کیا، یہاں تک کہ متعدد اہل ایمان بھی دھوکے میں آ گئے۔

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ آ کر بیمار پڑ گئیں اور بیماری نے تقریباً ایک مہینہ طول پکڑا۔ اب مدینہ تو تممت تراشوں کے پروپیگنڈے سے موج مار رہا تھا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہ تھی۔ انہیں صرف یہ بات کھٹکتی تھی کہ وہ اپنی بیماری کے دوران رسول اللہ ﷺ کی جو خاص مہربانی دیکھا کرتی تھیں وہ اب کی بار نہیں دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ آ کر سلام کرتے اور یہ پوچھ کر واپس ہو جاتے کہ یہ کیسی ہیں؟ بیٹھتے نہ تھے۔

پھر اس پورے عرصے میں آپ خاموش رہے، کوئی بات نہ کی، لیکن جب لمبے عرصے

تک وحی نہ آئی، تو آپ ﷺ نے اپنے خاص اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشاروں اشاروں میں مشورہ دیا کہ انہیں علیحدہ کر دیں، لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ برقرار رکھیں۔ وہ کھرا سونا ہیں۔ اس کے بعد آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اس شخص سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی، جس کی ایذا رسانیاں آپ کے اہل خانہ تک کے بارے میں پہنچ چکی تھیں۔ اشارہ عبد اللہ بن ابی کی طرف تھا۔ اس پر اس کے سردار نے خواہش ظاہر کی کہ اسے قتل کر دیں، لیکن خنرج کے سردار پر حمیت غالب آگئی، کیونکہ عبد اللہ بن ابی اسی قبیلے سے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قبیلے بھڑک اٹھے، اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشکل سے خاموش کیا۔

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیماری سے اٹھ چکیں، تو رات کو قضائے حاجت کے لئے نکلیں، ساتھ میں ام مسطح رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ چادر میں پھسلیں تو اپنے بیٹے مسطح رضی اللہ عنہ کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ٹوکا، تو انہوں نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بتلایا کہ ان کا بیٹا مسطح بھی یہی بات کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی اور اپنے والدین کے پاس گئیں اور جب یقینی طور سے بات کا علم ہو گیا تو رونے لگیں اور خوب روئیں۔ دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزر گئے، اس دوران نہ نیند آئی نہ آنسو کی جھڑی رکی۔ انہیں اور ان کے والدین کو محسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا۔

دوسری رات کی صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، بیٹھ کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: اما بعد! اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی بات معلوم ہوئی ہے، اگر تم پاک ہو تو اللہ تمہاری براءت ظاہر کر دے گا اور اگر تم نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے، تو اللہ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تھم گئے اور انہوں نے والدین سے کہا کہ جواب دیں، مگر انہیں سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہیں، لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا:

”واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے سچ سمجھ لیا ہے، اس لئے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک ہوں۔۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں پاک ہوں۔۔ تو آپ لوگ میری بات سچ نہ مانیں گے اور اگر میں کسی بات کا اعتراف کر لوں۔۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں۔۔ تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، اس لئے میں اپنے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مثال پاتی ہوں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا کہ:

﴿فَصَبِّرْ جَمِيلًا وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف ۱۸/۱۲)

”صبر ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو کچھ کہتے ہو اس پر اللہ کی مدد مطلوب ہے۔“

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پلٹ کر لیٹ گئیں اور اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ:

”اے عائشہ! اللہ نے تمہیں پاک قرار دیا ہے۔“

اس پر ان کی ماں نے کہا ”حضور ﷺ کی طرف اٹھو! (شکریہ ادا کرو)“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ”واللہ! میں ان کی طرف نہیں اٹھتی۔ میں تو صرف اللہ کی تعریف کروں گی۔“

اس موقع پر ان کی براءت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل کیں وہ سورہ نور کی دس آیات ہیں جو ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ﴾ سے شروع ہو کر بیسویں آیت ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ زَوَّافٌ رَّحِيمٌ﴾ پر ختم ہوتی ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے۔ انہیں خطبہ دیا اور براءت کے سلسلے میں اللہ نے جو آیات نازل فرمائی تھیں، ان کی تلاوت کی۔ اس کے بعد منبر سے اتر کر خالص مؤمنین میں سے دو مردوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا اور انہیں اسی اسی کوڑے مارے گئے اور یہ تھے حضرت حسان بن ثابت، مطح بن اثاثہ، اور حمنہ بنت جحش۔ ان کے قدم پھسل گئے تھے اور انہوں نے بھی تہمت تراشی میں حصہ لیا

تھا۔ باقی رہا اس جھوٹ کا پیشوا عبد اللہ بن ابی اور اس کے رفقاء، تو انہیں اس دنیا میں سزا نہ دی گئی،^① لیکن وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے، جہاں نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد۔ صرف وہ کامیاب ہوں گے جو اللہ کے پاس ”قلب سلیم“ لے کر جائیں گے۔

① تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۴۱۴۱، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۴۷۷۹، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، صحیح میں اس کا اور بھی سیاق ہے۔ اور دیکھئے سیرت ابن ہشام، ۲/۲۹۷، ۳۰۷۔ زاد المعاد، ۲/۱۱۳، ۱۱۵ اور کتب تفسیر، تفسیر سورة النور۔



عمرہ حدیبیہ

﴿ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری﴾

عمرہ کے لئے روانگی اور حدیبیہ میں پڑاؤ
مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ آپ اور آپ کے صحابہ امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سروں کو منڈوایا اور قصر کرایا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی اطلاع دی اور یہ بتلایا کہ آپ عمرے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ گرد و پیش میں جو اعراب تھے، ان میں بھی روانگی کا اعلان کر دیا، مگر انہوں نے تاخیر کی۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اور مومنین واپس اپنے گھر کبھی نہ آسکیں گے، مگر بعد میں عذر یہ تراشا کہ:

”ہمیں ہمارے اموال و اولاد نے مشغول کر رکھا تھا، لہذا ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے۔“

رسول اللہ ﷺ بروز پیر، یکم ذی قعدہ ۶ ہجری کو چودہ سو مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے ﴿۱﴾ اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لئے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ جنگ کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کے لئے جارہے ہیں۔ ذوالخلفہ پہنچ کر جانوروں کو قلاوے پہنائے، گوہان چیر کر نشان بنایا اور عمرے کا احرام باندھا۔ ﴿۲﴾

پھر آپ نے سفر جاری رکھا، ”عسفان“ پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر اطلاع دی کہ قریش جنگ کا، اور مسلمانوں کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ”ذی طوی“ میں پڑاؤ ڈال رکھا ہے اور خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ ”عسفان“ کے قریب ”کراع الغمیم“ بھیج دیا ہے، تاکہ وہ مکہ آنے والا راستہ بند رکھیں۔ نیز اپنی مدد کیلئے

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۵۳، ۴۸۴۰۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۶۹۳، ۱۶۹۵، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹۔

اجابیش کو بھی جمع کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا کہ کیا کریں؟ یہ اجابیش جو جمع ہوئے ہیں، ان کے گھروں پر ہلہ بول دیں، یا سیدھے بیت اللہ کا قصد کریں اور جو روکے اس سے لڑیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہم عمرہ کرنے آئے ہیں، لڑنے نہیں آئے، لہذا جو ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو اس سے لڑیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے یہ رائے قبول کی۔^①

ادھر خالد بن ولید نے ظہر کی نماز میں مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ کرتے دیکھا، تو کہا: ”یہ لوگ غافل تھے، ہم نے حملہ کیا ہوتا تو انہیں مار لیا ہوتا۔“

پھر طے کیا کہ عصر کی نماز کے دوران حملہ کریں گے، لیکن اللہ نے ظہر اور عصر کے درمیان صَلَوة خَوْف (حالت جنگ کی مخصوص نماز) کا حکم نازل کر دیا اور خالد کے ہاتھ سے موقع جاتا رہا۔^②

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور مکہ سے نیچے داہنے ہاتھ چل کر ”ثنیۃ المرار“ پہنچ گئے، جہاں سے حدیبیہ میں اترتے ہیں، وہاں پہنچ کر اونٹنی بیٹھ گئی اور لوگوں نے ڈانٹا بھی تو نہ اٹھی۔ لوگوں نے کہا ”قصواء“ اڑ گئی۔ آپ نے فرمایا:

”قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے، لیکن اسے اس ہستی نے روک رکھا ہے، جس نے ہاتھی کو روک دیا تھا۔“

پھر آپ نے فرمایا ”اللہ کی قسم! یہ لوگ مجھ سے کسی بھی ایسے معاملے کا مطالبہ نہ کریں گے، جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کر رہے ہوں، مگر میں اسے ضرور تسلیم کر لوں گا۔“ اس کے بعد آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا، تو وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ نے آگے بڑھ کر حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔^③

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۷۸، ۴۱۷۹۔

② احمد و اصحاب السنن، فتح الباری، ۳۸۸/۷۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

اس کے بعد بدیل بن ورقاء خزاعی، خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ اس نے بتایا کہ قریش آپ سے جنگ کرنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے اسے بتایا کہ:

”وہ محض عمرہ کے لئے آئے ہیں، لڑائی کے لئے نہیں، نیز یہ کہ وہ صلح کے لئے تیار ہیں، لیکن اگر قریش نے لڑائی ہی پر اصرار کیا تو آپ اس وقت تک لڑتے رہیں گے، جب تک کہ آپ کا تن سر سے جدا نہ ہو جائے۔ یا اللہ کا حکم نافذ نہ ہو جائے۔“^①

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین گفت و شنید بدیل نے واپس پلٹ کر قریش کو یہ بات سنائی، تو انہوں نے مرکز بن حفص کو بھیجا۔ آپ نے اس سے بھی وہی بات کہی، جو بدیل سے کہی تھی۔ اس کے بعد قریش نے احابش کے سردار حلیس بن عکرمہ کو بھیجا۔ جب وہ نمودار ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا ”یہ شخص ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے، جو قربانی کے جانوروں کا بہت احترام کرتی ہے، لہذا جانوروں کو کھڑا کر دو۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانوروں کو کھڑا کر دیا اور خود بھی لبیک پکارتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا ”سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ بھلا یہ کیا کہ نعم و نعام اور حمیر کے لوگ توجہ کریں اور عبد المطلب کا بیٹا بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ بیت اللہ کے رب کی قسم! قریش برباد ہوئے۔ یہ لوگ عمرہ کرنے آئے ہیں۔“ قریش نے یہ بات سنی تو کہا کہ بیٹھ جاؤ، تم اعرابی ہو، تمہیں چالبازیوں کا علم نہیں۔

اس کے بعد قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، اس نے آکر بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا۔

اس نے کہا: ”اے محمد (ﷺ)! اگر آپ نے اپنی قوم کا صفایا بھی کر دیا تو کیا آپ نے پہلے کسی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی ہی قوم کا صفایا کر دیا ہو؟ اور اگر دوسری

صورت پیش آئی، یعنی آپ کو شکست ہوئی تو میں آپ کے گرد ایسے اوباش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جو اسی لائق ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔“

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”لات کی شرمگاہ کا ٹلکتا ہوا چمڑہ چوس۔ ہم حضور کو چھوڑ کر بھاگیں گے؟“ عروہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب نہ دے سکا، کیونکہ ابوبکر نے اس پر کوئی احسان کیا تھا۔

عروہ بات کرتے کرتے نبی ﷺ کی داڑھی پکڑ لیتا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مار کر کہتے ”اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے پرے رکھ۔“

عروہ نے کہا: ”اوغدار! کیا میں تیری غداری کے سلسلے میں دوڑ دوھوپ نہیں کر رہا ہوں؟“ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، عروہ کے بھیجے تھے۔ کچھ لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اور آکر مسلمان ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن مال سے براءت اختیار کی تھی۔ عروہ بن مسعود اسی سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہا تھا اور ان کی غداری سے اس نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس موقع پر عروہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے نبی ﷺ کی تعظیم کا جو منظر دیکھا تو واپس جا کر قریش سے کہنے لگا:

”اے قوم! واللہ! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ! وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے، تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ان کے وضو کے پانی کے لئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات کرتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرط تعظیم کے سب انہیں بھرپور نظر سے دیکھتے نہ تھے۔ انہوں نے تم پر ایک اچھی تجویز پیش کی ہے، لہذا اسے قبول کر لو۔“ ①

اسی ”سلسلہ گفتگو“ کے دوران قریش کے ستریا اسی پر جوش نوجوان ہنگامہ آرائی کے لئے رات کی تاریکی میں خاموشی کے ساتھ جبل تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے۔ مقصد یہ تھا کہ صلح کی یہ گفتگو ناکام ہو جائے، لیکن مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاف کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اس سے ایک طرف تو قریش کے دلوں پر خاصا رعب طاری ہوا۔ دوسری طرف ان کے اندر صلح کا رجحان اور بڑھ گیا۔ اسی سلسلے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ (الفتح ۲۴/۴۸)

”وہی ہے جس نے بطن مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمہارے ہاتھ ان سے روکے، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے چکا تھا۔“ ﴿

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت اور بیعت رضوان

اب رسول اللہ ﷺ نے طے کیا کہ قریش کے پاس ایک سفیر روانہ کریں جو انہیں یقینی طور پر بتلائے کہ آپ عمرہ ہی کے لئے تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ مکہ کے کمزور مومن مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انہیں قریب ہی فتح کی بشارت سنا دیں اور یہ بتا دیں کہ ”اللہ عزوجل اپنے دین کو مکہ میں ظاہر وغالب کرنے والا ہے، یہاں تک کہ کسی کو ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابان بن سعید اموی کی پناہ میں مکہ کے اندر داخل ہوئے اور پیغام پہنچایا، قریش نے پیشکش کی کہ بیت اللہ کا طواف کر لیں، مگر انہوں نے اس حالت میں طواف کرنے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو روک رکھا گیا ہو۔

پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ غالباً وہ چاہتے تھے کہ باہم مشورہ کر لیں، پھر جواب سمیت انہیں روانہ کریں، مگر ان کی تاخیر سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ

﴿صحیح مسلم، احمد، اصحاب السنن سوائے ابن ماجہ کے، نیز ابن کثیر آیت مذکورہ کی تفسیر۔﴾

انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ چونکہ قاصد کو قتل کرنے کے معنی اعلان جنگ ہیں، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا:

”ہم اس جگہ سے ٹل نہیں سکتے، یہاں تک کہ ان لوگوں سے معرکہ آرائی نہ کر لیں۔“

پھر آپ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ پر بیعت کرنے کی دعوت دی۔ صحابہ ٹوٹ پڑے اور بڑی گرجوشی کے ساتھ موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔“^① لیکن جب بیعت مکمل ہو چکی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ اللہ نے اس بیعت کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

(الفتح ۴۸/۱۸)

”اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔“

اور ہمیں سے اس کا نام ”بیعت رضوان“ پڑ گیا۔

اتمام صلح قریش نے اس بیعت کا حال سنا تو ان پر زبردست رعب طاری ہوا اور انہوں نے صلح کرنے کے لئے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ سہیل نے لمبی گفتگو کی، بالآخر درج ذیل شرطیں طے ہوئیں:

① رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ واپس جائیں گے۔ اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے ساتھ کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔ صرف میان کے اندر تلواریں ہوں گی۔

② فریقین میں دس سال کے لئے جنگ بند رہے گی۔

③ جو محمد (ﷺ) کے ”عمد“ میں داخل ہونا چاہے، داخل ہو سکتا ہے اور جو قریش کے عمد میں داخل ہونا چاہے، داخل ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اطعام کرایا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھیں۔ سہیل نے کہا ”ہم نہیں جانتے رحمان کیا ہے۔ آپ ”بِاسْمِکَ اللّٰہِمْ“ لکھیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہی لکھنے کا حکم دیا۔

پھر آپ (ﷺ) نے اِلاءِ کرایا کہ ”یہ وہ بات ہے، جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی۔“
اس پر سہیل نے کہا ”اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم نہ تو آپ کو
بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے، لیکن آپ محمد بن عبد اللہ لکھوائیں۔“
آپ نے فرمایا ”میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ۔“

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مٹانا گوارا نہ کیا، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے مٹایا۔ ﴿۱۰﴾ پھر پوری دستاویز کے دو نسخے لکھے گئے۔ ایک نسخہ قریش کیلئے اور ایک نسخہ مسلمانوں کیلئے۔

ابو جندل کا قضیہ

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے پہنچے۔ سہیل نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”ابھی نوشتہ مکمل نہیں ہوا ہے۔“

سہیل نے کہا ”تب میں آپ سے صلح ہی نہیں کرتا۔“

آپ نے فرمایا ”اچھا تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔“

اس نے کہا ”یہ بھی نہیں ہو سکتا۔“

پھر سہیل نے ابو جندل کو مارا۔ ابو جندل نے چیخ کر کہا ”مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین سے فتنے میں ڈالیں؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صبر کرو اور باعث ثواب سمجھو، اللہ تمہارے لئے اور تمہارے علاوہ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔“
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو جندل کو بھڑکایا کہ وہ اپنے باپ سہیل کو قتل کر دیں، مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ﴿۱﴾

عمرے سے دستبرداری اور صلح پر مسلمانوں کا غم | رسول اللہ ﷺ معاہدہ صلح لکھوا کر فارغ ہو چکے تو صحابہ

رضی اللہ عنہم سے فرمایا ”اٹھو اور اپنے اپنے جانور قربان کر دو۔“

مگر کوئی نہ اٹھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی، مگر کوئی نہ اٹھا، تو آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اٹھ کر اپنا جانور ذبح کر دیں اور اپنا سر منڈالیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ آپ نے یہی کیا اور مشرکین کو جلانے، بھنانے کے لئے ابو جہل کا ایک اونٹ بھی ذبح کیا، جس کی ناک میں چاندی کا ایک حلقہ تھا۔ آپ کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے اور اپنے سر منڈا لئے مگر غم کے سبب ان کی کیفیت یہ تھی کہ لگتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اس موقع پر گائے اور اونٹ سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے گئے۔ ﴿۲﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غم کی دو وجہیں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ عمرہ کئے بغیر واپس ہو رہے تھے، دوسری یہ کہ فریقین میں برابری نہ تھی، کیونکہ طے یہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے پاس کوئی آئے تو اسے مسلمان واپس کر دیں گے، لیکن قریش کے پاس کوئی جائے تو اسے قریش واپس نہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہلی وجہ کے متعلق مطمئن کیا کہ:

”وہ اگلے سال عمرہ کریں گے، لہذا خواب سچا ہے اور صلح کی اس دفعہ میں مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کی گئی ہے۔“

﴿۱﴾ ایضاً وغیرہ وسیرت ابن ہشام۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

اور دوسری وجہ کے متعلق (یہ کہہ کر) مطمئن کیا کہ ”ہمارا جو آدمی ان کے پاس چلا گیا“ اللہ نے اسے دور کر دیا اور ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا، اللہ اس کے لئے اُشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔“ ﴿۱۰﴾

آپ کی یہ بات بہت دور اندیشی پر مبنی تھی، کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت ابھی تک حبشہ میں تھی اور ان پر صلح لاگو نہیں ہوتی تھی، لہذا مکہ کے قیدیوں کے لئے ان کے پاس پناہ یعنی ممکن تھی، لیکن بظاہر صلح بہر حال قریش کے حق میں تھی، اس لئے مسلمانوں کے احساسات پر اس کا گہرا اثر تھا، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خدمت نبوی میں آکر کہا ”اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟“

آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں۔“

انہوں نے کہا ”کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا ”کیوں نہیں؟“

انہوں نے کہا ”تو پھر ہم کیوں اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں؟ اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”خطاب کے صاحبزادے! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا، اور مجھے ضائع نہ کرے گا۔“

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی کہا جو نبی ﷺ سے کہا تھا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ پھر حضرت عمر سے مزید کہا کہ ”آپ ﷺ کی رکاب تھامے رہو، یہاں تک کہ تمہاری موت آجائے، کیونکہ واللہ! آپ حق پر ہیں۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ کی آیات نازل کیں، جن میں اس صلح کو ”فتح مبین“ قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پڑھ کر سنایا۔

وہ کہنے لگے ”یا رسول اللہ! یہ فتح ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں۔“

اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا، اور وہ واپس چلے گئے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی اس تقصیر پر سخت ندامت ہوئی اور اس کی تلافی کے لئے انہوں نے بہت سے اعمال کئے، برابر صدقہ و خیرات کیا، روزے رکھے، نماز پڑھی اور غلام آزاد کئے، یہاں تک کہ خیر کی امید بندھی۔ ﴿

صلح مکمل ہو چکی اور لوگ عمرے سے حلال ہو چکے، تو کچھ مہاجر عورتوں کا قضیہ سے مطالبہ کیا کہ انہیں واپس کیا جائے، مگر آپ ﷺ نے اس دلیل کی بنا پر واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ عورتیں معاہدہ میں شامل نہیں ہیں۔ ادھر اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مِهْجَرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَءَاثُوهُمْ مَّا أَنفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا ءَالَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفَرِ﴾ (الممتحنہ ۶۰/۱۰)

”اے اہل ایمان! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ پس اگر انہیں مومنہ جانو تو کفار کی طرف نہ پلٹاؤ، نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں، نہ کفار ان کے لئے حلال ہیں، البتہ ان کے کافر شوہروں نے جو مہراں کو دیئے تھے اسے واپس دے دو اور (پھر) تم پر کوئی حرج نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جب کہ انہیں ان کے مہر ادا کرو اور کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔“

یوں ایمان والی عورتوں کو کفار پر اور کافر عورتوں کو مؤمنین پر حرام کر دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کا امتحان اس آیت کی روشنی میں لیتے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكَنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الممتحنہ ۶۰/۱۲)

”اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر کے نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو، اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو، یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔“

چنانچہ جو عورت ان شرائط کا اقرار کرتی اس سے آپ فرماتے کہ ”میں نے تم سے بیعت کر لی۔“

صرف زبان سے کہتے، مصافحہ نہ فرماتے اور پھر اسے کفار کو واپس نہ کرتے، نیز مسلمانوں نے اپنی کافر بیویوں کو طلاق دے دی اور مسلمان عورتوں کو ان کے کافر شوہروں سے علیحدہ کر لیا۔ ﴿

مسلمانوں کے معاہدہ میں بنو خزاعہ کی شرکت

”بنو خزاعہ“ نے پسند کیا کہ وہ اس معاہدے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں گے، چنانچہ وہ آپ کے ”عمد“ میں داخل ہو گئے۔ یہ لوگ زمانہ جاہلیت سے بنو ہاشم کے حلیف چلے آ رہے تھے۔ جب کہ ان کے حلیف بنو بکر، قریش کے ”عمد“ میں داخل ہو گئے اور وہی فتح مکہ کا سبب بنے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

کمزور مسلمانوں کے قضیے کا حل

رہے وہ مسلمان جو مکہ میں تعذیب کا شکار تھے، تو ان میں سے ابو بصیر نامی ایک صاحب چھوٹ کر مدینہ بھاگ آئے۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے نبی ﷺ کے پاس دو آدمی بھیجے۔

آپ ﷺ نے انہیں واپس کر دیا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر ابو بصیر نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر سیدہ حانہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور بس میں بھی قتل ہی کیا جانے والا ہوں، اتنے میں ابو بصیر آگئے۔ نبی ﷺ نے ڈانٹا تو سمجھ گئے کہ پھر واپس کیا جاؤں گا، لہذا وہ ساحل سمندر پر جارہے۔ ادھر ابو جندل بھی چھوٹ کر ابو بصیر سے آن ملے، اس کے بعد قریش کا جو آدمی بھی اسلام لا کر بھائتا وہ ابو بصیر سے جاملتا، یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت اکٹھا ہو گئی۔ اس کے بعد قریش کا جو قافلہ بھی ملک شام جاتا اس سے یہ لوگ ضرور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ اس پر حملے کرتے اور اس کا مال چھین لیتے۔ اس سے تنگ آ کر قریش نے نبی ﷺ کو اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیا کہ انہیں مدینہ بلا لیں۔ اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا محفوظ رہے گا۔ چنانچہ آپ نے انہیں مدینہ بلا بھیجا۔ وہ آگئے اور مشکل حل ہو گئی۔

صلح کا اثر اسلامی دعوت کی رفتار پر اس صلح کا بڑا اثر ہوا۔ مسلمانوں کو عام عرب سے ملنے اور انہیں اللہ کی دعوت دینے کا موقع ملا، چنانچہ لوگ بہ کثرت اسلام میں داخل ہوئے اور صرف دو سال میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو گئی کہ انیس برسوں میں نہیں ہوئی تھی۔ اکابرین قریش، جو قریش کا نچوڑ اور عطر تھے، یعنی عمرو بن عاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ اپنی رغبت اور مرضی سے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت دیتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اسلام پر بیعت کی اور اس کی راہ میں جان و مال اور صلاحیت و قدرت سب کچھ صرف کرنے کا وعدہ کر لیا۔ جب یہ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔“

صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ نیز تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح مسلم، ۲/۱۰۴، ۱۰۶، سیرت ابن ہشام، ۲/۳۰۸، ۳۲۲۔ زاد المعاد، ۲/۱۲۲، ۱۲۷۔ تاریخ عمر بن الخطاب، ابن جوزی، ص: ۳۹، ۴۰۔



www.kitabosunnat.com

بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط

جب رسول اللہ ﷺ قریش سے معاہدہ کر کے اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر حدیبیہ سے واپس تشریف لائے، تو بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کی دہری ذمہ داری یاد دلائی۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ یہ خطوط نقل کئے جا رہے ہیں:

نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط | اس کا نام اصمہ بن ابجر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نام اسے حسب ذیل خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(یہ خط ہے محمد نبی ﷺ کی طرف سے نجاشی اصمہ شاہ حبشہ کی جانب۔)

”اس شخص پر سلام دو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے نہ کسی کو اپنی بیوی بنایا، نہ لڑکا۔ اور (میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ) محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اور میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، کیونکہ میں اس کا رسول ہوں، لہذا اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔

”اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔“

اگر تم نے یہ دعوت قبول نہ کی تو تم پر اپنی قوم کے نصاریٰ کا گناہ ہے۔“ ①

یہ خط آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ روانہ کیا۔ نجاشی نے جب اسے لیا تو اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر آیا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ کو اپنے اسلام اور بیعت کے متعلق خط لکھا ﴿۱﴾ اور ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی نبی ﷺ سے کردی اور انہیں اپنی طرف سے چار سو دینار مر دیا، پھر انہیں اور مہاجرین حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں روانہ کر دیا اور وہ انہیں لے کر اس وقت پہنچے جب نبی ﷺ خیبر میں تھے۔ ﴿۲﴾

اس نجاشی نے رجب ۹ ہجری میں وفات پائی اور نبی ﷺ نے اس کی وفات ہی کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس کی عاتبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ﴿۳﴾ اس کی وفات کے بعد دو سرابادشاہ اس کا جانشین ہوا، تو آپ نے اس کے پاس بھی ایک خط روانہ فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی، ﴿۴﴾ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ مقوقس شاہ اسکندریہ و مصر کے نام خط | نبی ﷺ نے اس کے نام جو خط لکھا وہ یہ تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مقوقس

سربراہ قبط کی جانب)

اس پر سلام، جو ہدایت کی پیروی کرے، اما بعد!

”میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا، لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہو گا۔“
”اور اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر

﴿۱﴾ زاد المعاد، ۶۱/۳۔

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام، ۳۵۹/۲۔

﴿۳﴾ اس کی وفات و جنازے کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔ دیکھئے حدیث: ۱۳۸۵، ۱۳۸۶۔

۱۳۱۸، ۱۳۲۰، ۱۳۲۲، ۱۳۲۸، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۲۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰۔

﴿۴﴾ یہ بات صحیح مسلم ۹۹/۲ حضرت انس کی روایت سے اخذ ہو سکتی ہے۔

ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔“^①

یہ خط آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ انہوں نے مقوقس سے گفتگو کی اور اسے خط پہنچایا۔ مقوقس نے ان کی عزت افزائی کی اور خط باقی دانت کے ایک ڈبے میں رکھ کر اس پر مہر لگائی اور اسے محفوظ کر لیا اور نبی ﷺ کو جواب لکھا اور اس میں اقرار کیا کہ ”ایک نبی باقی رہ گیا ہے اور میں سمجھتا تھا کہ وہ ملک شام سے نکلے گا۔“ لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا۔ تحفے میں ماریہ اور سیرین دو لونڈیاں بھیج دیں جن کا قبط میں بڑا مقام تھا۔ کچھ کپڑے اور ایک خچر بھی ہدیہ کیا، جس کا نام ذلدل تھا۔ نبی ﷺ نے ماریہ کو اپنے لئے اور ذلدل کو اپنی سواری کے لئے منتخب فرمایا اور سیرین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے ہبہ کر دیا۔^②

خسرو پرویز شاہ فارس کے نام خط | آپ ﷺ نے اس کے پاس یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(محمد رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے کسریٰ، والی فارس کی جانب)

”اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تمنا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اس کا فرستادہ ہوں، تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافروں پر حق بات ثابت ہو جائے۔ (یعنی حجت

① زاد المعاد ۶۱/۳، ڈاکٹر حمید اللہ نے اس خط کا نوٹ شائع کیا ہے۔ صرف ایک حرف اور ایک لفظ کا فرق ہے۔ دیکھئے رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۳۶، ۱۳۷۔

② زاد المعاد ۶۱/۳ وغیرہ۔

تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ، سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بار گناہ ہو گا۔“

یہ خط آپ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اسے ”عظیم بحرین“ کے حوالہ کر دیں۔ اور سربراہ بحرین اسے کسری کے حوالے کرے گا۔ جب یہ خط کسری کے سامنے پڑھا گیا، تو اس نے اسے چاک کر دیا ﴿۱﴾ اور کہا ”میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا ”اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔“ اور پھر وہی ہوا، جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے لشکر نے رومیوں کے سامنے بدترین شکست کھائی۔ پھر خسرو کے بیٹے شیرویہ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے قتل کر کے بادشاہت پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہاں افتراق و انتشار کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا تا آنکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی لشکر نے اس ملک پر قبضہ کر لیا اور یہ بادشاہت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

قیصر شاہ روم کے نام خط | اس کے نام نبی ﷺ نے یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہر قل سربراہ روم کی طرف)

”اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ، سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ، اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہو گا۔“

”اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو

شریک نہ کریں اور اللہ کے سوا ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر یہ لوگ رخ پھیریں تو کمہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔“

آپ نے یہ خط حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ یہ خط ”عظیم بھڑی“ کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچائے گا۔ قیصر اس وقت اس بات پر اللہ کا شکر بجالانے کے لئے حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا تھا کہ اللہ نے اسے اہل فارس پر فتح و نصرت عطا کی ہے۔ جب یہ خط اسے ملا تو اس نے اپنے ہرکارے دوڑائے کہ عرب کا کوئی ایسا آدمی لائیں جو نبی ﷺ کو پہچانتا ہو۔ انہیں ابو سفیان کی سربراہی میں قریش کا ایک قافلہ مل گیا۔ انہوں نے قافلے کو ہرقل کے پاس حاضر کیا۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا، اس وقت روم کے بڑے بڑے لوگ اس کے گرد گرد موجود تھے۔ اس نے پوچھا کہ نسب کے لحاظ سے کون شخص آپ (ﷺ) کے زیادہ قریب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو سفیان، ہرقل نے ابو سفیان کو اپنے قریب کیا اور بقیہ لوگوں کو اس کے پیچھے بٹھایا اور کہا میں اس سے اس شخص (نبی ﷺ) کے بارے میں پوچھوں گا، اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ اس پر ابو سفیان کو شرم آئی کہ جھوٹ بولے، اس کے بعد ہرقل اور ابو سفیان میں یہ گفتگو ہوئی۔

ہرقل : تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

ابو سفیان : ”وہ اونچے نسب والا ہے۔“

ہرقل : ”تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟“

ابو سفیان : ”نہیں۔“

ہرقل : ”کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟“

ابو سفیان : ”نہیں۔“

ہرقل : ”اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟“

ابو سفیان : ”کمزوروں نے۔“

ہرقل : ”یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟“

- ابو سفیان : ”بڑھ رہے ہیں۔“
- ہرقل : ”تو کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟“
- ابو سفیان : ”نہیں۔“
- ہرقل : ”تو کیا جو بات اس نے اب کہی ہے، اس سے پہلے تم اسے جھوٹ کا الزام دیتے تھے؟“
- ابو سفیان : ”نہیں۔“
- ہرقل : ”کیا وہ بد عہدی بھی کرتا ہے؟“
- ابو سفیان : ”نہیں۔“ (اور یہاں ابو سفیان کو ایک مشکوک بات کہنے کا موقع ملا۔ چنانچہ اس نے مزید کہا) البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں، معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا؟“
- ہرقل : ”کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟“
- ابو سفیان : ”جی ہاں۔“
- ہرقل : ”تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟“
- ابو سفیان : ”جنگ ہمارے اور اس کے درمیان ڈول ہے۔ وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔“
- ہرقل : ”وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟“
- ابو سفیان : ”وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔“
- اس کے بعد ہرقل نے اس گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:
- تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب والا ہے، تو دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب سے بھیجے جاتے ہیں۔

✽ اور تم نے بتایا کہ اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی، تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقل کر رہا ہے، جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔

✽ اور تم نے بتایا کہ اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے باپ دادوں میں اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو یہ شخص اپنے باپ دادا کی بادشاہت طلب کر رہا ہے۔

✽ اور تم نے بتایا کہ جو بات اس نے کہی ہے، اس سے پہلے تم لوگ اس پر جھوٹ کا الزام نہیں لگاتے تھے، تو میں نے یہ جان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ کے معاملے میں جھوٹ بولے۔

✽ اور تم نے یہ بھی بتایا کہ کمزور لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

✽ اور تم نے بتایا کہ یہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں اور ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہے، یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔

✽ اور تم نے بتایا کہ ان میں سے کوئی آدمی مرتد نہیں ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشارت جب دلوں میں گھر کر جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

✽ اور تم نے بتایا کہ وہ بد عمدی نہیں کرتا اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ بد عمدی نہیں کرتے۔

✽ اور تم نے بتایا کہ وہ تمہیں صرف اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے۔ بت پرستی سے منع کرتا ہے اور نماز، سچائی، پرہیز گاری اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔

✽ تو جو کچھ تم نے بتایا ہے، اگر وہ برحق ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ اور میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے، لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا۔ اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ

سکوں گا، تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد ہر قتل نے آپ کا خط منگو کر پڑھا، تو آوازیں بلند ہو گئیں اور بہت شور مچا۔ چنانچہ اس نے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کو باہر کرا دیا۔ باہر آکر ابو سفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

”ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفہر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔“
اس کے بعد ابو سفیان کو پختہ یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آکر رہے گا، یہاں تک کہ اللہ نے اسے اسلام کی توفیق دی۔

ہر قتل نے نامہ بر حضرت وحید بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا اور پھر حمص واپس چلا گیا۔ وہاں ایک بڑے ہال میں عظماء روم کو باریابی بخشی اور اس کے دروازے بند کر دیئے۔

پھر کہا ”اے جماعت روم! کیا تم لوگ فلاح و رشد چاہتے ہو؟ اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بادشاہت برقرار رہے؟ تو اس نبی کی پیروی کر لو۔“
اس پر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف بھاگے، مگر دروازوں کو بند پایا۔

ادھر قیصر نے ان کی نفرت دیکھی تو کہا ”انہیں میرے پاس پلٹا لاؤ۔“
پھر ان سے کہا: ”میں نے جو بات کہی تھی، اس سے تمہارے دین میں تمہاری پختگی آزار ہاتھا، جسے میں نے دیکھ لیا۔“ اس پر ان عظماء نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔
اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر نے نبی ﷺ کو اور آپ کی نبوت کی سچائی کو پوری طرح جان اور پہچان لیا تھا، لیکن بادشاہت کی محبت غالب آگئی اور وہ اسلام نہ لایا، چنانچہ اپنا گناہ بھی اٹھایا اور اپنی رعایا کا بارگناہ بھی۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے نامہ مبارک میں تحریر فرمایا تھا۔

✽ اس خط اور اس ساری تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۷، ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۴۵۵۳، صحیح مسلم، ۹۹/۲۔

ادھر وحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ مدینہ سے واپس آتے ہوئے ”حسی“ سے گزرے تو بنو جذام کے لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ کو اس کی خبر دی، تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو سوار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستہ روانہ کیا۔ انہوں نے شیخون مار کر لوگوں کو قتل کیا اور غنیمت میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ سو بکریاں حاصل کیں اور ایک سو عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

اس واقعہ پر قبیلہ جذام کے ایک سردار حضرت زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ جھٹ پٹ مدینہ آئے۔ وہ اور ان کی قوم کے کچھ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت وحیہ پر ڈاکہ پڑا تھا، تو انہوں نے وحیہ کی مدد بھی کی تھی، لہذا نبی ﷺ نے غنیمت اور قیدی انہیں واپس کر دیئے۔^①

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام خط | یہ قیصر کی طرف سے دمشق کا امیر تھا۔ اس کے نام نبی ﷺ نے جو خط لکھا وہ یہ تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی جانب)

”اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، اور اللہ پر ایمان لائے اور تصدیق کرے۔ میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ ”اللہ وحدہ لا شریک لہ“ پر ایمان لا! تیرے لئے تیرا ملک باقی رہے گا۔“

یہ خط آپ نے شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ یہ اسد خزیمہ کی طرف منسوب ہیں۔ حارث نے یہ خط پڑھا تو اسے پھینک دیا اور کہا کہ:

”کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھینے گا؟“

پھر مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کرنے لگا اور حضرت ابن وہب سے کہا کہ ”جو کچھ دیکھ رہے ہو اپنے صاحب کو اس کی خبر کر دینا۔“

اور قیصر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی اجازت چاہی، مگر قیصر نے اس کو اس عزم سے باز رکھا۔ اس کے بعد اس نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو کپڑے اور مال سے نوازا اور اچھائی کے ساتھ واپس کیا۔^①

امیر بصری کے نام خط | اس خط میں نبی ﷺ نے ”امیر بصری“ کو اسلام کی دعوت دی اور اسے حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھیجا۔ حضرت حارث جنوبی اردن میں علاقہ بلقاء کے ایک مقام موتہ میں پہنچے، تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان کا سامنا کیا اور ان کی گردن مار دی۔

قاصدوں کے سلسلے میں یہ سب سے سخت ظالمانہ قدم تھا۔ ان کے سوا نبی ﷺ کا کوئی قاصد قتل نہیں کیا گیا۔ نبی ﷺ نے اس پر سخت غم وغصے کا اظہار فرمایا اور یہی غزوہ موتہ کا سبب بنا، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

ہوذہ بن علی، صاحب یمامہ کے نام خط | نبی ﷺ نے اس کے پاس یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(محمد رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب)

”اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا، لہذا اسلام لاؤ، سالم رہو گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا۔“

یہ خط آپ نے سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ ہوذہ نے ان کی عزت کی انہیں انعام سے نوازا، ہجر کے کپڑے دیئے اور جواب میں لکھا:

”آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا پوچھنا اور میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں اور عرب پر میری بیعت بیٹھی ہوئی ہے، اس لئے کچھ کارپردازی میرے ذمہ کر دیں۔ میں آپ کی پیروی کروں گا۔“

یہ خط رسول اللہ ﷺ کو ملا تو آپ نے فرمایا ”اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگے گا تو اسے نہ دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہو گا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہو گا۔“ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ ﴿۱﴾

منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام خط | اس خط میں آپ ﷺ نے منذر کو اسلام کی دعوت دی اور اسے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ منذر مسلمان ہو گیا۔ کچھ اہل بحرین بھی مسلمان ہو گئے۔ جبکہ کچھ دوسرے اپنے دین یہودیت اور مجوسیت پر برقرار رہے۔ منذر نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر لکھی اور اس کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اسے لکھا کہ:

”مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں، انہیں اسی حال پر چھوڑ دو اور یہود اور مجوس سے جزیہ لو اور تم جب تک درست راہ پر رہو گے، ہم تمہیں تمہارے عہد سے معزول نہ کریں گے۔“ ﴿۲﴾

شاہان عمان جیفر اور اس کے بھائی کے نام خط | ان کے نام نبی ﷺ کا خط یہ تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادے جیفر اور عبد کے نام)

”اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، اما بعد!

”میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لاؤ، سالم رہو گے، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں، تاکہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرے سے آگاہ کر دوں اور کافروں پر سچی بات واضح ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو گے، تو تم دونوں ہی کو والی اور حاکم بناؤں گا اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا، تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہوگی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آجائے گی۔“

یہ خط آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ آپ جب عمان تشریف لے گئے، تو عبد بن جلدی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ عبد نے پوچھا ”تم کس کی دعوت دیتے ہو؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا ”ہم اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، جو تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

پھر قدرے گفتگو کے بعد عبد نے پوچھا ”آپ (ﷺ) کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت عمرو نے کہا ”آپ (ﷺ) اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور نافرمانی سے روکتے ہیں۔ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ظلم و زیادتی، زنا کاری و شراب نوشی اور پتھر، بت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔“

عبد نے کہا ”یہ کتنی اچھی بات ہے، جس کی طرف بلا رہے ہیں، اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری پیروی کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر چل پڑتے یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے، لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کیس زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔“

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر تمہارا بھائی اسلام قبول کر لے، تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے، البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں میں بانٹیں گے۔“

عبد نے کہا ”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔“ پھر پوچھا کہ ”صدقہ کیا ہے؟“ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے تفصیل بتائی، جب مویشیوں کا ذکر کیا، تو اس نے کہا ”میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اس کو مان لے گی۔“

پھر عبد نے حضرت عمرو بن عاص کو اپنے بھائی جیفر کے پاس پہنچایا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کو خط دیا۔ اس نے خط پڑھا، پھر اپنے بھائی کے حوالے کر دیا اور عمرو سے پوچھا کہ ”قریش نے کیا کیا؟“

حضرت عمرو بن العاصؓ نے بتایا کہ ”وہ مسلمان ہو گئے ہیں“
 اور یہ بھی کہا ”اگر وہ اسلام لائے تو سالم رہے گا ورنہ شہسوار اس کو روندیں گے اور
 اس کی ہریالی کا صفایا کر دیں گے۔“
 جیفر نے کل تک کے لئے اپنا معاملہ مؤخر کر دیا۔ کل ہوئی تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا،
 لیکن پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں مشورہ کیا اور اس کے دوسرے دن دونوں بھائی مسلمان
 ہو گئے اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے
 ان کی مخالفت کی اس کے خلاف مددگار ثابت ہوئے۔^①
 عبد اور جیفر کے پاس یہ خط فتح مکہ کے بعد بھیجا گیا۔ جب کہ بقیہ خطوط، حدیبیہ سے
 نبی ﷺ کی واپسی کے بعد بھیجے گئے تھے۔

① زاد المعاد، ۳/۶۲، ۶۳۔



غزوہ غالبہ یا غزوہ ذی قرد

(محرم ۷ ہجری)

حدیبیہ کی صلح میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ دس سال جنگ بند رہے گی۔ اس کی بدولت رسول اللہ ﷺ جزیرۃ العرب میں اپنے سب سے بڑے دشمن قریش سے مطمئن ہو کر مکرو دغا، غداری و بد عمدی اور گروہوں کو بھڑکانے کے لحاظ سے سب سے گندے دشمن یہود سے حساب چکانے کے لئے فارغ ہو چکے تھے۔ یہود، خیبر اور اس کے شمال میں آباد تھے۔ نبی ﷺ ان کی طرف نکلنے کی تیاری فرما رہے تھے کہ ایک ہلکا سا حادثہ پیش آگیا، جسے ”غزوہ غالبہ“ کہتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اونٹ ”احد“ کے اطراف میں غالبہ کے اندر چرنے کے لئے بھیج رکھے تھے۔ ساتھ میں آپ کا غلام رباح، اونٹوں کا چرواہا اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ کے ساتھ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی تھا۔ اچانک عبدالرحمن بن عیینہ فزاری نے اونٹوں پر چھاپہ مارا اور چرواہے کو قتل کر کے سارے اونٹ ہانک لے گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا رباح کو دیا کہ وہ جلدی سے مدینہ جا کر حادثے کی اطلاع دیں اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف چہرہ کیا اور تین بار نہایت بلند آواز سے پکارا: «يَا صَبَاحَا!» ”ہائے صبح کا حملہ!“

پھر حملہ آوروں کے پیچھے چل نکلے۔ وہ تیر برسارہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

خُذْهَا، اَنَا ابْنُ الْأَكْوَاعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضْعِ

”یہ لے! میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن کینے کی ہلاکت کا دن ہے۔“

غرض وہ مسلسل تیر برساتے اور زخمی کرتے رہے۔ جب دشمن کا کوئی سوار پلٹ کر آتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں بیٹھ جاتے اور تیر مارتے، پھر دشمن پہاڑ کے ایک تنگ راستے

میں داخل ہوا تو یہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور اس پر پتھر لڑھکانے لگے۔ یوں اس کا پیچھا کئے رکھا، یہاں تک کہ اس نے سارے اونٹ چھوڑ دیئے، لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اس کا پیچھا کئے رکھا اور اس کو تیر مارتے رہے، یہاں تک کہ بوجھ کم کرنے کے لئے اس نے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ان پر (بطور نشان) تھوڑے تھوڑے پتھر ڈالتے گئے، تاکہ انہیں پہچان لیا جائے۔

پھر وہ لوگ گھاٹی کے ایک تنگ موڑ پر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بھی ایک چوٹی پر جا بیٹھے یہ دیکھ کر ان کے چار آدمی چڑھ کر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں سلمہ بن اکوع ہوں۔ تم میں سے جس کسی کو دوڑاؤں گا، بے دھڑک پالوں گا اور جو کوئی مجھے دوڑائے گا، ہرگز نہ پاسکے گا۔“
یہ سن کر وہ سب واپس چلے گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سواروں کو دیکھا کہ وہ درختوں کے درمیان سے چلے آرہے تھے۔ آگے اخرم تھے، پھر ابو قتادہ، پھر مقداد رضی اللہ عنہ۔ حضرت اخرم اور عبد الرحمن میں ٹکڑ ہوئی، اخرم نے عبد الرحمن کے گھوڑے کو زخمی کیا، لیکن عبد الرحمن نے انہیں نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ان کے گھوڑے پر پلٹ آیا مگر اتنے میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن کے سر پر جا پہنچے اور اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ دشمن کے باقی آدمی بھاگ کھڑے ہوئے اور انہیں ان سواروں نے جا کھدیڑا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ پیدل دوڑ رہے تھے۔ سورج ڈوبنے سے کچھ پہلے دشمن ایک گھاٹی میں پہنچا، جس میں ”ذی قرد“ نام کا ایک چشمہ تھا۔ دشمن پیاسا تھا، اور پانی پینا چاہتا تھا، لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر اسے پرے رکھا۔ رسول اللہ ﷺ اور شہسوار صحابہ دن ڈوبنے کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا ”یا رسول اللہ! یہ سب پیاسے تھے، اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں ان کے جانوروں سمیت ان کی گردنیں پکڑ لاؤں“

آپ نے فرمایا ”اکوع کے صاحبزادے! تم قابو پا گئے۔ اب نرمی برتو۔“

پھر آپ نے فرمایا ”اس وقت بنو غطفان میں ان کی مسمان نوازی کی جارہی ہے۔“
 اس غزوے میں آپ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو پیدل اور سوار دونوں کے حصے دیئے
 اور ”عصباء“ اونٹنی پر انہیں اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا کہ ”آج ہمارے بہترین سوار ابو قتادہ
 اور بہترین پیادہ سلمہ ہیں۔“
 یہ غزوہ آپ ﷺ کی خیبر رواں لگی سے صرف تین روز پہلے پیش آیا۔ اس غزوے کے
 دوران میں آپ نے مدینہ کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور پرچم حضرت مقداد
 رضی اللہ عنہ کو دیا۔ ﴿۱﴾

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۴۱، ۳۱۹۴۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا ۱۱۳/۲، ۱۱۵، نیز کتاب
 الحج، حدیث: ۴۷۵ (۱۳۷۴/۲)، فتح الباری، ۷/۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۳۔ زاد المعاد، ۲/۱۲۰۔



غزوہ خیبر

(محرم ۷ ہجری)

محرم ۷ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا قصد فرمایا۔ اس موقع پر ان لوگوں نے بھی اجازت چاہی، جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ:

”آپ کے ساتھ وہی آدمی روانہ ہو، جسے جہاد کی خواہش ہے۔ رہا مال غنیمت، تو اس میں سے کچھ نہ ملے گا۔“

نتیجہ یہ ہوا کہ بیعت رضوان والے چودہ سو افراد کے سوا کوئی نہ نکلا۔

آپ نے مدینہ کا انتظام سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا،^① پھر خیبر جانے والے معروف کاروانی راستہ پر چل پڑے۔ تقریباً آدھا راستہ طے کر لینے کے بعد آپ نے ایک دوسرا راستہ منتخب فرمایا، جو ملک شام کی جانب سے خیبر پہنچاتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح یہودیوں کے ملک شام بھاگنے کا راستہ بند کر دیں۔

آپ نے آخری رات خیبر کے قریب گزاری، مگر یہود بے خبر رہے۔ پھر صبح فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی اور سوار ہو کر خیبر کی آبادی کا رخ کیا۔ ادھر یہود بے خبری میں اپنے پھاوڑے اور ٹوکریاں وغیرہ لے کر اپنی زمینوں میں نکلے، تو اچانک لشکر دیکھ کر چیختے ہوئے بھاگے کہ ”واللہ! محمد (ﷺ) لشکر سمیت آگئے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں، تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔“^②

① زاد المعاد ۲/۱۳۳- فتح الباری ۷/۴۶۵۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱ اور اس کے اطراف اور ۴۱۹/۴۱۹۸۔

خیبر مدینہ سے ۱۷۱ کلومیٹر شمال میں ہے۔ اس وقت اس کی آبادی تین حصوں میں بٹی ہوئی تھی: ایک نطافہ دوسرے کتیبہ، تیسرے شق۔

”نطافہ“ میں تین قلعے تھے: حصن ناعم، حصن صعب بن معاذ، حصن قلعة الزبیر۔
”شق“ میں دو قلعے تھے۔ حصن ابی، حصن نزار۔

اور ”کتیبہ“ میں تین قلعے تھے۔ حصن قموص، حصن وطیح، حصن سلام۔
ان کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں، مگر وہ چھوٹی تھیں اور قوت و حفاظت میں ان قلعوں کے ہم پلہ نہ تھیں۔

نطافہ کی فتح | رسول اللہ ﷺ نے ”نطافہ“ کے قلعوں کے مشرق میں تیروں کی پہنچ سے دور پڑاؤ ڈالا اور ”حصن ناعم“ کے محاصرے سے جنگ کا آغاز کیا۔ یہ بہت محفوظ، بلند اور مشکل چڑھائی والا قلعہ تھا اور یہود کی پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی میں ان کا شہ زور بہادر مرحب بھی تھا، جو ہزار مرد کے برابر مانا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چند روز فریقین میں تیر اندازی ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

”کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔“

یہ سن کر انصار و مہاجرین سب نے اسی آرزو کے ساتھ رات گزاری کہ جھنڈا اسے دیا جائے، صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا ”علی کہاں ہیں؟“
صحابہ نے کہا ”ان کی آنکھ آئی ہوئی ہے۔“

آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور وہ لائے گئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی، وہ شفا یاب ہو گئے۔ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر انہیں جھنڈا دیا اور فرمایا کہ:

”جنگ سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو۔“ ①

ادھر یہود نے اپنی عورتیں اور بچے ”شق“ کے قلعہ میں منتقل کر دیئے تھے اور اسی صبح طے کیا تھا کہ کھلے میدان میں جنگ کریں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انھیں جنگ کے لئے بالکل تیار پایا۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا اور مرحب نے اپنی تلوار لے کر ناز و تکبر سے اٹھلاتے ہوئے دعوت مبارزت دی، وہ کہتا تھا:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرُ أُمِّي مَرْحَبُ شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

”خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار، جب جنگ دیکھا شعلہ زن ہو۔“

اس کے مقابل حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، وہ کہہ رہے تھے:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرُ أُمِّي عَامِرُ شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُغَامِرُ
”خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگ جو۔“

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال میں پھنس گئی اور حضرت عامر نے چاہا کہ اپنی تلوار سے یہودی کی پنڈلی مار دیں، مگر ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ اس کی پنڈلی تک پہنچنے کے بجائے پلٹ کر حضرت عامر کے گھٹنے میں آگئی اور بعد میں وہ اسی چوٹ سے انتقال کر گئے۔ نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ:

”ان کے لئے دو گنا اجر ہے، وہ بڑے جانباز مجاہد تھے، کم ہی ان جیسا کوئی عرب روئے زمین پر چلا ہو گا۔“

اب مرحب کے مد مقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے، وہ یہ رجز کہہ رہے تھے:

أَنَا الَّذِي سَمَّيْنِي أُمِّي حَيْدَرَهُ كَلَيْثُ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمُنْظَرَهُ
أَوْفِيهِم بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهُ

”میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا۔“

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ﴿۱﴾ پھر مرحب کے بھائی یا سرنے نکل کر دعوت مبارزت دی۔ اس کے مقابل زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اسے اس کے بھائی کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا اور کئی یہودی مارے گئے، جس سے ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور بزور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ یہود نے بھاگ کر اس سے متصل ”حصن الصعب“ میں مورچہ بندی کی۔ مسلمانوں کو ”حصن ناعم“ میں بہت سا غلہ کھجور اور ہتھیار ہاتھ آئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت حباب بن منذر کی زیر قیادت ”حصن صعب“ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تین دن جاری رہا۔ تیسرے روز رسول اللہ ﷺ نے فتح و غنیمت کی دعا کی۔ پھر مسلمانوں کو حملے کی دعوت دی۔ مسلمانوں نے شدت کا حملہ کیا۔ جنگ و مبارزت پیش آئی اور گھمسان کا رن پڑا، جو یہود کی شکست پر ختم ہوا اور مسلمانوں نے سورج ڈوبنے سے پہلے فتح کر لیا۔ یہاں غنیمت میں بہت سا غلہ ہاتھ آیا۔ اس قلعے میں سب سے زیادہ خوراک اور چربی تھی ﴿۲﴾ اور یہ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ کار آمد قلعہ تھا۔ مسلمان اس سے پہلے سخت بھوک کا شکار تھے، چنانچہ بہت سے لوگوں نے گدھے زنج کر دیئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ہانڈیاں، جو آگ پر چڑھی تھیں اور جن میں یہ گوشت پک رہا تھا، الٹ دی گئیں۔ ﴿۳﴾

یہود نے یہاں سے بھاگ کر قلعۃ الزبیر میں پناہ لی اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ یہ ”نطاة“ کا تیسرا اور آخری قلعہ تھا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کا بھی محاصرہ کر لیا۔ چوتھے دن

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۹۶، ۶۱۳۸، ۶۳۳۱، ۶۸۹۱۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ خیبر ۱۳۲/۲، باب غزوۃ ذی

قرد وغیرہ ۱۱۵/۲۔

﴿۲﴾ سیرت ابن ہشام ۳۳۲/۲۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲،

۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷۔

ایک یہودی نے آکر پانی کی بعض نالیوں کی نشاندہی کر دی، جس سے یہود پانی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہ نالیاں کاٹ دیں۔ اس پر یہود نے باہر نکل کر سخت لڑائی کی۔ لیکن شکست کھا کر ”شق“ کی جانب پسا ہو گئے۔ اور ”حصن ابی“ میں قلعہ بندی اختیار کر لی۔

شق کی فتح مسلمانوں نے پیچھا کر کے وہاں بھی ان کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ وہ نہایت سخت لڑائی کے لئے تیار ہو کر نکلے۔ ان کے ایک بہادر نے نکل کر دعوت مبارزت دی اور مارا گیا۔ پھر دوسرا نکلا اور وہ بھی مارا گیا۔ اسے حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور اسے قتل کرتے ہی وہ تیزی سے قلعہ میں گھسے اور ان کے ساتھ ہی مسلمان بھی گھس گئے۔ کچھ دیر قلعہ کے اندر لڑائی ہوئی۔ پھر یہود نے راہ فرار اختیار کی اور اس علاقے کے دوسرے اور آخری قلعے ”حصن نزار“ میں قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں کو ”حصن ابی“ میں بہت ساسامان، بھیڑ بکریاں اور غلہ ہاتھ آیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ”حصن نزار“ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ جہاں پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور یہاں یہود نے اپنی حفاظت کا بڑا سخت انتظام کیا تھا۔ انہیں تقریباً یقین تھا کہ اس میں مسلمان داخل نہیں ہو سکتے، اس لئے اس میں عورتوں اور بچوں سمیت قیام کیا۔ تیر اور پتھر برسا برسا کر سخت ترین جوابی کاروائی کی۔ جواب میں مسلمانوں نے منجیق نصب کیا، جس سے ان کے دلوں پر رعب چھا گیا اور وہ کوئی قابل ذکر سختی جھیلے بغیر ”کتیبہ“ کے علاقے میں بھاگ نکلے، مسلمانوں نے اس قلعے میں تانبے اور مٹی کے برتن پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”انہیں دھولو اور ان میں پکاؤ۔“

کتیبہ کی فتح اس کے بعد مسلمان ”قلعہ قوص“ کی طرف بڑھے۔ یہ کتبہ کا پہلا قلعہ تھا۔ چودہ دن یا بیس دن تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ یہود نے پناہ طلب کر لی ^① اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے بزور طاقت قلعہ فتح کیا۔ اور یہود باقی دو قلعے ”وطیح“ اور ”سلام“ کی طرف بھاگے ^② لیکن جب مسلمانوں نے ان

① یہ واقعی کا قول ہے۔

② یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔

کے محاصرے کے لئے پیش قدمی کی تو یہود نے اس شرط پر امان طلب کر لی کہ وہ عورتوں اور بچوں سمیت خیبر کی سر زمین سے جلا وطن ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ شرط منظور فرمائی اور یہ بھی اجازت دے دی کہ سونے، چاندی، گھوڑے اور ہتھیار کے علاوہ وہ اپنی سواریوں پر جو کچھ اور جتنا کچھ لاد سکتے ہیں، لے جائیں ﴿اور اگر کچھ چھپایا تو ذمہ ختم سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد انہوں نے دونوں یا تینوں قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیئے۔ مسلمانوں کو ایک سوزرہیں، چار سوتلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمائیں ہاتھ آئیں، تورات کے کچھ صحیفے بھی ملے، لیکن یہ مانگنے والوں کو واپس دے دیئے گئے۔

کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کے بھائی نے بد عمدی کی اور بہت سا سونا چاندی اور جواہرات چھپا دیئے، لہذا ان سے ذمہ ختم ہو گیا اور بد عمدی کی سزا میں ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ حنیی بن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہ کنانہ کے نکاح میں تھیں۔ انھیں قیدیوں میں داخل کر لیا گیا۔ ﴿

فریقین کے مقتولین | اس غزوے میں کل ۹۳ یہودی مارے گئے اور مسلمان شہداء کی تعداد ۱۵ یا ۱۶ یا ۱۸ تھی۔

مہاجرین حبشہ، ابو ہریرہ اور ابان بن سعید رضی اللہ عنہما کی آمد | حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ جو نجاشی کے پاس

رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر گئے تھے، جب وہ مہاجرین حبشہ کو ساتھ لے کر واپس ہوئے، تو ان میں سے ایک جماعت نے خیبر کا رخ کیا، جس میں جعفر بن ابی طالب اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا اور ابھی مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

”ذمۃ اللہ علی من جہاد فی سبیل اللہ“ ہے، خیبر کی فتح کیا، جعفر کی آمد کر۔ ﴿

① دیکھئے سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی حکم ارض خیبر، ۷۶/۲۔

② سیرت ابن ہشام، ۳۳۱/۲، ۳۳۶، ۳۳۷۔ زاد المعاد، ۱۳۶/۲۔

③ زاد المعاد، ۱۳۹/۲۔

اور جب مال خیبر تقسیم فرمایا تو انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا۔^① باقی مجاہدین حبشہ سے، بچوں اور عورتوں سمیت سیدھے مدینہ تشریف لے آئے تھے۔^②

فتح خیبر کے بعد آپ کی خدمت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ وہ آپ کے خیبر روانہ ہونے کے بعد مدینہ آکر مسلمان ہوئے تھے۔ پھر اجازت لے کر خیبر روانہ ہو گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی خیبر کی غنیمت میں سے حصہ دیا۔

فتح خیبر کے بعد آپ کی خدمت میں حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ وہ ایک ”سریہ“ لے کر نجد تشریف لے گئے تھے اور اپنی مہم پوری کر کے خیبر آگئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں ان کا اور ان کے ساتھیوں کا حصہ نہ رکھا۔^③

خیبر کی تقسیم | جب یہود نے امان حاصل کر لی، تو جلا وطنی سے پہلے ایک نئی تجویز پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ:

”اے محمد (ﷺ)! ہمیں اسی سرزمین میں رہنے دیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے، کیونکہ ہمیں آپ لوگوں سے زیادہ اس کی معلومات ہیں اور پھل اور غلے کی جو پیداوار ہو گی اس کا آدھا آپ ہمیں دے دیں گے۔“

آپ نے اس شرط پر اسے منظور کر لیا کہ آپ جب چاہیں گے، انہیں خیبر سے جلا وطن کر دیں گے۔ چنانچہ اس شرط پر وہ باقی رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔۔ جب کہ انہوں نے شر اور خبث کی راہ اختیار کر لی تھی۔۔ انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔^④

پھر رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصہ ایک سو حصوں کا مجموعہ تھا۔ اس میں سے نصف یعنی اٹھارہ حصے مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات و حوادث کے لئے الگ کر لئے اور باقی نصف یعنی اٹھارہ حصے اس طرح غازیوں میں تقسیم کئے کہ پانچادہ کو

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۳۶، ۳۲۳۳۔

② محاضرات خضریٰ ۲۸/۱۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۳۸ اور فتح الباری متعلقہ حصہ۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۵۲، ۲۳۳۸۔

ایک حصہ اور گھڑ سوار کو تین حصے دیئے۔ ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اس غزوے میں دو سو شہسوار تھے، انکے چھ حصے ہوئے اور بارہ سو پیدل تھے۔ ان کے بارہ حصے ہوئے۔^①

خیبر کھجور اور غلوں سے بھرا پڑا تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا ”اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجور ملے گی“^② اور خیبر سے مدینہ واپس آ کر مہاجرین نے انصار کو کھجوروں کے وہ درخت واپس کر دیئے، جو انصار نے بطور امداد انھیں دے رکھے تھے۔“^③

زہریلی بکری جب حالات پر سکون ہوئے اور خوف جاتا رہا، تو یہود اپنے خبث پر پلٹ آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش کی۔ چنانچہ اپنے اکابر میں سے ایک شخص سلام بن مشکم کی بیوی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی۔ اسے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو بازو پسند ہے، لہذا اس نے بازو میں زیادہ زہر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کا ایک لقمہ لے کر چبایا، پھر اسے تھوک دیا اور فرمایا ”کہ یہ زہر آلود بکری ہے“

پھر آپ نے اس عورت سے اور یہود سے دریافت کیا تو انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور کہا کہ: ”ہم نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہم اس سے راحت پا جائیں گے اور اگر نبی ہے تو اسے زہر نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“

اس پر آپ ﷺ نے یہود کو اور اس عورت کو معاف کر دیا، لیکن بعد میں بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ اسی زہر کی وجہ سے انتقال کر گئے تو آپ ﷺ نے عورت کو قصاص میں قتل کرا دیا۔^④

① زاد المعاد ۲/۱۳۷، ۱۳۸۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۲۴۲۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۲۶۳۰۔ ④ صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۶۹، ۳۲۴۹، ۵۷۷۷۔ سیرت ابن

ہشام ۲/۳۳۷، ۳۳۸۔ زاد المعاد ۲/۱۳۹، ۱۴۰۔

اہل فذک کی سپردگی

فذک، خیبر کے مشرق میں دودن کے فاصلے پر ایک بستی تھی۔ جو آج کل ”حائل“ کے علاقے میں ”حائط“ کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے خیبر پہنچ کر محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ”یسود فذک“ کے پاس بھیجا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں، مگر انہوں نے تاخیر کی، لیکن جب خیبر کی فتح کا حال سنا، تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے پیغام دیا کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے اسے منظور فرمالیا۔ چنانچہ فذک کی زمین صرف نبی ﷺ کے لئے مخصوص تھی۔ اس میں سے آپ اپنے اوپر خرچ فرماتے تھے۔ بنو ہاشم کے بچوں کی عیال داری کرتے تھے اور ان میں سے غیر شادی شدہ ضرورت مندوں کی شادی فرماتے تھے۔^①

وادی القرئی

رسول اللہ ﷺ خیبر کے بعد ”وادی القرئی“ تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو جو یہودی تھے، اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے نہ اسلام قبول کیا، نہ آپ کے تابع فرمان ہوئے، بلکہ جنگ کے لئے نکل آئے۔ ان کا ایک آدمی میدان میں آیا اور اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا آیا، اسے بھی انہوں نے قتل کیا۔ پھر تیسرا آیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اس طرح ان کے گیارہ آدمی قتل ہوئے۔ جب بھی کوئی ایک آدمی مارا جاتا تو آپ باقی یہود کو اسلام کی دعوت دیتے اور جب بھی کوئی نماز پڑھتے تو انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ غرض اسی طرح شام ہو گئی۔ دوسرے دن صبح آپ پھر تشریف لے گئے، لیکن سورج ابھی نیزہ برابر بھی بلند نہ ہوا تھا کہ یہود شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے بہت سامان غنیمت حاصل کیا۔ پھر یہود نے گزارش کی کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اور ان کے لیے یہ بات تحریر فرمادی۔^②

اہل یتماء کی مصالحت

”یتماء“ کے یہود کو خیبر، فذک اور وادی القرئی کی خبریں موصول ہوئیں تو انہوں نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی اور اپنے

① سیرت ابن ہشام، ۲/۳۳۷، ۳۵۳۔

② زاد المعاد، ۲/۱۳۶، ۱۳۷۔ طبقات ابن سعد، ۱/۲۷۹۔

علاقے میں امن کے ساتھ برقرار رہے۔^①

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی میں شامل کیا گیا تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت وحید بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے لے لیا، لیکن صحابہ نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ وہ صرف آپ ﷺ کے شایان شان ہیں۔ وہ قریظہ اور نصیر کی سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا کر ان پر اسلام پیش کیا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس پر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا اور انہیں بعض عورتوں کے حوالے کر دیا۔

جب خیبر اور وادی القریٰ فتح ہو گئے، فدک اور تیماء کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی اور آپ نے مدینہ واپسی کی راہ لی، تو ”وادی صہباء“ میں پہنچ کر حضرت صفیہ حلال ہو گئیں۔ چنانچہ انہیں آپ کے پاس رخصت کر دیا گیا اور آپ نے دولہے کی حیثیت سے ان کے ہمراہ صبح کی اور کھجور، پنیر اور گھی سان کر دلیمہ کھلایا، اور تین روز شب ہائے عروسی کے طور پر ان کے ساتھ قیام فرمایا، پھر روانہ ہو گئے۔^② اور صفر ۷ ہجری کے آخر یا ربیع الاول ۷ ہجری کے اوائل میں مدینہ تشریف لائے۔

① زاد المعاد ۲/۱۳۷۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱، اور اس کے اطراف جو بڑی کثرت سے ہیں۔



غزوہ ذات الرقاع

جمادی الاولیٰ ۷ ہجری

خیبر سے مدینہ آکر رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو چکے تو سنا کہ بنو انمار، ثعلبہ اور محارب کے بدوا اکٹھا ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینے کا انتظام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپا اور سات سو صحابہ کی جمیعت میں مدینہ سے دو دن کے فاصلے پر واقع مقام ”نخل“ کا رخ کیا۔ وہاں بنو غطفان کی ایک جمیعت سے آمنا سامنا ہوا، دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آئے اور بعض نے بعض کو خوف زدہ کیا، لیکن جنگ نہیں ہوئی۔ نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی ﴿یعنی ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، پھر وہ لوگ پیچھے چلے گئے تو دوسرے گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، اس طرح آپ کی چار رکعت نماز ہوئی اور لشکر کی دو دو رکعت۔ یہی صلوٰۃ خوف ہے اور اس کی اور بھی صورتیں ہیں جو احادیث میں مروی ہیں۔﴾^(۱)

پھر اللہ نے دشمن کے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس کی جمیعت پر اکندہ ہو گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔

اس غزوے کا نام اس لئے ”ذات الرقاع“ پڑ گیا کہ مسلمانوں کے قدم پیدل چلنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے اور انہوں نے ان پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ ﴿چیتھڑوں کو عربی میں ”رقاع“ کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس کی زمین اور پہاڑ مختلف رنگ کے تھے، گویا وہ ”رقاع“ یعنی پیوند تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ غزوے کی جگہ کا نام ہی یہی ہے۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۲۶، ۴۱۲۷۔

② صحیح بخاری، کتاب صلوٰۃ الخوف، نیز حدیث: ۴۱۲۷، ۴۱۲۹، ۴۱۳۱، ۴۱۳۳۔ صحیح مسلم، باب صلوٰۃ الخوف۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۴۱۲۸۔ صحیح مسلم، باب غزوہ ذات الرقاع، ۱۱۸/۲۔

تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ | اس غزوے میں سب سے دلچسپ بات یہ پیش آئی کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا اور اس پر اپنی تلوار لٹکا کر سو گئے۔ اہلہ لوگ مختلف درختوں کے نیچے جا کر سو گئے۔ ایک مشرک نے آکر رسول اللہ ﷺ کی تلوار سونت لی۔ آپ بے خبر سو رہے تھے، مگر اتنے میں آپ جاگ گئے، تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی۔

اس نے کہا: ”تم مجھ سے ڈرتے ہو؟“

آپ نے فرمایا: ”نہیں“

اس نے کہا: ”تو تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟“

آپ نے فرمایا: ”اللہ!“

”یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ وہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی۔

پھر فرمایا: ”اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟“

اس نے کہا ”آپ اچھے پکڑنے والے ہوئے (یعنی احسان کیجئے)۔“

آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا، لیکن یہ عہد کیا کہ وہ نہ آپ سے لڑائی کرے گا نہ لڑنے والوں کے ساتھ ہو گا۔ اسکے بعد آپ نے اس کی راہ چھوڑ دی۔ اس نے اپنی قوم میں واپس جا کر کہا ”میں تمہارے پاس سب سے اچھے انسان کے یہاں سے آ رہا ہوں۔“ ﴿۱﴾

عام اہل مغازی کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۴ ہجری میں پیش آیا، ﴿۲﴾ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ ۷ ہجری میں غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا، کیونکہ ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اس غزوے میں موجود تھے اور یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس غزوے سے پہلے اور اس کے بعد راستوں کے امن، دہشت گردوں کی سرکوبی اور (تخریبی) مجموعوں کو منتشر کرنے کے لئے متعدد ”سرایا“ روانہ کئے گئے، لیکن طوالت سے بچنے کے لئے ان کا ذکر چھوڑا جا رہا ہے۔

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۱۰، ۲۹۱۳، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، وغیرہ۔

﴿۲﴾ تفصیل کے لیے دیکھئے ”سیرت ابن ہشام“ ۲/ ۲۰۳، ۲۰۹، زاد المعاد ۲/ ۱۱۰، ۱۱۳، فتح الباری ۷/ ۷، ۴۱۷، ۴۲۸۔

عمرہ قضاء

ذی قعدہ ۷ ہجری

ذی قعدہ ۷ ہجری میں رسول اللہ ﷺ اس عمرے کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے، جس پر حدیبیہ کی صلح میں اتفاق ہوا تھا۔ چنانچہ مدینہ کا انتظام حضرت ابو رہم غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا، قربانی کے ساتھ اونٹ ساتھ لئے اور ان پر ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے جن پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

پھر ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا اور لبیک پکارا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ لبیک پکارا۔ پھر اپنا سفر جاری رکھا۔ جب وادی ”یا جح“ پہنچے تو سارے ہتھیار رکھ دیئے اور ان کی حفاظت کے لئے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دو سو آدمی وہیں چھوڑ دیئے۔ صرف سوار کا ہتھیار یعنی میان میں رکھی ہوئی تلواریں ^① لے کر ”کدواء“ کے راستے سے جو ”حجون“ پر نکلتا ہے، مکہ میں داخل ہوئے۔ ^② اس وقت آپ ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے اور صحابہ کرام تلواریں حمائل کئے آپ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ آپ بھی لبیک پکار رہے تھے اور وہ بھی لبیک پکار رہے تھے، اس طرح آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ چھڑی سے حجر اسود کو چھوا، پھر سواری ہی پر طواف کیا۔ ^③ مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ وہ قوت وجوانمردی کی شان کے مطابق داہنے کندھے کھولے خانہ کعبہ کے گرد دوڑ رہے تھے اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آگے آگے تلوار حمائل کئے ہوئے یہ اشعار کہہ رہے تھے۔

① فتح الباری، ۵۰۰/۷- زاد المعاد، ۱۵۱/۳-

② صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۷۵، ۱۵۷۶-

③ صحیح بخاری، حدیث: ۱۶۰۰، ۱۷۹۱، ۲۱۸۸، ۲۲۵۵-

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ خَلُّوا، فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ
 الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَثْوِيلِهِ
 ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيَذْهَبُ الْخَلِيلَ عَنْ خَالِيلِهِ

”کفار کے پوتو! ان کا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو کہ ساری بھلائی اس کے پیغمبر ہی میں ہے۔ آج ہم اس کی تاویل پر تمہیں ماریں گے، جیسے اس کی تزیل پر تمہیں مار چکے ہیں اور مار بھی ایسی ماریں گے کہ کھوپڑی اپنی جگہ سے چھٹک جائے گی اور دوست کو دوست سے بے خبر کر جائے گی۔“^①

”مشرکین کعبہ کے شمال میں ”فَعِيقَعَانِ“ پہاڑ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

”تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے، جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔“
 لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا کہ دوڑ رہے ہیں، تو کہنے لگے کہ یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی ٹکڑے ہیں۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ پہلے تین چکروں میں دوڑ لگائیں، تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نہ دوڑیں،^② کیونکہ یہ حصہ جنوب میں تھا جسے مشرکین دیکھ نہیں رہے تھے۔

طواف سے فارغ ہو کر آپ نے صفا مروہ کی ”سعی“ کی اور ان کے سات پھیرے لگا کر^③ مروہ کے پاس قربانی کے جانور ذبح کئے اور وہیں اپنا سرمنڈوایا۔ مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو ”یانج“ بھیج دیا کہ وہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں، اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے وہ آکر اپنا عمرہ ادا کر لیں۔

مکہ میں آپ ﷺ نے تین روز قیام فرمایا اور اس دوران حضرت میمونہ بنت الحارث

① ترمذی، ابواب الاستیذان، انشاء الشعر ۲/۱۰۷ (طبع ہند)

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۶۱۹۰۲۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۷۷۔

ہلالیہ بیٹھا سے شادی کی۔ ۱۰ وہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انھیں جب شادی کا پیغام ملا، تو انھوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ان کی شادی کر دی۔ اس وقت نبی ﷺ ”حلال“ تھے، کیونکہ مکہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے آپ ﷺ نے عمرہ کیا۔ پھر ”حلال“ ہوئے تو حلال ہی باقی رہے۔

چوتھے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی۔ ۱۱ مکہ سے نو میل دور مقام ”سرف“ پہنچے تو پڑاؤ ڈال کر قیام فرمایا اور وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس رخصت ہو گئیں۔ پھر اللہ نے آپ کے خواب کی جو تصدیق فرمائی تھی اور اپنے گھر کے طواف کا جو شرف بخشا تھا، اس پر خوش خوش مدینہ واپس تشریف لائے۔ ۱۲

اللہ کی تقدیر کا یہ بھی عجیب پہلو ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی مقام ”سرف“ ہی میں ہوئی اور وہیں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ ۱۳

عمرہ قضاء سے واپس آکر رسول اللہ ﷺ نے مختلف جہات میں چند ”سرایا“ روانہ فرمائے، ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت سریہ منوۃ کو حاصل ہے، پھر سریہ ذات السلاسل کو۔

۱۰ صحیح بخاری، حدیث: ۷۱۸۳، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۵۱۱۳۔

۱۱ صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۵۱۔

۱۲ اس عمرے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو زاد المعاد، ۲/۲۵۱، ۲۵۲۔

۱۳ صحیح بخاری، حدیث: ۵۰۶۷۔



معرکہ موتہ

جمادی الاولیٰ سنہ ۸ ہجری

امراء اور بادشاہوں کو رسول اللہ ﷺ نے جو خطوط لکھے تھے ان کے ذکر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو، جو رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر امیر بصری کے پاس گئے تھے، قتل کر دیا تھا۔ یہ حرکت اعلان جنگ کے مترادف تھی، اس لئے جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپ پر یہ بات سخت گراں گزری۔ چنانچہ آپ نے تین ہزار ^(۱) کا ایک لشکر تیار کر کے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرمایا کہ ”اگر زید قتل کر دیئے جائیں تو جعفر اور جعفر قتل کر دیئے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔“ ^(۲) اس لشکر کے لئے آپ نے سفید پرچم باندھا اور اسے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جہاں حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے تھے، وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اگر وہ انکار کریں تو لڑائی کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے غزوہ کرو اور دیکھو! بد عہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور فنا کے قریب بڑھے کو اور گرجے میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور نہ کسی عمارت کو منہدم کرنا۔“ ^(۳)

^(۱) زاد المعاد، ۲/۱۵۵۔ فتح الباری، ۷/۵۱۱۔

^(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۴۲۲۱۔

^(۳) مختصر السیرۃ، شیخ عبد اللہ، ص: ۳۲۷۔ واقعہ کی تعیین کے بغیر یہ حدیث صحیح مسلم، سنن ابن داود، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

آپ ”ثنیۃ الوداع“ تک لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے، پھر اسے الوداع کہا۔ ① اس لشکر نے جنوبی اردن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر ”ماب“ میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے دو رات مشورہ کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر آپ سے کمک طلب کریں یا جنگ میں کود پڑیں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انھیں گرمادیا کہ ”اب آپ لوگ جس بات سے کترارہے ہیں، یعنی شہادت، یہ وہی چیز ہے، جس کی طلب میں ہم نکلے ہیں۔“ انہوں نے کہا:

”ہم تعداد اور قوت و کثرت کے بل پر نہیں لڑتے، بلکہ ہماری لڑائی اس دین کے بل بوتے پر ہے جس سے اللہ نے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے سامنے دو خوبیاں ہیں، غلبہ یا شہادت۔“

لوگوں نے کہا واللہ! ”ابن رواحہ سچ کہتے ہیں۔“

چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر ”موتہ“ میں پڑاؤ ڈال دیا، پھر وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ ②

اب کیا تھا، ایک خوفناک اور سنگین معرکہ شروع ہو گیا، جو تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ کے لشکر جہاد کا مقابلہ کر رہے تھے اور دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں سے لیس یہ بھاری بھر کم لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا، لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

مسلمانوں کا ”علم“ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔ پھر وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گتھ گئے اور خلعت شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ”علم“ سنبھالا اور خوب خوب جنگ کی۔ جب لڑائی کی شدت شباب کو پہنچی، تو اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، کوچیں کاٹ دیں اور

① زاد المعاد، ۲/۱۵۶۔

② سیرت ابن ہشام، ۲/۳۷۳، ۳۷۴۔

وار پر وار کئے، یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ انہوں نے پھر جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا، یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ آسمانی فضا میں لہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ نیزوں اور تیر کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے تھے۔^❶ ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ انہوں نے جھنڈا لیا، آگے بڑھے، پھر اپنے مہمے نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت پر جھنڈا حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے تھام لیا، تاکہ گرنے نہ پائے اور مسلمانوں سے کہا ”کہ آپ لوگ کسی آدمی پر اتفاق کر لیں۔“

لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا اور اس طرح ”جھنڈا“ اللہ کی تلواروں میں سے ایک ”تلوار“ کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اتنی پر زور اور بے نظیر جنگ کی کہ ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں، ادھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مدینہ میں اسی دن تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر دی اور بتلایا کہ اب کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں آگئی ہے اور انہیں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار قرار دیا۔^❷

دن ختم ہوا تو دونوں فریق اپنے اپنے کیپوں میں واپس چلے گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب بدل دی، پیچھے کو آگے اور آگے کو پیچھے، دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں کر دیا۔ دشمن نے سمجھا مسلمانوں کے پاس کمک آگئی ہے اس پر رعب چھا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بلکی سی جھڑپ کے بعد لشکر کو پیچھے ہٹانا شروع کیا، لیکن دشمن کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسے خطرہ تھا کہ یہ کوئی چال نہ ہو۔ اس طرح مسلمان ”موتہ“ کی طرف سمٹ آئے اور سات دن تک دشمن سے جھڑپ کرتے رہے۔ پھر

❶ صحیح بخاری، باب غزوة موقعة من ارض الشام، نیز سیرت ابن ہشام، زاد المعاد۔

❷ صحیح بخاری، حدیث: ۴۲۱۲، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶۔

دونوں فریق رک گئے اور لڑائی ختم ہو گئی، کیونکہ رومیوں نے سمجھا کہ مسلسل کمک پہنچ رہی ہے اور وہ چال چل کر رومیوں کو صحرا میں گھسیٹ لے جانا چاہتے ہیں، جہاں سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ اس طرح اس جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا۔^①

اس غزوے میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ دشمن خاصی تعداد میں مارے گئے، مگر ان کی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

سریہ ”ذات السلاسل“ (جمادی الآخرة سنہ ۸ ہجری) | معرکہ ”موتہ“ میں شامی عربوں کا جو موقف تھا اس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے حکیمانہ اقدام کی ضرورت محسوس کی جو انہیں رومیوں کی مدد سے باز رکھ سکے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ اور تیس گھوڑوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چونکہ حضرت عمرو کی دادی، ان کے قبائل میں سے ایک قبیلہ بلی سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے مقصود یہ تھا کہ ان کی تالیف قلب کی جائے، لیکن اگر وہ انکار کریں تو روم کی تائید میں کھڑے ہونے پر انہیں سبق سکھایا جائے۔ حضرت عمرو قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بڑی فوج فراہم کر رکھی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو نے رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دو سو سربر آوردہ مجاہدین و انصار کی کمک بھیجی، لیکن امیر عام اور نماز کے امام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ کمک آجانے کے بعد انہوں نے قضاعہ کے علاقوں کو دور تک روندنا ایک لشکر سے سامنا ہوا، لیکن جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہ ادھر ادھر بھاگ کر بکھر گیا۔

سلاسل، وادی القریٰ سے آگے ایک خطہ زمین اور ایک چشمے کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ ”سریہ“ منسوب ہے، کیونکہ مسلمانوں نے یہیں پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہ ”سریہ“ جمادی الآخرة سنہ ۸ ہجری میں یعنی غزوہ موتہ کے ایک مہینہ بعد بھیجا گیا۔^②

① اس معرکے کی تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری، ۷/۵۱۳، ۵۱۴۔ زاد المعاد، ۲/۱۵۶۔

② سیرت ابن ہشام، ۲/۶۲۳، ۶۲۶۔ زاد المعاد، ۲/۱۵۷۔

غزوہ فتح مکہ

﴿رمضان سنہ ۸ ہجری﴾

رمضان ۸ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ کی فتح کا شرف بخشا۔ یہ سب سے عظیم فتح تھی، جس سے اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ ﷺ کو عزت بخشی، اپنے گھر اور اپنے شہر کو غلط ہاتھوں سے آزاد کیا۔ اس فتح پر آسمان والوں نے خوشی منائی اور کفار، اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو بکر، حدیبیہ کے معاہدہ میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ان کی بنو خزاعہ کے ساتھ دور جاہلیت سے خونریزی اور کشاکش چلی آرہی تھی، جس کی آگ اسلام کی آمد آمد کے سبب وقتی طور پر بجھ گئی تھی۔ جب حدیبیہ کی صلح واقع ہو چکی تو بنو بکر نے اسے غنیمت جانا اور موقع پا کر شعبان ۸ ہجری میں رات کے وقت بنو خزاعہ پر چھاپہ مارا۔ اس وقت بنو خزاعہ ”وتیر“ نامی ایک چشمے پر تھے۔ بنو بکر نے ان کے بیس سے زیادہ آدمی قتل کئے اور انھیں مکہ تک دھکیل لائے، بلکہ مکہ کے اندر بھی ان سے لڑائی کی۔ قریش نے بھی پس پردہ ہتھیاروں اور آدمیوں سے ان کی مدد کی۔

بنو خزاعہ چونکہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان کے متعدد افراد مسلمان بھی ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔

آپ نے فرمایا ”واللہ! میں جس چیز سے اپنی حفاظت کرتا ہوں، اس سے تمہاری بھی ضرور حفاظت کروں گا۔“

ادھر قریش نے اپنی غلط کاری محسوس کی اور اس کے نتائج سے خوفزدہ ہوئے اس لئے جھٹ ابو سفیان کو مدینہ بھیجا کہ وہ عہد کو پختہ کرے اور مدت اور بڑھا دے۔ ابو سفیان

مدینہ پہنچا تو اپنی صاحبزادی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا، تو انہوں نے بستر پلیٹ دیا۔

ابو سفیان نے کہا: ”بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھایا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟“

انہوں نے کہا ”یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں۔“

ابو سفیان نے کہا: ”واللہ! میرے بعد تمہیں شریعت پہنچ گیا ہے۔“

پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کریں۔ انہوں نے کہا ”میں نہیں کر سکتا۔“ اس کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے انکار کیا اور سخت بات کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے معذرت کی اور مشورہ دیا کہ وہ خود لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کرے اور واپس چلا جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے غزوے کی تیاری شروع کر دی۔ صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا اور مدینہ کے گرد و پیش جو ”اعراب“ تھے انہیں بھی تیاری کے لئے کہا، لیکن خبر چھپائے رکھی اور دعا فرمائی کہ:

”اے اللہ! جاسوسوں اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک لے، تاکہ ہم ان کے علاقے میں اچانک ان کے سروں پر پہنچ جائیں۔“

مزید رازداری کے لئے آپ نے اوائل رمضان میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے ۳۶ میل دور ”بطن اضم“ کی طرف روانہ فرمایا، تاکہ سمجھنے والا یہ سمجھے کہ آپ اسی علاقہ کا رخ کریں گے۔ ﴿۱﴾

ادھر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع دے بھیجی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ رقعہ ایک عورت کو دیا اور اسے قریش تک پہنچانے پر معاوضہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آسمان سے خبر آگئی اور آپ

نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت زبیر اور حضرت ابو مرثد غنویؓ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ”روضہٴ خُلق“ جاؤ وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی، جس کے پاس ایک رقعہ ہوگا، وہ اس سے لے لینا۔ انہوں نے جاکر رقعہ طلب کیا۔

عورت نے کہا: ”میرے پاس کوئی رقعہ نہیں۔“

ان لوگوں نے کہا ”یا تو رقعہ نکالو، یا ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔“

اس پر اس نے اپنے جوڑے سے رقعہ نکالا۔ یہ لوگ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔

آپؐ نے فرمایا ”حاطب یہ کیا ہے؟“

حاطب نے معذرت کی کہ مکہ میں ان کے اہل و عیال اور بال بچے ہیں اور قریش میں ان کی کوئی قربت داری نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں تو انہوں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کر دیں کہ اس کے بدلے وہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ ورنہ انہوں نے یہ کام نہ اسلام سے مرتد ہونے کے سبب کیا ہے، نہ کفر سے راضی ہونے کے سبب۔

حضرت عمرؓ نے کہا ”اللہ کے رسول! مجھے جھوڑیے میں اس کی گردن مار دوں، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے اور منافق ہو گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”یہ جنگ بدر میں حاضر ہو چکا ہے اور تمہیں کیا پتہ؟ ہو سکتا ہے اللہ نے اہل بدر پر جھانک کر کہا ہو، تم لوگ جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا۔“ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور کہا ”اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔“ ①

۱۰ رمضان سنہ ۸ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ چھوڑ کر مکے کا رخ کیا۔ آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے۔ مدینہ پر (بطور منتظم) ابو رہم غفاریؓ کا تقرر فرمایا۔

”جحفہ“ پہنچے تو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے، وہ مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کرتے ہوئے آرہے تھے۔ ”ابواء“ میں آپ کے چچیرے بھائی ابو سفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ ملے۔ آپ نے ان دونوں سے منہ پھیر لیا، کیونکہ یہ دونوں آپ کو سخت اذیت پہنچاتے اور ججو کرتے رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ”ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہی آپ کے یہاں سب سے بد بخت ہوں۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان بن حارث کو سکھایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤ اور ان سے وہی کہو جو برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ ءَاثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ﴾ (۹۱)

(یوسف ۱۲/۹۱)

”اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔“

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَیْكُمْ اَلْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ

الرَّحِیْمِ﴾ (یوسف ۱۲/۹۲)

”آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخش دے گا اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

اس پر ابو سفیان نے آپ کو چند اشعار سنائے اور اپنی سابقہ حرکت سے معذرت کی۔^① جب آپ ”کدید“ پہنچے اور دیکھا کہ لوگوں پر روزہ گراں گزر رہا ہے، تو روزہ کھول دیا اور لوگوں کو بھی کھولنے کا حکم دیا۔^② پھر سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ عشاء کے وقت ”مرالظہران“ میں نزول فرمایا۔ آپ کے حکم سے لشکر نے الگ الگ جلائی۔ یوں آگ کے دس ہزار الاؤ روشن کئے گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر فرمایا۔

① زاد المعاد، ۲/۱۶۲، ۱۶۳۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۳۲۷۷۔

ادھر ابو سفیان خوف اور اندیشے کے عالم میں نکلا۔ اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی تھے۔ آگ دیکھی تو کہنے لگا ”آج جیسی آگ اور لشکر تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔“

بدیل نے کہا ”یہ خراہ ہیں۔“

ابو سفیان نے کہا ”خراہ اس سے کہیں کم اور ذلیل ہیں کہ یہ ان کی آگ اور ان کا لشکر ہو۔“

ابو سفیان دربار نبوت میں | اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کے خچر پر چکر لگا رہے تھے۔ آواز سنی تو پہچان گئے اور کہا ”ابو حنظلہ؟“

اس نے کہا: ”ابو الفضل؟“

کہا ”ہاں۔“

اس نے کہا: ”کیا بات ہے؟ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ رسول اللہ ﷺ ہیں لشکر سمیت۔ ہائے قریش کی تباہی“
واللہ!

اس نے کہا: ”اب کیا ترکیب ہے؟ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر وہ تمہیں پاگئے تو تمہاری گردن مار دیں گے، لہذا اس خچر پر پیچھے بیٹھ جاؤ، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں۔“

چنانچہ وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور انہوں نے دیکھا تو کہا ”ابو سفیان؟ اللہ کا دشمن؟ اللہ کی تعریف ہے کہ اس نے بغیر کسی عہد و پیمان کے تجھے (ہمارے) قابو میں کر دیا۔“

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑ لگائی۔ ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خچر کو ایڑ ماری۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہلے پہنچ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ انہوں نے پہنچتے ہی آپ سے ابو سفیان کی گردن مارنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ کا سر

مبارک پکڑ لیا اور کہا ”آج رات میرے سوا کوئی اور آپ سے سرگوشی نہ کرے گا۔“
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار اجازت چاہی، لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ پھر
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اسے اپنے ڈیرے پر لے جاؤ، صبح میرے پاس لے آنا۔“
 پھر جب صبح خدمت نبوی میں حاضر کیا تو آپ نے فرمایا ”ابو سفیان! تم پر افسوس کیا
 اب بھی تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں؟“
 ابو سفیان نے کہا ”میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ آپ کتنے بردبار، کتنے کریم اور کتنے
 خویش پرور ہیں! اگر اللہ کے ساتھ کوئی ”الہ“ ہوتا تو اب تک تو میرے کچھ کام آیا ہوتا۔“
 آپ نے فرمایا ”ابو سفیان! تم پر افسوس کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ
 میں اللہ کا رسول ہوں۔“

ابو سفیان نے کہا ”اس بات کے متعلق تو اب بھی دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔“
 اس پر حضرت عباس نے کہا ”اس سے پہلے کہ تمہاری گردن ماری جائے، اسلام لاؤ۔“
 چنانچہ ابو سفیان مسلمان ہو گیا اور حق کی شہادت دی۔
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے اللہ کے رسول! ابو سفیان اعزاز پسند ہے، اسے کوئی
 اعزاز دے دیجئے۔“

آپ نے فرمایا ”ہاں! جو ابو سفیان کے گھر میں گھس جائے، اسے امان ہے۔ اور جو اپنا
 دروازہ اندر سے بند کر لے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے، اسے امان
 ہے۔“

مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کا داخلہ | اسی صبح رسول اللہ مکہ روانہ ہوئے اور
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابو سفیان کو
 وادی کے تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس روکے رکھیں، تاکہ وہاں سے گزرنے والی
 خدائی فوجوں کو ابو سفیان دیکھ سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ ادھر قبائل اپنے
 اپنے پرچم لئے گزرنے لگے، جب کوئی قبیلہ گذرتا تو ابو سفیان پوچھتا کہ ”عباس! یہ کون
 لوگ ہیں؟“

جواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ”بنو فلاں (مثلاً بنو سلیم)“

ابو سفیان کہتا ”مجھ کو بنو فلاں سے کیا واسطہ؟“

یہاں تک کہ انصار کا دستہ گزرا، جس کا پرچم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا ”ابو سفیان! آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کیا جائے گا۔“

ابو سفیان نے کہا ”عباس! پامالی کا دن مبارک ہو۔“

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے ”سبز“ دستے میں تشریف لائے۔ آپ مہاجرین و انصار کے درمیان فروکش تھے۔ یہاں صرف لوہے کی باڑ دکھائی پڑ رہی تھی۔ ابو سفیان نے کہا ”سبحان اللہ! عباس! یہ کون لوگ ہیں؟“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”یہ انصار و مہاجرین کے جلو میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔“

ابو سفیان نے کہا ”بھلا ان سے محاذ آرائی کی کسے طاقت ہے؟ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہو گئی۔“

حضرت عباس نے کہا ”یہ نبوت ہے۔“

اس نے کہا: ”اب تو جی ہاں!“

پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: ”سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا“ اور پرچم حضرت سعد سے لے کر ان کے صاحبزادے قیس کے حوالے کر دیا۔

نبی ﷺ کے گزرنے کے بعد ابو سفیان تیزی سے مکہ پہنچا اور نہایت بلند آواز سے پکارا ”قریش کے لوگو! یہ محمد ہیں۔ تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلہ کی تاب نہیں، لہذا جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اسے امان ہے۔“

لوگوں نے کہا ”تجھ پر اللہ کی لعنت، تیرا گھر ہمارے کتنے آدمیوں کے کام آسکتا ہے؟“

ابو سفیان نے کہا: ”اور جو اپنا دروازہ اندر سے بند کر لے اسے بھی امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔“

یہ سن کر لوگ تیزی سے اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔ جب رسول اللہ ﷺ ذی طوی پہنچے تو میسرہ کے سالار حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ ”کدی“ کے راستے مکہ میں زیریں حصے سے داخل ہوں، اور کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیں، یہاں تک کہ صفا پر آپ ﷺ سے آئیں اور میمنہ کے قائد اور رسول اللہ ﷺ کے علمبردار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کداء کے راستے بالائی حصے سے مکہ میں داخل ہوں اور حجون میں آپ کا پرچم گاڑ دیں نیز رسول اللہ ﷺ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہیں جبکہ پیادہ اور بے ہتھیار لوگوں کے قائد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ”بطن وادی“ کا راستہ پکڑیں اور مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے آگے اتریں۔

اس موقع پر قریش نے خندمہ میں کچھ اوباشوں کو جمع کیا۔ کہا کہ اگر انہیں کچھ کامیابی ہوئی تو ان کے ساتھ ہو رہیں گے، ورنہ جو کچھ مطالبہ کیا جائے گا منظور کر لیں گے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو ایک معمولی سی جھڑپ میں ان کے بارہ آدمیوں کو کاٹ ڈالا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ مکہ کے گلی کوچوں کو روندتے ہوئے کوہ صفا پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے، البتہ ان کے دستے کے دو آدمی راستہ بھٹک کر لشکر سے پچھڑ گئے اور مارے گئے۔^①

ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ”حجون“ میں ”مسجد فتح“ کے پاس جھنڈا گاڑا اور ایک خیمہ نصب کیا، جس میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے قیام کیا اور وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ تھوڑی دیر استراحت فرمایا۔ پھر آگے بڑھے۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ پھر آپ سورہ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے ماجرین والنصار کے جلو میں مسجد حرام کے اندر داخل ہوئے۔ حجر اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ حالت احرام میں نہ تھے۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، انہیں کچوکے لگاتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے:

① ساری تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت ابن ہشام اور مختصراً دیکھئے صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۸۰۔

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (الاسراء ۱۷/ ۸۱)

”حق آگیا اور باطل چلا گیا، یقیناً باطل جانے ہی والا ہے۔“

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ (سبا ۳۴/ ۴۹)

”حق آگیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہو گئی۔“

اس ضرب سے بت اپنے چہروں کے بل گرتے جا رہے تھے۔^①

کعبہ کی تطہیر اور اس میں نماز | جب آپ طواف سے فارغ ہو گئے، تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر ان سے کعبہ کی کنجی لی اور اسے کھولنے کا

حکم دیا۔ پھر اس میں جو بت تھے انھیں نکلوا کر تڑوا دیا اور جو تصویریں تھیں، انھیں مٹا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ، اسامہ بن زید اور بلال رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر دروازے کے مقابل کی دیوار کے رخ سے تین ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہوئے۔ اپنے بائیں ایک ستون اور دائیں دو ستون اور پیچھے تین ستون کئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر بیت اللہ میں گھوم کر اس کے اطراف میں اللہ کی تکبیر و توحید کے کلمات کہے۔^②

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں | پھر آپ ﷺ نے دروازہ کھولا۔ قریش مسجد حرام میں صفیں لگائے کھپا کھپچ بھرے تھے۔ آپ نے دروازے

کے دونوں بازو پکڑ کر ایک بلغ خطبہ دیا، جس میں اسلام کے بہت سے احکام بیان کئے۔ امور جاہلیت کو ساقط کیا اور اس کی نخوت کے خاتمے کا اعلان کیا۔ پھر فرمایا: ”قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟“ انہوں نے کہا ”اچھا۔

آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔“ آپ نے فرمایا:

«لَا تَرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اذْهَبُوا فَاتَّبِعُوا الطَّلَقَاءَ»

”آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۷۸، ۲۷۷۹، ۲۷۸۰، ۲۷۸۱، ۲۷۸۲، ۲۷۸۳، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵، ۲۷۸۶، ۲۷۸۷، ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۰، ۲۷۹۱، ۲۷۹۲، ۲۷۹۳، ۲۷۹۴، ۲۷۹۵، ۲۷۹۶، ۲۷۹۷، ۲۷۹۸، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۰۲، ۲۸۰۳، ۲۸۰۴، ۲۸۰۵، ۲۸۰۶، ۲۸۰۷، ۲۸۰۸، ۲۸۰۹، ۲۸۱۰، ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۳، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵، ۲۸۱۶، ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ۲۸۲۰، ۲۸۲۱، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳، ۲۸۲۴، ۲۸۲۵، ۲۸۲۶، ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، ۲۸۲۹، ۲۸۳۰، ۲۸۳۱، ۲۸۳۲، ۲۸۳۳، ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ۲۸۳۹، ۲۸۴۰، ۲۸۴۱، ۲۸۴۲، ۲۸۴۳، ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، ۲۸۴۶، ۲۸۴۷، ۲۸۴۸، ۲۸۴۹، ۲۸۵۰، ۲۸۵۱، ۲۸۵۲، ۲۸۵۳، ۲۸۵۴، ۲۸۵۵، ۲۸۵۶، ۲۸۵۷، ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، ۲۸۶۰، ۲۸۶۱، ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۲۸۷۰، ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، ۲۸۷۳، ۲۸۷۴، ۲۸۷۵، ۲۸۷۶، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۷۹، ۲۸۸۰، ۲۸۸۱، ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۲۸۸۴، ۲۸۸۵، ۲۸۸۶، ۲۸۸۷، ۲۸۸۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۰، ۲۸۹۱، ۲۸۹۲، ۲۸۹۳، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۸۹۶، ۲۸۹۷، ۲۸۹۸، ۲۸۹۹، ۲۹۰۰، ۲۹۰۱، ۲۹۰۲، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴، ۲۹۰۵، ۲۹۰۶، ۲۹۰۷، ۲۹۰۸، ۲۹۰۹، ۲۹۱۰، ۲۹۱۱، ۲۹۱۲، ۲۹۱۳، ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ۲۹۱۶، ۲۹۱۷، ۲۹۱۸، ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۲۹۲۳، ۲۹۲۴، ۲۹۲۵، ۲۹۲۶، ۲۹۲۷، ۲۹۲۸، ۲۹۲۹، ۲۹۳۰، ۲۹۳۱، ۲۹۳۲، ۲۹۳۳، ۲۹۳۴، ۲۹۳۵، ۲۹۳۶، ۲۹۳۷، ۲۹۳۸، ۲۹۳۹، ۲۹۴۰، ۲۹۴۱، ۲۹۴۲، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۴۶، ۲۹۴۷، ۲۹۴۸، ۲۹۴۹، ۲۹۵۰، ۲۹۵۱، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، ۲۹۵۴، ۲۹۵۵، ۲۹۵۶، ۲۹۵۷، ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، ۲۹۶۰، ۲۹۶۱، ۲۹۶۲، ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ۲۹۶۵، ۲۹۶۶، ۲۹۶۷، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۲۹۷۰، ۲۹۷۱، ۲۹۷۲، ۲۹۷۳، ۲۹۷۴، ۲۹۷۵، ۲۹۷۶، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸، ۲۹۷۹، ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۲۹۸۲، ۲۹۸۳، ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۹۸۶، ۲۹۸۷، ۲۹۸۸، ۲۹۸۹، ۲۹۹۰، ۲۹۹۱، ۲۹۹۲، ۲۹۹۳، ۲۹۹۴، ۲۹۹۵، ۲۹۹۶، ۲۹۹۷، ۲۹۹۸، ۲۹۹۹، ۳۰۰۰، ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ۳۰۰۳، ۳۰۰۴، ۳۰۰۵، ۳۰۰۶، ۳۰۰۷، ۳۰۰۸، ۳۰۰۹، ۳۰۱۰، ۳۰۱۱، ۳۰۱۲، ۳۰۱۳، ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، ۳۰۱۶، ۳۰۱۷، ۳۰۱۸، ۳۰۱۹، ۳۰۲۰، ۳۰۲۱، ۳۰۲۲، ۳۰۲۳، ۳۰۲۴، ۳۰۲۵، ۳۰۲۶، ۳۰۲۷، ۳۰۲۸، ۳۰۲۹، ۳۰۳۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۳۰۳۳، ۳۰۳۴، ۳۰۳۵، ۳۰۳۶، ۳۰۳۷، ۳۰۳۸، ۳۰۳۹، ۳۰۴۰، ۳۰۴۱، ۳۰۴۲، ۳۰۴۳، ۳۰۴۴، ۳۰۴۵، ۳۰۴۶، ۳۰۴۷، ۳۰۴۸، ۳۰۴۹، ۳۰۵۰، ۳۰۵۱، ۳۰۵۲، ۳۰۵۳، ۳۰۵۴، ۳۰۵۵، ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸، ۳۰۵۹، ۳۰۶۰، ۳۰۶۱، ۳۰۶۲، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، ۳۰۶۵، ۳۰۶۶، ۳۰۶۷، ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، ۳۰۷۰، ۳۰۷۱، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳، ۳۰۷۴، ۳۰۷۵، ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰، ۳۰۸۱، ۳۰۸۲، ۳۰۸۳، ۳۰۸۴، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۰۸۷، ۳۰۸۸، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۰۹۵، ۳۰۹۶، ۳۰۹۷، ۳۰۹۸، ۳۰۹۹، ۳۱۰۰، ۳۱۰۱، ۳۱۰۲، ۳۱۰۳، ۳۱۰۴، ۳۱۰۵، ۳۱۰۶، ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ۳۱۰۹، ۳۱۱۰، ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹، ۳۱۳۰، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹

پھر نیچے تشریف لاکر مسجد حرام میں بیٹھے، کنجی عثمان بن طلحہ کو واپس کی اور فرمایا:
 ”اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو۔ تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہو گا۔“

اس کے بعد آپ ﷺ صفا پر تشریف لائے اور اتنا اوپر چڑھے کہ بیت اللہ کو دیکھ سکیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس کے بعد لوگوں سے اسلام پر بیعت لی۔ اس دن ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ بھی مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام لانے سے رسول اللہ ﷺ کو بہت خوشی ہوئی۔ پھر مردوں کے بعد آپ نے اس بات پر عورتوں سے بیعت لی کہ:

”اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ لائیں گی اور کسی بھلی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔“

اس دن بیعت کرنے والی عورتوں میں ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی تھیں۔ وہ نقاب لگا کر اور بھیس بدل کر آئیں۔ ① دراصل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ انہوں نے جو حرکت کی تھی اس کی وجہ سے انہیں اپنی جان کا ڈر تھا۔ جب ان کی بیعت پوری ہو چکی۔ تو انہوں نے کہا ”اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر کوئی خیمہ ایسا نہ تھا کہ جس کا ذلیل ہونا مجھے آپ کے خیمے والوں سے بڑھ کر پسند رہا ہو اور اب روئے زمین پر کوئی خیمہ ایسا نہیں ہے کہ اس کا عزیز ہونا مجھے آپ کے خیمے والوں سے بڑھ کر پسند ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ ② معاملہ بالکل ایسا ہی ہے۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کو آپ کی بات پہنچا رہے تھے اور آپ کی طرف سے بیعت بھی لے رہے تھے۔ عورتوں سے مصافحہ کے بغیر صرف کلام کے ذریعہ بیعت ہوتی تھی۔

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے ہجرت پر بیعت کرنے آئے۔ آپ نے فرمایا ”اہل

① تفسیر مدارک نسفی، زیر آیت بیعت النساء۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۴۵، ۷۲۱۔

ہجرت، ہجرت کا اجر لے گئے۔ فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں، البتہ حماد اور نیت ہے اور جب تم سے جنگ میں نکلنے کے لئے کہا جائے تو نکل پڑو۔“ ①

مجرمین کے خون رائیگاں قرار دیئے گئے | رسول اللہ ﷺ نے اس دن کچھ اکابر مجرمین کے خون رائیگاں قرار دیئے اور حکم

دیا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پردے سے لٹکے ہوئے پائے جائیں تو بھی ان کی گردن ماری جائے۔ اس کی وجہ سے زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ اب ان میں سے بعض پر تو کلمہ عذاب برحق ہوا اور وہ مارے گئے اور بعض پر اللہ کی عنایت ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ جو لوگ مارے گئے ان کے نام یہ ہیں:

ابن خطل، مقیس بن صلبہ، حارث بن نفیل، اور ابن خطل کی ایک لونڈی، اور کہا جاتا ہے کہ حارث بن طلاطل خزاعی اور ام سعد کو بھی مارا گیا۔ جب کہ ام سعد کے بارے میں احتمال ہے کہ وہی ابن خطل کی لونڈی رہی ہو، لہذا کل پانچ یا چھ افراد ہوئے۔

رہے وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا، یعنی جو پہلے بھاگ یا چھپ گئے، پھر ان کے لئے امان حاصل کی گئی اور وہ آکر مسلمان ہو گئے۔ تو یہ تھے:

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح، عکرمہ بن ابی جحل، ہبار بن اسود، اور ابن خطل کی ایک دوسری لونڈی کل چار افراد اور کہا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر، اور وحشی بن حرب اور ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی۔ کل سات افراد۔ (رضی اللہ عنہم)

کچھ اور لوگ اپنی جان کے خوف سے چھپ گئے تھے، حالانکہ ان کے خون رائیگاں قرار نہ دیئے گئے تھے۔ ان میں یہ نام آتے ہیں:

صفوان بن امیہ، زہیر بن ابی امیہ، اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم پھر یہ سب مسلمان ہو گئے۔ وللہ الحمد۔

فتح کی نماز | رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر میں داخل ہوئے اور غسل کر کے آٹھ رکعت فتح کی نماز پڑھی، ہر دو رکعت پر سلام

پھیرا۔ ﴿ام ہانی نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ ام ہانی نے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جسے تم نے پناہ دی ہے، اسے ہم نے پناہ دی۔“ ﴿

کعبہ کی چھت پر اذان بلالی | نماز ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے کعبہ کی چھت پر اذان دی۔

یہ غلبہ اسلام کے اعلان کا ہم معنی تھا اور یہ جس قدر مشرکین کو ناگوار تھا، اسی قدر مسلمانوں کے لئے خوش گوار تھا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام | جب مکہ کی فتح مکمل ہو چکی تو انصار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ وہیں مقیم نہ ہو جائیں، کیونکہ یہ آپ کا اور آپ کے خاندان اور قبیلے کا شہر تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ صفا پر ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے، دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا ”اللہ کی پناہ! اب زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔“

اس سے انصار مطمئن ہو گئے، ان کا خوف جاتا رہا اور وہ خوش ہو گئے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں انیس روز قیام فرمایا اور اس دوران آثار اسلام کی تجدید کی۔ مکہ کو آثار جاہلیت سے پاک کیا۔ نئے سرے سے حرم کے ستون نصب کئے اور آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ ”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے، بلکہ اسے توڑ دے۔“

عزہ، سواع اور منات کا خاتمہ | ۲۵ رمضان کو رسول اللہ ﷺ نے تمیں سواروں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کو عزہ اور اس کا بت خانہ ڈھانے کے لئے ”نخلہ“ روانہ کیا۔ حضرت خالد نے جاکر اسے ڈھایا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۱۰۳، ۱۱۰۶، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵

پھر آپ ﷺ نے رمضان ہی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ”سواع“ نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔ یہ ہذیل کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کا استھان مکہ سے شمال مشرق میں ۱۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ”رباط“ نامی مقام پر تھا۔ حضرت عمرو نے اسے جا کر ڈھایا اور اس کا مجاور بت کی بے بسی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے سعد بن زید اشلمی رضی اللہ عنہ کو اسی ماہ رمضان میں بیس سوار دے کر ”منات“ کی جانب روانہ کیا۔ یہ قدید کے پاس مشعل میں تھا۔ اور یہ کلب، خزاعہ، غسان اور اوس و خزرج کا بت تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جا کر اسے توڑ دیا اور بت خانہ ڈھادیا۔

بنو جذیمہ کے پاس حضرت خالد کی روانگی | پھر آپ ﷺ نے ماہ شوال میں حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کے پاس تبلیغ

اسلام کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ مہاجرین و انصار اور بنو سلیم کے ساڑھے تین سو افراد تھے، جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ((صَبَأْنَا صَبَأًا)) ”ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا۔“ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل اور قید کر لیا اور پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے، لیکن حضرت ابن عمر اور ان کے ساتھیوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور واپس آ کر نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے۔

آپ نے ہاتھ اٹھا کر دوبار کہا ”اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے تیری طرف براءت اختیار کرتا ہوں۔“ ①

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مال دے کر بھیجا اور انہوں نے ان مقتولین کی دیت دی اور ان کا جو مال ضائع ہوا تھا اس کا معاوضہ دیا۔ کچھ مال اضافی بیچ رہا تو وہ بھی ان ہی کے لئے چھوڑ دیا۔

اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا، اس کی وجہ سے ان میں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ سخت کلامی اور بدگمانی ہو گئی تھی۔

جب لوگوں نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا ”خالدؓ ٹھہر جاؤ، میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو۔ واللہ! اگر احد پہاڑ (کے برابر) سونا ہو۔ پھر تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو، تب بھی میرے رفقاء میں سے کسی ایک آدمی کی ایک صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔“ ①

① اس غزوے کی تفصیل کے لیے دیکھئے، سیرت ابن ہشام ۲/۳۸۹، ۲۳۷-۲۳۸، زاد المعاد ۲/۱۶۰، ۱۶۸- صحیح بخاری، کتاب المناسک، کتاب الجہاد، کتاب المغازی، صحیح مسلم ۱/۲۳۷، ۲۳۹، ۲/۱۰۲، ۱۰۳، ۱۳۰۔



غزوہ حنین

﴿شوال ۸ سنہ ہجری﴾

مکہ فتح ہو چکا تو قیس عیلان کے قبائل مشورے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ ان میں ثقیف و ہوازن پیش پیش تھے۔ انہوں نے کہا:

”محمد اپنی قوم کی جنگ سے فارغ ہو چکے ہیں، اب انھیں ہمارے ساتھ جنگ سے روکنے والا کوئی نہیں، لہذا کیوں نہ ہم ہی پہل کریں۔ چنانچہ انہوں نے جنگ کا فیصلہ کر لیا اور اپنی سپہ سالاری کے لئے مالک بن عوف نصری کو منتخب کیا اور ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے اوطاس میں اتر پڑے۔ ان کے ساتھ عورتیں، بچے اور مال مویشی بھی تھے۔ لشکر میں درید بن صمہ بھی تھا، جو رائے کی پختگی کے لئے مشہور تھا۔ اس نے بچوں اور جانوروں کی آواز سنی، تو مالک سے اس کی وجہ دریافت کی۔

اس نے کہا ”میں نے سوچا کہ ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل اور مال کو لگا دوں، تاکہ وہ ان کی حفاظت کے جذبے کے ساتھ جنگ کرے۔“

درید نے کہا ”واللہ! بھیڑ کے چرواہے ہو، بھلا شکست کھانے والے کو بھی کوئی چیز روک سکتی ہے؟ دیکھو! اگر جنگ میں تم غالب رہے، تو بھی کار آمد تو محض آدمی ہی اپنی تلوار اور نیزے کے ساتھ ہو گا اور اگر شکست کھا گئے، تو تمہیں اپنے اہل اور مال کے سلسلے میں رسوا ہونا پڑے گا۔“

پھر درید نے مشورہ دیا کہ انہیں ان کے علاقے میں واپس بھیج دو، لیکن مالک نے اس کی رائے قبول نہ کی، بال بچوں اور ان مویشیوں کو وادی اوطاس میں جمع کیا اور خود فوجیوں کو لے کر وادی حنین میں منتقل ہو گیا، جو وادی اوطاس کے بازو میں ہے اور وہاں کے فوجیوں کو کمین گاہوں میں چھپا دیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو ان کے اجتماع کا علم ہوا تو آپ مکہ سے ہفتہ ۶ شوال کو روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ اس موقع پر آپ نے صفوان بن امیہ سے ایک سوز میں ساز و سامان سمیت ادھار لیں اور مکہ کا انتظام عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ راستے میں لوگوں نے بیر کا ایک بڑا سادرخت دیکھا، جس پر عرب اپنا ہتھیار لٹکاتے تھے وہاں جانور ذبح کرتے تھے اور درگاہ لگاتے تھے۔ اسے ”ذات انواط“ کہا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ”آپ ہمارے لئے بھی ”ذات انواط“ بنا دیجئے، جیسے ان کے لئے ”ذات انواط“ ہے۔“ آپ نے فرمایا ”اللہ اکبر! تم نے تو ویسی ہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی:

﴿أَجْعَلْ لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءِلَٰهَةٌ﴾ (الأعراف ۷/۱۳۸)

”ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے ان کے لئے معبود ہیں“

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا تھا کہ ”تم لوگ جمالت (کی بات) کر رہے ہو۔“ (پھر آپ نے فرمایا) ”یہ طور طریقے ہیں۔ تم لوگ بھی یقیناً پہلوں کے طور طریقے اپنائو گے۔“ ①

بعض لوگوں نے لشکر کی کثرت کے پیش نظر کہا ”آج ہم مغلوب نہ ہوں گے۔“

یہ بات رسول اللہ ﷺ پر گراں گزری۔ شام ہوئی تو ایک سوار نے آکر خبر دی کہ بنو ہوازن، عورتوں، بچوں اور اونٹ، بکریوں سمیت نکلے ہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا: ”کہ یہ کل ان شاء اللہ مسلمانوں کا مال غنیمت ہو گا۔“ ②

۱۰ شوال ۸ ہجری کی رات رسول اللہ ﷺ حنین پہنچے۔ وادی میں داخل ہونے سے پہلے سحر کے وقت لشکر کو مرتب فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم حضرت علی بن ابی طالب کو دیا۔ اوس کا پرچم اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا پرچم حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور کچھ دوسرے پرچم

① مسند احمد، ۲۱۸/۵۔ ترمذی، فتن، باب لتركبن، سنن من كان قبلکم، ۲/۴۱۲۔

② سنن ابی داود، الجہاد، فضل الحرس فی سبیل اللہ، ۱۰/۲۔

دوسرے قبائل کو دیئے۔ دو زرہیں پہنیں، سر اور چہرے پر خود لگائی۔ اس کے بعد ہر اہل دستے نے وادی میں اترنا شروع کیا۔ اسے چھپے ہوئے دشمن کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ابھی وہ اتر ہی رہا تھا کہ اچانک دشمن نے مڈی دل کی طرح تیروں کی بارش کر دی، پھر وہ فرد واحد کی طرح ٹوٹ پڑا۔ اس اچانک حملے سے ہر اہل دستے میں اضطراب پھیل گیا اور اس میں موجود مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، جو لوگ پیچھے تھے، وہ بھی انہی کے ساتھ ہو لئے اور یوں شکست ہو گئی۔ اس صورت حال سے بعض مشرکین اور بعض نو مسلم خوش ہو گئے۔

ابو سفیان نے کہا ”اب ان کی بھگدڑ سمندر سے پہلے نہ رکے گی“

اور صفوان کے ایک بھائی نے کہا ”آج جادو باطل ہو گیا۔“

اور اس کے ایک اور بھائی نے کہا ”محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی شکست کی خوش خبری سن لو، اب یہ اس کو کبھی نہیں جوڑ سکتے۔“

مگر اس پر مشرک صفوان اور نو مسلم عکرمہ بن ابی جہل بگڑ گئے اور دونوں کو ڈانٹ پلائی۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو نہ صرف یہ کہ آپ تھوڑے سے انصار اور مہاجرین کی معیت میں ثابت قدم رہے، بلکہ آپ دشمن کی طرف بڑھنے کے لئے خنجر کو ایڑ لگاتے اور فرماتے جارہے تھے!

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ

”میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“

ابو سفیان بن حارث نے آپ کے خنجر کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ حضرت عباس نے رکاب تھام رکھی تھی، تاکہ دشمن کی طرف تیزی سے نہ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خنجر سے اتر گئے، اور اپنے رب سے دعا کی اور مدد مانگی اور حضرت عباس کو --- جن کی آواز خاصی بلند تھی --- حکم دیا کہ آپ کے صحابہ کو پکاریں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا --- اپنی آواز سے وادی بھر دی --- اے درخت والو! بیعت رضوان والو! کہاں ہو؟

یہ سن کر وہ اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے

”ہاں! ہاں! آئے! آئے۔“

اس طرح جب سو آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے دشمن کا سامنا کیا اور لڑائی شروع کر دی۔ اس کے بعد انصار کی پکار شروع ہوئی، پھر بنو الحارث بن خزرج میں محدود ہو گئی۔ ادھر مسلمان دستے ایک کے پیچھے ایک، آتے چلے گئے، یہاں تک کہ آپ کے گرد بڑی جماعت جمع ہو گئی ﴿۱﴾ اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مؤمنین پر سکینت نازل کی اور ان دیکھا لشکر اتارا۔ چنانچہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اب چولھا گرم ہو گیا ہے۔“

پھر آپ نے ایک مٹھی مٹی لے کر قوم کے چہرے پر ماری۔

اور فرمایا: ﴿شَاهَتِ الْوُجُوهُ﴾ ”چہرے بگڑ جائیں۔“

اس مٹی سے ان کی آنکھیں بھر گئیں۔ اس کے بعد ان کی دھار کند اور ان کا کام پھڑتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ پراگندہ ہو کر بھاگ چلے اور مسلمانوں نے مارتے پکڑتے ان کا پیچھا کیا۔ چنانچہ عورتوں، بچوں کو پکڑ لیا اور بہت سے فوجیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس دن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی بہت سے زخم آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی عنایت دیکھ کر بہت سے مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے۔

مشرکین کا تعاقب

مشرکین بھاگے تو تین گروہوں میں بٹ گئے۔ سب سے بڑا گروہ ”طائف“ (کی جانب) بھاگا۔ دوسرے گروہ نے ”نخلہ“ کا رخ کیا اور

تیسرے گروہ نے ”اوطاس“ میں مورچہ بندی کی۔ آپ نے اوطاس میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے دشمن کو پراگندہ کر کے سارے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا، البتہ خود ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ معرکے میں شہید ہو گئے اور ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۸۶۴، ۲۸۷۴، ۲۹۳۰، ۳۰۴۲، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷۔ صحیح مسلم، ۱۰۰/۲۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۲۳۔

ادھر مسلمان سواروں کی ایک جماعت نے ”نخلہ“ بھاگنے والے مشرکین کا تعاقب کیا اور درید بن صمہ کو جا پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، جس کی کل مقدار یہ تھی:

اونٹ تقریباً چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ، چاندی چار ہزار اوقیہ (یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم)، عورتیں اور بچے چھ ہزار۔
ان سب کو جعترانہ میں جمع کر کے حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر فرمایا۔

غزوہ طائف (شوال سنہ ۸ ہجری) | اس کے بعد آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا۔ راستے میں مالک بن عوف نصری کے قلعے سے گزرے، تو اسے ڈھانے کا حکم دیا۔ طائف پہنچے، تو دشمن ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے قلعہ بند ہو چکا تھا، لہذا اس کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے مسلمانوں کا پڑاؤ قریب تھا، اس لئے دشمن نے تیر برسا کر مسلمانوں کو زخمی کر دیا، لہذا وہ اس مقام پر اٹھ آئے جہاں آج طائف کی مسجد ہے۔

مسلمانوں نے دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لئے کئی تدبیریں اختیار کیں، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روزانہ نکل کر دعوت مبارزت دیتے، لیکن کبھی کوئی آدمی سامنے نہ آیا۔ ان پر منجیق نصب کیا گیا، لیکن یہ بھی کارگر نہ ہوئی۔ مسلمان جانبازوں کا ایک گروہ دو دباہوں (ٹاپوں) میں گھس کر نقب لگانے کے لئے قلعہ کی دیوار تک پہنچا، لیکن دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے، جس سے وہ واپسی پر مجبور ہو گیا اور دیوار میں نقب نہ لگا سکا۔ ان کے انگور اور کھجور کے درخت کاٹے گئے، مگر انہوں نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا تو چھوڑ دیئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا:

”جو غلام قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔“

اس اعلان پر تیس (۲۳) غلام اتر آئے۔ انہی میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر ایک چرخی کی مدد سے، جس کے ذریعہ رہٹ سے پانی کھینچا جاتا ہے، لنک کر نیچے آگئے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو بکر رکھ دی۔ (عربی میں چرخی کو بکر کہتے ہیں) غلاموں کا یہ فرار قلعہ والوں کے لئے جانکاح تھا۔ ﴿

محاصرہ نے طول پکڑا اور فائدہ کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ محاصرہ پر تقریباً بیس دن اور کہا جاتا ہے کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا، لہذا رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دہلی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔

انہوں نے کہا: ”لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر آپ ڈٹ گئے تو پکڑ لیں گے، اگر چھوڑ بھی دیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔“
یہ سن کر آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ بعض لوگوں نے گزارش کی کہ آپ ان پر بددعا کر دیں۔

آپ نے فرمایا ”اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انھیں مسلمان بنا کر لے آ۔“
اموال غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم | اس کے بعد رسول اللہ ﷺ طائف سے ”جعرانہ“ واپس آ کر دس دن سے زیادہ ٹھہرے رہے اور مال غنیمت تقسیم نہ فرمایا۔ آپ کو انتظار تھا کہ ہوازن توبہ کر کے آجائیں اور اپنے مال اور قیدی واپس لے جائیں، لیکن جب کوئی نہ آیا تو آپ نے غنیمت سے فہم نکالا اور اسے تالیف قلب کے لئے کمزور اسلام والوں کو دیا اور کچھ ایسے لوگوں کو بھی دیا، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، تاکہ ان کی نظر میں بھی اسلام محبوب ہو جائے۔ چنانچہ ابو سفیان کو چالیس اوقیہ چاندی (ایک ہزار چھ سو درہم) اور ایک سو اونٹ دیے۔ پھر اتنا ہی اس کے بیٹے یزید کو دیا اور پھر اتنا ہی اس کے دوسرے بیٹے معاویہ کو دیا۔ صفوان بن امیہ کو سو، پھر سو، پھر سو۔ یعنی تین سو اونٹ دیے۔ حکیم بن حزام، حارث بن حارث بن کلدہ، عیینہ بن حصن، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس، علقمہ بن علاش، مالک بن عوف، علاء بن

حارث، حارث بن ہشام، جبیر بن مطعم، سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ وغیرہم کو سو سو اونٹ دیئے۔ کچھ اور لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ دیئے، یہاں تک کہ لوگوں میں شرہ ہو گیا کہ:

”محمد ﷺ اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔“

چنانچہ مال کی طلب میں بدو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کر دیا، جس میں آپ کی چادر پھنس گئی۔

آپ نے فرمایا ”میری چادر دے دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس تمامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوتے تو میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ بزدل نہ جھوٹا۔“

پھر آپ نے ایک اونٹ کی کوہان سے کچھ بال لئے اور فرمایا ”واللہ! میرے لئے تمہارے ”مال فے“ میں سے کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اتنا سا بال بھی نہیں۔ صرف خمس ہے اور خمس بھی تم ہی پر پلٹا دیا جاتا ہے، لہذا سوئی اور دھاگا تک ادا کرو، کیونکہ خیانت، صاحب خیانت کے لئے قیامت کے روز عار، رسوائی اور آگ ہوگی۔“

یہ سن کر لوگوں نے ایک معمولی چیز تک، غنیمت سے جو کچھ لیا تھا سب واپس کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ غنیمت کی مذکورہ مقدار کے حساب سے خمس نکالنے کے بعد ایک آدمی کے حصے میں جتنا مال غنیمت آتا ہے، اس کی مقدار یہ ہے:

تقریباً ڈیڑھ اونٹ، ڈھائی بکری، دس درہم، اور ایک قیدی کا ایک تہائی حصہ، اب اگر ایک آدمی کو دس درہم دے کر باقی کوئی ایک ہی چیز دی جائے تو اس کے حصے میں یا تو صرف چار اونٹ آئیں گے۔ یا صرف چالیس بکریاں، یا ایک قیدی کا صرف دو تہائی حصہ۔“

انصار کا شکوہ اور رسول اللہ ﷺ کا خطاب | انصار کو رسول اللہ ﷺ کے اس فعل پر حیرت ہوئی کہ آپ نے ”مؤلفہ

قلوب“ کو اندازے سے بڑھ کر عطیہ دیئے اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا:

”یہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے، حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں۔“

یہ بات انصار کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پہنچائی۔ آپ نے صرف انصار کو جمع کیا، اللہ کی حمد و ثنا کی پھر اللہ نے آپ پر جو احسان کیا تھا، اسے ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا ”انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی ایک حقیر سی گھاس کے لئے ناراض ہو گئے، جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا، تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا۔ اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا اور اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے پوتوں پر۔“

اس پر لوگ اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس آگئے اور انصار بھی واپس ہو گئے۔^①

وفد ہوازن کی آمد (ذی قعدہ سنہ ۸ ہجری) | مال غنیمت تقسیم ہو چکا تو ہوازن کا وفد آگیا۔ ان کا رئیس زہیر بن صرد تھا۔

انہوں نے اسلام قبول کیا، بیعت کی۔ پھر عرض پرداز ہوئے کہ:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے جنھیں گرفتار کیا ہے، ان میں مائیں ہیں، بہنیں ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں اور یہی قوموں کی رسوائی کا سبب ہوتی ہیں:

فَأَمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَزَجُوهُ وَنَسْتَنْظِرُ
أَمْنُنْ عَلَى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا إِذْفُوكَ تَمْلُؤُهُ مِنْ مَحْضِهَا الدَّرَرُ

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵۔ سیرت ابن ہشام،

”لہذا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم پر احسان و کرم فرمائیے۔ آپ ایسے آدمی ہیں کہ آپ سے امیدیں وابستہ ہیں اور آپ کے کرم کا انتظار ہے۔ آپ ان عورتوں پر احسان کیجئے، جن کا دودھ پیتے تھے، جب آپ کا منہ ان کے دودھ کے موتیوں سے بھر جاتا تھا۔“ اور مزید چند اشعار کہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے ساتھ جو لوگ ہیں انہیں دیکھ ہی رہے ہو اور مجھے سچ بات زیادہ پسند ہے، لہذا قیدی اور مال میں سے کوئی ایک چیز چن لو“ انہوں نے کہا ”ہمارے نزدیک خاندانی شرف کے برابر کوئی چیز نہیں۔ ہماری عورتیں اور بچے ہمیں واپس کر دیجئے اور ہم بکری اور اونٹ کے بارے میں کچھ نہ بولیں گے۔“ آپ نے فرمایا ”اچھا تو جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم لوگ اٹھ پڑو، اپنے اسلام کا اظہار کرو اور کہو کہ ہم بھی آپ لوگوں کے دینی بھائی ہیں۔ پھر کہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کی جانب اور مسلمانوں کو رسول ﷺ کی جانب سفارشی بناتے ہیں کہ آپ ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیں۔“

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کہ میرا اور بنو عبدالمطلب کا جو حصہ ہے وہ تمہارے لئے ہے اور میں ابھی لوگوں سے پوچھے لیتا ہوں۔“ اس پر انصار اور مجاہدین نے کہا ”جو ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔“ البتہ بعض اعراب مثلاً قرع بن حابس، عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم نے انکار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جو بخوشی واپس کر دے تو بہت اچھی راہ ہے، ورنہ واپس تو بہر حال کر دے اور آئندہ جو سب سے پہلا ”مال فے“ حاصل ہو گا، اس سے ہم اس کو ایک حصہ کے بدلے چھ حصے دیں گے۔“

اس کے بعد عیینہ بن حصن کے علاوہ سارے لوگوں نے بخوشی واپس کر دیا اور نبی ﷺ نے سارے قیدیوں کو ایک ایک قبطنی چادر عطا فرمائی۔^① قیدی واپس کرنے کے بعد اب

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۶، ۳۱۷۷۔ سیاق سیرت ابن ہشام اور مغازی الواقدی کا ہے۔

ایک آدمی کے حصے میں یا تو صرف دو اونٹ آتے تھے یا بیس کبیریاں۔

عمرہ جعمرانہ (ذی قعدہ سنہ ۸ ہجری) مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر رسول اللہ

ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا۔ یہی عمرہ

جعمرانہ ہے۔ ﴿اور عمرے سے فارغ ہو کر مدینہ واپسی کی راہ لی اور ذی قعدہ میں ۶ دن یا ۳ دن باقی تھے، جب مدینہ پہنچ گئے۔﴾

بنو تمیم کی تادیب اور ان کا قبول اسلام (محرم سنہ ۹ ہجری) محرم ۹ ہجری میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ

بنو تمیم، قبائل کو جزیہ نہ دینے پر اکسارہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن فزاری کی قیادت میں پچاس سواروں کا ایک دستہ بھیجا۔ انہوں نے صحراء میں حملہ کر کے ان کے گیارہ آدمی، اکیس عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے اور انہیں مدینہ لے آئے۔ اس کے بعد بنو تمیم کے دس سردار آئے اور مقابلہ، خطابت و شاعری کی خواہش کی۔ چنانچہ ان کے خطیب عطار بن حاجب نے خطبہ دیا۔ جس کا جواب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دیا۔ پھر ان کے شاعر زبرقان بن بدر نے اشعار کہے۔ جواب میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار پیش کئے۔ انہوں نے اسلام کے خطیب اور شاعر کی فضیلت کا اعتراف کیا اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قیدی واپس کر دیئے اور انہیں بہترین تحائف سے نوازا۔

بنو طے کے ”فلس“ کا انہدام اور عدی بن حاتم کا قبول اسلام ربیع الاول ۹ ہجری میں رسول

اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سو اونٹ اور پچاس گھوڑوں سمیت ڈیڑھ سو آدمیوں کا ایک دستہ بنو طے کا ”فلس“ نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۷۷۸، ۱۷۸۰، ۳۰۶۶، ۳۱۳۸۔

② تاریخ ابن خلدون، ۲/۳۸، ان غزوات کے لیے نیز دیکھئے، زاد المعاد، ۲/۱۶۰، ۲۰۱، سیرت ابن ہشام

حضرت علی کے ہاتھ میں کالا پرچم اور سفید جھنڈی تھی۔ انہوں نے جو دو کرم میں شہرت یافتہ حاتم طائی کے محلے پر چھاپہ مارا۔ اونٹ بکریاں ہاتھ آئیں اور عورتوں بچوں کو قید کیا۔ قیدیوں میں حاتم طائی کی صاحبزادی ”سفانہ“ بھی تھیں۔ وہ جب مدینہ لائی گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ازراہ احسان بلا فدیہ چھوڑ دیا اور ان کا اکرام کرتے ہوئے انہیں سواری بھی دی۔ وہ ملک شام گئیں، جہاں ان کے بھائی عدی بن حاتم بھاگے ہوئے تھے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کہ ”آپ ﷺ نے ایسا کام کیا ہے کہ تمہارا باپ بھی ویسا نہیں کر سکتا تھا، لہذا ان کے پاس رغبت یا خوف کے ساتھ جاؤ۔“

چنانچہ عدی کسی امان یا تحریر کے بغیر آگئے اور جب رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو وہیں مسلمان ہو گئے۔^①

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے آکر فاتح کی شکایت کی۔ پھر ایک دوسرے آدمی نے آکر رہزنی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”عدی! تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی، تو تم دیکھو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ آدمی ہتھیلی بھر سونا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے مگر کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔“

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ہودج نشین عورت کو نکلتے دیکھا اور کسریٰ کی فتح میں خود موجود رہے۔^②

بنو تمیم کی تادیب اور بنو طی کے بت کی تباہی دو اہم واقعات تھے، جو فتح مکہ اور غزوہ حنین کے بعد پیش آئے۔ ان کے علاوہ اس دوران بعض چھوٹے چھوٹے واقعات بھی پیش

① مسند احمد ۴/۲۵۷، ۲۷۸۔ سیرت ابن ہشام ۲/۵۸۱۔ زاد المعاد ۲/۲۰۵۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۱۳، ۱۳۱۷، ۳۵۹۵، ۶۰۲۳، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۴۳، ۷۴۴۳، ۷۵۱۲، ۷۵۱۳۔

آئے، لیکن مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو محاذ آرائی چلی آرہی تھی، وہ فتح مکہ کے بعد عمومی طور پر ختم ہو گئی اور قریب تھا کہ مسلمان جنگوں کی مشقت سے چھٹکارا پا جائیں، لیکن فتح مکہ سے تھوڑے ہی دن پہلے جو نئی بات پیش آئی وہ یہ تھی کہ شام میں موجود عیسائی قوت نے مسلمانوں کا رخ کر لیا تھا۔ اور اسی کے نتیجے میں معرکہ موتہ پیش آیا تھا۔ چونکہ اہل فارس کے خلاف مسلسل کامیابی کی وجہ سے اس قوت میں حد درجہ تکبر آچکا تھا، اس لئے اس نے مسلمانوں کے ساتھ خونریز ٹکراؤ کا دروازہ کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں غزوہ تبوک پیش آیا اور آپ ﷺ کے بعد ”خلافت راشدہ“ میں شام کی فتوحات حاصل ہوئیں۔



غزوہ تبوک

﴿رجب سنہ ۹ ہجری﴾

معرکہ موتہ کا اثر رومی قوت کے حق میں اچھا نہ تھا۔ صرف تین ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ رومی طاقت کو دبانے میں جو کامیابی حاصل کی تھی، اس کا شام کے پڑوسی عرب قبائل پر بڑا زبردست اثر ہوا تھا۔ اور اب یہ قبائل آزادی و خود مختاری کے خواب دیکھ رہے تھے، لہذا رومیوں نے ایک فیصلہ کن جنگ کی ضرورت محسوس کی، جس میں وہ مسلمانوں کو ان کے اپنے گھر، مدینہ منورہ کے اندر ہی صاف کر دیں۔

رومیوں سے ٹکراؤ کے لئے مسلمانوں کی تیاری

ادھر رسول اللہ ﷺ کو ان کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے ہر

جگہ مسلمانوں کو نکلنے کی منادی کرائی اور غزوے کی جہت کا واضح طور پر اعلان فرمایا، تاکہ لوگ مکمل تیاری کر لیں، کیونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ لمبا سفر تھا، لوگ تنگی اور قحط سے دوچار تھے اور اب پھل پک چکے تھے اور سائے خوش گوار لگ رہے تھے اور لوگ اس میں قیام پسند کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل ثروت کو تنگ دستوں کی تیاری کی ترغیب دی اور ان سے جو کچھ بن سکا لے آئے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے، جو چار ہزار درہم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

”اپنے اہل کے لئے بھی کچھ باقی چھوڑا ہے؟“

عرض کی ”کہ ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے، کہا جاتا ہے کہ دس ہزار دینار، پالان اور کجاوے سمیت تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے دیئے، اور

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نو سو اونٹ اور ایک سو پچاس گھوڑے دیئے۔ نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

”آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں نقصان نہ ہو گا۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ دو سو اوقیہ (آٹھ ہزار درہم) چاندی لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت سا مال لائے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی مال لے کر آئے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نوے وسق (ساڑھے تیرہ ہزار کلو) کھجور لائے۔ بقیہ صحابہ نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق صدقات کی لائن لگا دی۔ یہاں تک کہ کسی نے ایک مد، دو مد صدقہ کیا چونکہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے، عورتوں نے بھی جو کچھ ہو سکا، زیورات تک بھیجے۔

تنگ دست صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے سواری طلب کرنے آئے۔ آپ نے فرمایا:

”میں کچھ نہیں پاتا، جس پر آپ لوگوں کو سوار کروں۔“

تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں اس افسوس میں اشکبار تھیں کہ وہ خرچ کرنے کو کچھ نہ پاسکے۔ ”چنانچہ انھیں حضرت عثمان اور حضرت عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے تیار کیا۔

اس موقع پر منافقین نے چہ میگوئی بھی کی۔ چنانچہ جنہوں نے زیادہ خرچ کیا، انھیں ریاکاری کے طعنے دیئے۔ جنہوں نے کم خرچ کیا، ان کا مذاق اڑایا اور رومیوں سے ٹکراؤ کی جرات پر رسول اللہ ﷺ کا بھی مذاق اڑایا۔ جب باز پرس ہوئی۔ تو کہنے لگے ”ہم تو محض دل لگی کر رہے تھے۔“

ادھر منافقین اور بدوی بناوٹی عذر لے لے کر آئے اور نبی ﷺ سے غزوے میں عدم حضوری کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان محض سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔

اس تیاری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا انتظام محمد بن مسلمہ کو سونپا، بال بچوں پر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو

اسلامی لشکر راہ تبوک میں

مقرر کیا۔ لشکر کا سب سے بڑا پرچم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور کئی لوگوں کو جھنڈے عطا فرمائے۔ چنانچہ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا، اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو۔ جمعرات کے دن مدینہ سے کوچ فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا اور منزل مقصود تبوک تھی۔ سواری اور توشے کی سخت قلت تھی، اٹھارہ اٹھارہ آدمی ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ لوگوں نے درخت کے پتے کھائے، یہاں تک کہ ان کے ہونٹ سوج گئے۔ سواریوں کی قلت کے باوجود اونٹ ذبح کرنے پر مجبور ہوئے، تاکہ ان کے معدے اور آنتوں کا پانی پی سکیں۔

لشکر ”تبوک“ کے راستے پر رواں دواں تھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آن ملے۔ وہ منافقین کے طعن برداشت نہ کر سکے اور نکل آئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس کر دیا اور فرمایا:

”کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ مجھ سے تمہیں وہی نسبت ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو تھی، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔“^①

صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثمود کی سر زمین ”حجر“ میں اترے، اس کے کنویں سے پانی لیا اور آٹا گوندھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے کنویں سے لیا ہوا پانی بہا دیں، گوندھا ہوا، آٹا جانوروں کو کھلا دیں اور صرف اس کنویں سے پانی لیں، جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔

اور جب ثمود کے اس علاقے سے گزرے تو آپ نے یہ بھی فرمایا:

”ان ظالموں کی جائے سکونت میں گریہ کننا داخل ہونا کہ کہیں تم پر بھی مصیبت نہ آن پڑے جو ان پر آئی تھی۔“

پھر اپنا سر ڈھکا اور تیزی سے چل کر وادی پار کر گئے۔^② راستے میں رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نمازیں، مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ جمع تقدیم بھی فرماتے

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۰۶، ۴۰۱۶۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۳۳، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۷۰۲۔

تھے اور جمع تاخیر بھی۔^①

تبوک میں اتر چکے، تو حضرت ابو خيثمہ رضی اللہ عنہ آن ملے۔ یہ سچے مومن تھے۔ بغیر کسی عذر کے پکھر گئے تھے۔ سخت گرمی کا دن تھا۔ اپنے باغ میں آئے، تو دیکھا کہ دونوں بیویوں نے اپنے اپنے چھپر پانی کے چھینے دے کر آراستہ کر رکھے ہیں۔ کھانا اور ٹھنڈا پانی بھی فراہم کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا:

”رسول اللہ ﷺ تو سخت گرمی میں ہیں اور ابو خيثمہ ٹھنڈے سائے، بیٹھے پانی اور خوبصورت عورتوں میں؟ یہ انصاف نہیں، واللہ! میں تم میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہ ہوں گا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں، تم دونوں میرے لئے توشہ تیار کر دو۔“

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابو خيثمہ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے، تلوار اور نیزہ لیا اور چل پڑے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اس وقت ملے جب آپ تبوک میں اتر چکے تھے۔

تبوک میں بیس دن | رومیوں کو ”تبوک“ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کا علم ہوا، تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ مقابلے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ اندرون ملک بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیس دن قیام فرما کر دشمن پر رعب ڈالا اور وفود کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ کے پاس ”ایلہ“ کا حاکم یوحنا بن ربیعہ آیا۔ اس کے ساتھ ”جرباء“ اذرح اور مینا کے بھی وفود تھے، انہوں نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کی اور مسلمان نہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یوحنا کو ایک تحریر دی، جس میں اس کو اور باشندگان ”ایلہ“ کو امان دی اور ان کی کشتیوں اور قافلوں کو سمندر اور خشکی میں ضمانت دی اور آمد و رفت کی آزادی عطا فرمائی اور یہ کہ کسی نے کوئی گڑبڑ کی تو اس کا مال اس کی جان کے آڑے نہ آسکے گا۔

اسی طرح آپ نے ایک تحریر ”جرباء اور اذرح“ کے باشندوں کے لئے لکھی، جس میں ان کو امان دی اور یہ کہ ان پر ہر رجب میں سو دینار ہوں گے۔ اہل ”میناء“ نے آپ سے چوتھائی پھل کی ادائیگی پر صلح کی۔

”دومتہ الجندل“ کے اُکیدر کی گرفتاری
رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید
رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کی معیت میں

دومتہ الجندل کے اکیدر کی طرف روانہ کیا اور فرمایا:

”کہ تم اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔“

حضرت خالد تشریف لے گئے، جب فاصلہ اتارہ گیا کہ قلعہ نظر آرہا تھا، تو ایک نیل گائے نکلی
اور قلعہ کے دروازے پر سینک رگڑنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کو نکلا، مگر خالد رضی اللہ عنہ نے خود
اکیدر کو شکار کر لیا اور اسے گرفتار کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے جان
بخشی فرمائی اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سوزر ہوں اور چار سو نیزوں پر صلح فرمائی۔ اس
نے ”ایلہ اور میناء“ والوں کی شرائط پر جزیہ بھی دینے کا قرار کیا۔

بیس دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ واپسی کی راہ لی، راستے میں
مدینہ کو واپسی آتے جاتے تیس دن لگے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کل پچاس دن
مدینہ سے باہر رہے۔

راستے میں لشکر ایک گھاٹی سے گزرا، لوگوں نے وادی کی راہ لی اور رسول اللہ ﷺ نے
گھاٹی کا راستہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے، جو اونٹنی کی
نکیل تھامے ہوئے تھے، اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے، جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔
موقع غنیمت جان کر بارہ منافقین نے قتل کے ارادے سے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کے
انتہائی قریب آگئے۔ یہ چہروں پر ڈھانسا باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو
بھیجا کہ ان کی ساریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضرب لگائیں۔ انہوں نے ضرب لگائی،
تو اللہ نے منافقین پر رعب ڈال دیا اور وہ تیزی سے بھاگ کر لوگوں میں جا ملے۔ رسول اللہ
ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام بھی بتلائے اور ان کا ارادہ بھی۔ چنانچہ انہیں رسول اللہ
ﷺ کا راز داں کہا جانے لگا۔

مسجد ضرار کا انہدام
منافقین نے ضرر رسانی، کفر، مؤمنین میں تفریق اور اللہ اور اس
کے رسول سے جنگ کرنے والوں کو گھات کی جگہ فراہم کرنے کے

لئے قباء میں ایک مسجد بنائی تھی اور رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی تھی کہ آپ اس مسجد میں ان کے لئے نماز پڑھ دیں۔ اس وقت آپ ﷺ تبوک کیلئے تیار ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

”کہ ابھی تو ہم سفر پر ہیں، البتہ واپس آئے تو ان شاء اللہ، لیکن جب آپ تبوک سے واپسی میں ”ذی اوان“ میں اترے اور مدینہ ایک دن یا اس سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر مسجد کی اصل حقیقت بتائی اور نماز پڑھنے سے منع کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی بھیج کر اسے جلا اور مسمار کرا دیا۔

اہل مدینہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا استقبال لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”یہ رہا طلبہ، اور یہ رہا احد، یہ وہ پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔“ ①

ادھر لوگوں نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو استقبال میں عورتیں اور بچے، بچیاں نکل پڑیں ② جو یہ شعر گنگنا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوُدَاعِ
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعِ

”ہم پر ثنئیۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے ہم پر شکر واجب ہے۔“

آپ ﷺ تشریف لائے، مسجد میں داخل ہوئے، دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں کے لئے بیٹھ گئے۔

مخلفین جو منافقین پیچھے رہ گئے تھے، انہوں نے آکر معذرت کی اور قسمیں کھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ظاہر قبول کر لیا اور باطن اللہ کے حوالے کر دیا۔ تین سچے مومن بھی آئے جو پیچھے رہ گئے تھے اور یہ تھے:

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۸۱، ۱۸۸۲، ۴۴۲۲۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۲۶، ۴۴۲۷۔

کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ۔

انہوں نے سچ سچ کہا اور کوئی عذر نہیں تراشا۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کریں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے بات نہ کریں۔ چنانچہ ان کے لئے لوگ بدل گئے، زمین انجانی ہو گئی، اپنے آپ سے تنگ آ گئے اور دنیا اندھیر ہو گئی۔ چالیس دن گزرے تو مزید حکم آیا ”کہ اپنی عورتوں کے قریب نہ جائیں۔“

پھر پچاس دن پورے ہوئے تو اللہ نے ان کی توبہ نازل کی، فرمایا:

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (التوبة ۹/۱۱۸)

”اور اللہ نے ان تین آدمیوں (کی بھی توبہ قبول کی)، جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ ان کی جان پر بن آئی اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے (بھاگ کر) پناہ کی کوئی جگہ اور نہیں ہے، اگر ہے تو اسی کی طرف ہے، تو اللہ نے ان پر مہربانی کی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔“

اس سے مسلمانوں اور پیچھے رہ جانے والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو خوش خبری اور مبارک باد دی۔ انعام دیئے اور صدقے کئے اور یہ ان کی زندگی کا مبارک ترین دن تھا۔ ﴿۱﴾

جب کہ کچھ اور آیتوں نے منافقین کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ ان کے جھوٹ کا راز کھول دیا اور سچے مؤمنین کو بشارتیں دیں۔ پس تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے۔ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ اس بارے میں حدیث بخاری میں بالتفصیل مروی ہے، نمبر: ۴۴۱۸ وغیرہ اور صحیح مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

﴿۲﴾ غزوے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام، ۲/۵۱۵، ۵۳۷- زاد المعاد، ۳/۲، ۱۳- صحیح مسلم مع شرح نووی ۲/۲۴۶- فتح الباری ۸/۱۱۰، ۱۲۶۔

رسول اللہ ﷺ رجب سنہ ۹ ہجری میں تبوک سے واپس ہوئے۔ اسی مہینے نجاشی شاہ حبش ”اصحمہ بن ابجر“ نے وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

پھر شعبان ۹ ہجری میں آپ کی صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، بقیع میں دفن فرمایا اور ان پر سخت غمگین ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

”اگر میرے پاس تیسری لڑکی ہوتی تو اس سے بھی تمہاری شادی کر دیتا۔“

پھر ذی قعدہ ۹ ہجری میں منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی فوت ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے آپ ﷺ کو روکنے کی کوشش کی، مگر آپ نہ مانے، لیکن پھر قرآن نازل ہو گیا، جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔



غزوات کے متعلق چند کلمات

جاہلیت میں جنگ کے معنی تھے، بغیر کسی رحم و مروت کے، قتل و غارت گری، آتش زنی، اکھاڑ پچھاڑ، لوٹ مار، عورتوں کی بے حرمتی، زمین میں فساد، کھیتی باڑی اور جانوروں کی تباہ کاری، لیکن اسلام نے آکر اس معنی کو مکمل طور پر بدل دیا۔ چنانچہ اس نے جنگ کو مظلومین کی مدد، ظالموں کی سرکوبی، زمین پر امن و امان پھیلانے، عدل قائم کرنے، کمزوروں کو طاقتوروں کے چنگل سے چھڑانے، بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لگانے اور ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لانے کا ذریعہ بنا دیا۔

عربوں کی عادت نہ تھی کہ کسی کے سامنے سر جھکائیں، خواہ جنگ جتنی بھی طول پکڑے اور قیمت جتنی بھی زبردست چکانی پڑے۔ چنانچہ بکرو تغلب کے درمیان ”جنگ بسوس“ چالیس سال تک چلتی رہی اور فریقین کے کوئی ستر ہزار آدمی مارے گئے، مگر کسی نے دوسرے کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اوس و خزرج کی لڑائی سو سال سے زیادہ چلی، مگر کسی نے بھی دوسرے کے سامنے سر نہ جھکایا۔ یہ اسلام سے پہلے عرب کی عادت تھی، جنگ جاری رکھنا اور دشمن کے سامنے سر نہ جھکانا۔

پھر رسول اللہ ﷺ اسلام لے کر آئے تو عرب نے آپ کا بھی اسی اسلوب سے سامنا کیا اور آپ کو بھی میدان جنگ تک گھسیٹ لائے، لیکن آپ نے ایک دوسرے ہی اسلوب سے ان کا سامنا کیا، جو نہایت حکیمانہ تھا، یہاں تک کہ ان کا ملک فتح کرنے سے پہلے ان کے دل جیت لئے۔ آپ کے غزوات میں کام آنے والوں کی تعداد اور ان غزوات کے نتائج کا تقابل جب جاہلیت میں پیش آنے والی جنگوں کے نتائج سے کیا جائے، تو عجیب و غریب بات سامنے آتی ہے۔ آپ کے غزوات اور جنگوں میں قتل ہونے والے سارے مسلمان، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی تعداد مجموعی طور پر کم و بیش ایک ہزار بنتی ہے اور ان غزوات

میں جو مدت صرف ہوئی وہ آٹھ سال سے زیادہ نہیں، مگر اتنے تھوڑے عرصے میں اور اتنا معمولی سا خون بہا کر آپ نے تقریباً پورے جزیرہ عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیا اور اس کے اطراف و اکناف میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ تلوار کی قوت سے ممکن ہے؟ بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو معمولی بات پر نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دیتے تھے اور ہزاروں پر ہزار قربان کرتے جاتے تھے، مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سر جھکائیں گے؟ ہرگز نہیں، بلکہ آپ نے جو کچھ پیش فرمایا وہ نبوت اور رحمت تھی، رسالت اور حکمت تھی، دعوت اور معجزہ تھا اور اللہ کا فضل اور اس کی نعمت خاص تھی۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج

﴿سنہ ۹ ہجری﴾

عرب سمجھتے تھے کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں اور اس دین کا جو شعار اب تک انہوں نے قائم رکھا تھا، وہ بیت اللہ شریف کا حج ہے۔ چنانچہ وہ ہر سال حج کا زبردست اہتمام کرتے تھے اور اس میں انہوں نے بہت سی تبدیلیاں اور بدعتیں بھی داخل کر لی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ۸ ہجری میں مکہ فتح کیا اور عتب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا تو اس سال انہی کی امارت میں مسلمان اور مشرکین سب نے حج کیا، جیسے کہ وہ جاہلیت میں حج کرتے آرہے تھے، کوئی چیز تبدیل نہیں کی گئی، لیکن اگلے سال ۹ ہجری کا حج آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا کہ وہی لوگوں کو حج کرائیں۔ وہ ذی قعدہ ۹ ہجری کے اواخر میں تین سو اہل مدینہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ قربانی کے لئے رسول اللہ ﷺ کے بیس اور اپنے پانچ اونٹ تھے۔

اس کے بعد سورۂ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جس میں ان تمام مشرکین سے عہد توڑنے کا حکم تھا، جنہوں نے اپنے عہد کی پاسداری نہیں کی تھی اور ان کو اور ان لوگوں کو جن کا سرے سے کوئی عہد ہی نہیں تھا، چار مہینے کی مہلت دی گئی تھی کہ اس دوران جس طرح چاہیں زمین میں گھوم پھریں، تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا، البتہ جو مشرکین اپنے عہد پر قائم تھے، اسے توڑا نہیں تھا اور مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہیں کی تھی، ان کا عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔

یہ آیات نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجیں کہ وہ حج اکبر کے دن اسے لوگوں تک پہنچادیں اور فرمایا کہ میری طرف سے میرا ہی آدمی اعلان کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات

ضجنان یا عرج میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت ابو بکر نے کہا ”امیر ہو یا مامور؟“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ”مامور۔“ چنانچہ وہ حضرت ابو بکر صدیق کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ جب (دسویں تاریخ) قربانی کا دن آیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں پر ”سورۃ براءت“ کی ابتدائی آیات پڑھیں، جس میں عہد توڑنے، مملت دینے اور پابندی کرنے والوں کا عہد پورا کرنے کا حکم ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو بھیج کر یہ منادی کرائی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔^①

وفود، مبلغین اور دیگر عمال

قریش اور نبی ﷺ میں جو کشاکش برپا تھی، عرب اس کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ”باطل قوت“ اور فتح کے ذریعہ مسجد حرام پر قبضہ نہیں ہو سکتا۔ اصحاب فیل کا واقعہ زیادہ دور کی بات نہ تھی، لہذا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخلے کا شرف بخشا اور کفار مکہ پر غلبہ عطا فرما دیا، تو آپ کے ”رسول برحق“ ہونے میں انہیں کوئی شبہ نہ رہا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد آپ کی خدمت میں آنے والے عرب وفود کا تانتا بندھ گیا، جو آپ کی رسالت پر ایمان لاتے اور آپ کی طاعت کا اقرار کرتے تھے۔ اس طرح لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور تھوڑے دنوں میں اسلامی حکومت کا رقبہ بحر احمر کے ساحل سے خلیج عربی کے ساحل تک، نیز جنوب اردن اور اطراف شام کے علاقے سے یمن اور عمان کے ساحل تک پھیل گیا اور نبی ﷺ اس دور دور تک پھیلے ہوئے ملک کا نظم و نسق ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔ چنانچہ آپ نے مبلغین بھیجے، حکام مقرر فرمائے، صدقات وصول کرنے والوں کو روانہ کیا اور بندوں اور شہروں کا نظام جن قضاۃ و عمال کا محتاج ہوتا ہے، انہیں فراہم کیا۔ آئندہ سطروں میں ہم ان شاء اللہ حسب ضرورت ان سب کا ذکر کریں گے۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۹ اور اس کے اطراف اور دیکھئے سیرت ابن ہشام، ۲/۵۳۳، ۵۳۶۔ زاد المعاد

جو وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، عام اہل سیر کے مطابق ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ بعض اہل علم نے ان وفود کی صحیح تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی، خواہ روایت ثابت ہو یا نہ ہو، تو ان کی تعداد تقریباً سو تک پہنچ گئی۔ ان وفود کی آمد فتح مکہ سے پہلے شروع ہو چکی تھی اور بعض وفود تو ہجرت کے ابتدائی سالوں میں آئے تھے، بلکہ بعض ہجرت سے بھی پہلے آئے تھے، لیکن ان کی آمد کا عام سلسلہ اور پے درپے شکل میں، فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں شروع ہوا اور یہ سلسلہ ۱۰ ہجری، بلکہ اس کے بھی بعد تک جاری رہا، اسی لئے ۹ ہجری کو وفود کا سال کہا جاتا ہے۔

یہ وفود زیادہ تر قبائل کے سردار، رؤسا اور اہل حل و عقد پر مشتمل ہوتے تھے اور بے اوقات آدمی تنہا یا چھوٹی سی جماعت کے ہمراہ آتا تھا۔

پھر ان وفود کے آنے کا مقصد، ہر وفد کے اعتبار سے الگ الگ ہوتا تھا۔ کوئی قیدیوں اور گرفتاروں کو چھڑانے آتا تھا، جیسا کہ وفد ہوازن اور وفد تمیم کے ذکر میں گزرا، تو کوئی فقط اپنے لئے یا اپنے اور اپنی قوم دونوں کے لئے امان کا طالب بن کر آیا۔ کوئی فخر و مباہات یا مناظرے اور مجادلے کے لئے آیا۔ کوئی یہ گزارش کرنے آیا کہ اسلامی لشکر واپس چلا جائے، تاکہ اس کی قوم پر حملہ نہ ہو۔ کسی نے آکر اطاعت اور جزیہ کا اقرار کیا۔ کسی نے آکر اسلام میں اپنی رغبت ظاہر کی اور اپنی قوم سے بھی اسی توقع کا اظہار کیا۔ کوئی مسلمان، فرمانبردار اور اپنی قوم کا نمائندہ بن کر آیا اور کسی نے اسلامی تعلیمات و احکام جاننے کی رغبت ظاہر کی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس بشارت اور کریمانہ اخلاق پر پیدا فرمایا تھا، اس کے مطابق آپ ان وفود کا استقبال فرماتے تھے، انہیں خوش کن تحائف سے نوازتے تھے، اسلام کی ترغیب دیتے تھے اور ایمان اور شریعت کی باتیں سکھاتے تھے کہ وہ اپنے پیچھے والوں کو سکھائیں۔ درحقیقت یہ وفود صحراؤں میں رہنے والے بدوؤں کے اندر دین کو تیزی سے پھیلانے کا اہم ذریعہ تھے۔ چنانچہ ان کے نتائج، اغراض و مقاصد کے تنوع اور اسباب و وجوہ کے اختلاف کے باوجود یہ ہوتے کہ پہلے وفد میں آنے والوں نے اسلام قبول کیا، پھر

جلد یا تھوڑے ہی دنوں بعد قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس سے صرف بعض وفود مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً بنو حنیفہ اور مسیلہ کذاب کا وفد۔ اب ذیل میں چند اہم وفود کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قبیلہ عبد القیس کا وفد | یہ لوگ مشرقی عرب کے باشندے تھے اور مدینہ سے باہر پہلے پہل ان ہی نے اسلام قبول کیا تھا۔ چنانچہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ ان ہی کی مسجد میں ادا کیا گیا جو بحرین کے ”بواثی“ نامی گاؤں میں تھی۔ بنو عبد القیس کا وفد دو مرتبہ آیا۔ ایک مرتبہ ۵ ہجری میں اور ایک مرتبہ وفد کے سال پہلی بار آنے والوں کی تعداد تیرہ یا چودہ تھی۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کو دیکھا، تو مسجد کے دروازے ہی پر اپنے آپ کو سوار یوں سے دے پھینکا اور لپک کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ ان کے ساتھ ایک شخص عبد اللہ بن عوف الاشج تھا، جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا، اس نے سوار یوں کے پاس رک کر انھیں بٹھایا۔ سامان اکٹھا کیا۔ دو سفید کپڑے نکال کر پنے۔ پھر اطمینان سے چل کر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ”تم میں دو خصلتیں ہیں، جنہیں اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں ”دور اندیشی اور بردباری۔“

نبی ﷺ نے ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے فرمایا تھا کہ: ”تم پر ایک قافلہ نمودار ہوگا، جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہے، جسے اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اپنی سواریاں تھکائیں اور اپنا توشہ ختم کیا۔ اے اللہ! عبد القیس کو بخش دے۔“

پھر جب وفد آگیا تو آپ نے فرمایا:

”خوش آمدید ہو، نہ رسوا ہوئے نہ نادام۔“

انہوں نے آپ سے ایسی فیصلہ کن بات پوچھی، جس پر خود بھی عمل کریں اور ان لوگوں کو بھی باخبر کریں، جنہیں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا۔ جو یہ ہیں:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ کی گواہی دینا۔

✽ نماز قائم کرنا۔

✽ زکوٰۃ دینا۔

✽ رمضان کے روزے رکھنا۔

ابھی چونکہ حج فرض نہیں ہوا تھا، اس لئے اس کا حکم نہیں دیا، البتہ ان سے یہ بھی طلب کیا کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کریں اور انہیں نشہ آور مشروبات سے منع کیا، جنہیں وہ بکثرت پیتے تھے اور ان برتنوں سے بھی منع فرمایا، جن میں وہ یہ شراب بنایا کرتے تھے۔ ✽

دوسری بار وفد میں چالیس آدمی آئے، جن میں جارود بن علاء عبدی بھی تھے۔ یہ نصرانی تھے۔ یہاں آکر مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا رہا۔ ✽

سعد بن بکر کے رئیس ضمام بن ثعلبہ کی آمد یہ بادیہ (جنگل) کے رہنے والے اکھڑ مزاج تھے۔ دو چوٹیاں رکھے ہوئے

تھے۔ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں اپنی اونٹنی بٹھا کر باندھی پھر کہا:

”تم میں ابن عبد المطلب کون ہے؟“

لوگوں نے بتایا تو آپ ﷺ کے قریب آئے اور کہا:

”اے محمد ﷺ! میں آپ سے پوچھوں گا اور پوچھنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ مجھ پر

اپنے جی میں غصہ نہ ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ”جو چاہو سو پوچھو۔“

انہوں نے کہا ”ہمارے پاس آپ ﷺ کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ آپ کہتے ہیں

کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

آپ نے فرمایا ”اس نے سچ کہا۔“

انہوں نے کہا ”اچھا تو آسمان کس نے پیدا کئے؟“

✽ صحیح بخاری، حدیث: ۵۳ اور اس کے اطراف وغیرہ۔

✽ فتح الباری ۸/۸۵، ۸۶- شرح نووی، صحیح مسلم، ۳۳/۱۔

آپ نے فرمایا ”اللہ نے“۔

انہوں نے کہا ”اچھا تو زمین کس نے پیدا کی؟“

آپ نے فرمایا ”اللہ نے“

انہوں نے کہا ”اچھا یہ پہاڑ کس نے نصب کئے؟ اور اس میں جو کچھ بنایا کس

نے بنایا؟“

آپ نے فرمایا ”اللہ نے“

انہوں نے کہا ”تو اس ذات کی قسم جس نے آسمان پیدا کیا، زمین پیدا کی اور ان پہاڑوں

کو نصب کیا، کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں!“

انہوں نے کہا ”آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں

(فرض) ہیں۔“

آپ نے فرمایا ”اس نے سچ کہا۔“

انہوں نے کہا ”تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس

کا حکم دیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں۔“

انہوں نے کہا ”آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں

زکوٰۃ ہے۔“

آپ نے فرمایا ”اس نے سچ کہا۔“

انہوں نے کہا ”تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس

کا حکم دیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں!“

انہوں نے کہا ”آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کے

روزے ہیں۔“

آپ نے فرمایا ”اس نے سچ کہا۔“

انہوں نے کہا ”تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں!“

انہوں نے کہا ”آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم میں جو بیت اللہ تک راستے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔“

آپ نے فرمایا ”اس نے سچ کہا۔“

انہوں نے کہا ”تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟“

آپ نے فرمایا ”ہاں۔“

پھر اس نے پیٹھ پھیری اور کہا ”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ”اگر اس نے سچ کہا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہو گا۔“

پھر جب وہ مسلمان ہو کر اور بتوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی قوم میں گئے اور اپنی قوم کو بتایا کہ نبی ﷺ نے کس بات کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے روکا ہے تو ان کی قوم میں کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہ تھی، جو مسلمان نہ ہو گئی ہو۔ پھر انہوں نے مسجدیں بنائیں اور نماز کے لئے اذان کہی، لہذا کوئی بھی آنے والا ضام بن ثعلبہ سے بہتر نہ تھا۔ ①

عذرہ اور بلی کا وفد صفر ۹ ہجری میں بنو عذرہ کے بارہ آدمی آئے اور قصی سے اپنی قربت کا ذکر کیا اور بنو بکر و بنو خزاعہ کو مکہ سے نکالنے میں اس کی جو

مدد کی تھی، اسے بتلایا۔ آپ نے انہیں مرحبا کہا اور ملک شام فتح ہونے کی بشارت دی اور کاہنوں سے (قسمت کا حال) پوچھنے اور استھانوں کے ذبحوں سے منع کیا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور چند دن ٹھہر کر واپس چلے گئے۔

ان کے بعد ربیع الاول ۹ ہجری میں بلای کا وفد آیا۔ یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور تین دن ٹھہر کر واپس چلے گئے۔

بنو اسد بن خزیمہ کا وفد ۹ ہجری کے شروع میں ان کے دس آدمی آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کچھ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے سلام کیا، پھر ان کے ترجمان نے کہا:

”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم نے شہادت دی کہ اللہ ”وحدہ لا شریک“ ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمارے پاس کسی کو نہیں بھیجا، پھر بھی ہم نے آکر اسلام قبول کر لیا اور بنو فلاں کی طرح آپ سے لڑائی نہیں کی اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں ہم ان کے لئے پیغام صلح ہیں۔“ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَمُنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُوا عَلَيَّ إِلَّا سَلَمَكُمْ بِلِ اللَّهِ يَمُنُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَيْكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الحجرات ۱۷/۴۹)

”وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے۔ تم کہو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر یہ احسان جتاتا ہے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی ہے۔“

انہوں نے جاہلیت کے کچھ کاموں کے متعلق پوچھا۔ مثلاً ”فال گیری کے لئے چڑیا بھگانا، کمانت کرنا اور کنکری مارنا۔“ آپ نے ان سب باتوں سے منع کیا۔

انہوں نے رمل کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”اسے ایک نبی جانتے تھے۔ اب اگر کسی کا علم اس نبی کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اور یہ بات طے ہے کہ اب مطابقت کا جاننا محال ہے اور یہ سارے اعمال غیب میں اندازہ لڑانے کے سوا کچھ نہیں۔“ اس وفد نے چند دن ٹھہر کر فرائض سیکھے پھر واپس ہو گیا۔ اسے تحائف سے بھی نوازا گیا۔

تجیب قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے وہ صدقات جو ان کے فقراء سے بچ رہے تھے، لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے

خوشی ہوئی اور آپ نے ان کا اعزاز و اکرام کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”ہمارے پاس اس جیسا عرب کا کوئی وفد نہیں آیا۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ”ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ ایمان کے لئے کھول دیتا ہے۔“

یہ لوگ قرآن اور سنتوں کو پوچھتے اور سیکھتے رہے۔ پھر واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں افضل ترین تحفے دیئے اور پوچھا کہ کوئی آدمی باقی رہ گیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ”ایک لڑکا ہم نے ڈیرے میں چھوڑ رکھا ہے، وہ ہم میں سب سے کم عمر ہے۔“ آپ نے فرمایا ”اسے بھی بھیجو۔“

وہ آیا تو عرض پرداز ہوا کہ ”اے اللہ کے رسول! میں اسی جماعت سے ہوں جو ابھی آپ کے پاس آئی تھی۔ آپ نے ان کی ضرورت پوری کر دی، اب میری ضرورت بھی پوری کیجئے۔“

آپ نے پوچھا: ”تمہاری ضرورت کیا ہے؟“

اس نے کہا: ”آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی کر دے۔“

آپ نے اس کے لئے مطلوبہ دعا کر دی اور دوسرے ساتھیوں جیسے تحفے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ سب سے زیادہ قناعت پسند انسان ہوا۔ زمانہ ارتداد میں نہ صرف اسلام پر ثابت رہا، بلکہ اپنی قوم کو بھی وعظ و نصیحت کی، چنانچہ وہ بھی اسلام پر ثابت رہی۔

بنی فزارہ کا وفد | یہ وفد نبی ﷺ کی تبوک سے واپسی کے بعد آیا۔ بیس سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ اسلام کے اقراری اور قحط کے مارے ہوئے۔

نبی ﷺ نے ان سے علاقے کا حال پوچھا تو قحط سالی کی شکایت کی اور عرض کی کہ ”اللہ سے دعا کر دیں ہم پر بارش برسائے اور آپ ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کر دیں اور آپ کا رب ہمارے لئے آپ سے سفارش کر دے۔“

آپ نے فرمایا ”سبحان اللہ! تم پر افسوس، یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تو اپنے رب سے

سفارش کروں گا، لیکن ایسا کون ہے جس سے ہمارا رب سفارش کرے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اعلیٰ و عظیم ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، اور وہ اس کی عظمت و جلال سے اس طرح چرچراتے ہیں جیسے نیا کجاوہ چرچراتا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے منبر پر چڑھ کر اللہ سے دعا کی اور اللہ نے انھیں بھرپور بارش اور رحمت کامل سے نوازا۔^①

نجران کا وفد | ”نجران“ یمن کی حدود پر ایک بڑا علاقہ ہے، جس کی لمبائی تیز رفتار سوار ایک دن میں طے کر سکتا ہے۔ یہ ۳۷ بستیوں پر مشتمل تھا^② اور اس میں ایک لاکھ بیس ہزار جنگی جوان تھے جو سب کے سب عیسائی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے ”اسقف“ کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی، وہ خط پڑھ کر گھبرا گیا اور پہلے خواص سے پھر عوام سے مشورہ کیا۔ رائے یہ قرار پائی کہ ایک وفد ارسال کریں، جو اس مسئلے کو حل کرے۔ چنانچہ انہوں نے ساٹھ ارکان پر مشتمل ایک وفد بھیجا۔ یہ لوگ نبی ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ دھاری دار یعنی کپڑے کے جوڑے زیب تن کئے ہوئے تھے اور انہیں گھسیٹ رہے تھے۔ ریشمی چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے بات نہ کی۔ انہیں بعض کبار صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ کپڑے بدل دیں اور انگوٹھیاں اتار دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم آپ سے پہلے سے مسلمان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمہیں اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں:

① صلیب کی عبادت۔ ② سور کھانے کی عادت۔

③ اور تمہارا یہ خیال کہ اللہ کے لئے لڑکا ہے۔“

انہوں نے کہا ”تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثل کون ہے، جو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو؟“

① زاد المعاد، ۳/۴۸۔

② فتح الباری، ۸/۹۴۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ﴾ ﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۚ﴾ ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ ﴿١٦﴾

(آن عمران ۵۹/۳)

”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ پھر تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو کوئی تم سے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں حجت کرے، تو اس سے کہہ دو کہ: آؤ! ہم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور خود اپنے آپ کو، پھر مباہلہ کریں (اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں)‘ پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ٹھہرائیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتیں ان پر تلاوت کیں اور انہیں مباہلے کی دعوت دی۔ انہوں نے مہلت مانگی، باہم مشورہ کیا اور کہا کہ ”اگر یہ واقعی نبی ہے اور ہم نے اس سے ”لماعنت“ کی تو ہمارا کوئی بال اور کوئی ناخن بھی تباہی سے نہ بچ سکے گا۔“ چنانچہ وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ ہزار جوڑا صفر میں اور ہزار جوڑا رجب میں۔ اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی (یعنی چالیس درہم) اور آپ نے ان کے لئے ذمہ، امان اور دین کی آزادی منظور فرمائی۔ پھر انہوں نے کہا کہ ”ہمارے ساتھ امانت دار آدمی بھیج دیں۔“ آپ نے ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور یہیں سے ان کا لقب ”امین الامت“ پڑ گیا۔

نجران واپسی کے دوران وفد کے دو آدمی مسلمان ہو گئے۔ پھر ان میں اسلام پھیلتا گیا، یہاں تک کہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ﴿١٧﴾

اہل طائف کا وفد | یہ گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا تھا۔ پھر انھیں ان کی جگہ چھوڑ کر واپس آگئے تھے۔ جب آپ واپس ہوئے تو عروہ بن مسعود ثقفی آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور مدینہ پہنچنے سے پہلے آپ سے ملا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ ان کی نظر میں اپنی لڑکیوں اور عورتوں سے بھی زیادہ محبوب تھا، اس لئے اس کا خیال تھا کہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے، لیکن لوگوں نے ہر جانب سے تیر چلا کر اسے جان سے مار ڈالا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا اور محسوس کیا کہ ان میں گرد و پیش کے عربوں سے جنگ کی طاقت نہیں، لہذا عبد یلیل بن عمرو کو دوسرے پانچ اشراف کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ یہ رمضان ۹ ہجری کی بات ہے۔ جب وہ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے ایک گوشے میں ان کے لئے خیمہ نصب کرایا، تاکہ وہ قرآن سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔

یہ لوگ ٹھہر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے اور آپ انہیں برابر اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر وہ مسلمان نہیں ہو رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ انھیں زنا کاری، شراب نوشی اور سود خوری کی اجازت دیں اور یہ کہ ”لات“ کو نہیں ڈھائیں گے۔ ان سے نمازیں معاف رکھیں گے اور ان کے ہاتھوں ان کے بت نہ تڑوائیں گے۔ آپ نے ان تمام باتوں کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر انہوں نے آپ ﷺ کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے، البتہ یہ شرط لگائی کی ”لات“ کو ڈھانے کا انتظام آپ خود فرمائیں۔ ثقیف اسے اپنے ہاتھوں ہرگز مسمار نہ کریں گے۔ آپ نے یہ بات منظور فرمائی۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ اس وفد کے سب سے کم عمر ممبر تھے، لہذا یہ لوگ انہیں ڈیرے ہی میں چھوڑ جایا کرتے تھے، مگر یہ لوگ جب آتے تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں جا کر قرآن پڑھتے اور اگر آپ کو سویا ہوا دیکھتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پڑھتے، یہاں تک کہ بہت سا قرآن آپ نے یاد کر لیا، مگر اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا۔ جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو نبی ﷺ نے ان کو ہی ان کا امیر بنا دیا، کیونکہ انہیں اسلام، قراءت

قرآن اور دین سیکھنے کی رغبت تھی۔

وفد اپنی قوم میں واپس گیا تو ان سے اپنا ایمان چھپائے رکھا اور جنگ و قتال کا خوف دلایا۔ کہا کہ ہم ایک سخت اور تند مزاج آدمی کے پاس گئے تھے، جو تلوار کے زور سے غالب آگیا ہے اور لوگ اس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ اس نے ہم پر سخت باتیں پیش کی ہیں۔ مثال میں زنا کاری، شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ چھوڑنے کا ذکر کیا اور اگر اسے تسلیم نہ کیا تو وہ ہم سے جنگ کرے گا۔ اس پر انہیں نخوت و تکبر نے طیش دلایا اور وہ دو تین روز تک جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

پھر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے وفد سے کہا ”واپس جاؤ اور جو کچھ اس نے مانگا ہے، اسے دے دو۔“

وفد نے کہا ”ہم اس سے طے کر آئے ہیں اور مسلمان ہو چکے ہیں۔“
اس پر ثقیف بھی مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہما کو کچھ آدمیوں کے ساتھ ”لات“ کو مسمار کرنے کے لئے طائف بھیجا۔ انہوں نے بت توڑ ڈالا اور عمارت مسمار کر دی۔^①

اس وفد میں اللہ کا دشمن عامر بن طفیل تھا، جس نے اصحاب بنو عامر بن صعصعہ کا وفد

برمعاونہ کے ساتھ دھوکا کیا تھا اور اربد بن قیس اور جبار بن اسلم تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار اور شیاطین تھے۔ عامر اور اربد بن قیس نے نبی ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ عامر نے جو وفد کا ترجمان تھا، کہا:

”میں آپ کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں۔“

① آپ کے لئے وادی کے باشندے ہوں اور میرے لئے بادبے کے۔

② یا میں آپ کے بعد آپ کا خلیفہ بن جاؤں۔

﴿۳﴾ ورنہ میں غطفان کو ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار گھوڑیوں سمیت آپ پر چڑھا لاؤں گا۔ ﴿۱﴾

رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کوئی بات نہ مانی اور دعا کی کہ ”اے اللہ! عامر کے مقابلے کے لئے مجھے کافی ہو اور اس کی قوم کو ہدایت دے۔“

ادھر جس وقت عامر باتیں کر رہا تھا ربد گھوم کر نبی ﷺ کے پیچھے گیا اور اپنی تلوار میان سے ایک بالشت نکالی، پھر اللہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ تلوار سونپنے پر قادر رہی نہ ہو سکا۔

جب یہ لوگ واپس ہوئے تو راستے میں عامر اپنی قوم بنو سلول کی ایک عورت کے پاس اترا اور اس کے گھر میں سو گیا۔ اسی دوران اللہ نے اس پر طاعون بھیج دیا اور اس کے حلق میں گلی نکل آئی۔

اس نے کہا ”اونٹ کی گلی جیسی گلی اور ایک سلولی عورت کے گھر میں موت؟ میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ۔“ چنانچہ وہ سوار ہوا اور گھوڑے ہی پر مر گیا۔ ﴿۲﴾

ادھر اربد اور اس کے اونٹ پر اللہ نے بجلی بھیج دی، دونوں جل مرے اور اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْحَالِ﴾ ﴿۱۳﴾ (الرعد ۱۳/۱۳)

”وہ بجلی بھیجتا ہے پس اس کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں حالانکہ وہ سخت پکڑنے والا ہے۔“ ﴿۳﴾

ان دونوں کا قصہ انہی کے قبیلے بنو عامر کے ایک صحابی مولدہ بن جمیل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کی عمر بیس سال تھی۔ انہوں نے بیعت کی، آپ کا داہنا ہاتھ چھویا اور اپنے اونٹ نبی ﷺ کی خدمت میں

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۰۹۱، نیز فتح الباری شرح حدیث مذکور۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۰۹۱۔

﴿۳﴾ تفسیر ابن کثیر، آیت مذکورہ۔

پیش کئے۔ آپ نے دو سالہ مادہ اونٹنی صدقہ میں لی۔ اس کے بعد وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور بحالت اسلام سو سال زندہ رہے۔ انہیں ان کی فصاحت کے سبب ”دو زبان والا“ کہا جاتا تھا۔

بنو حنیفہ کا وفد | یہ وفد ۹ ہجری میں آیا۔ اس میں مسیلہ کذاب سمیت سترہ افراد تھے۔ یہ لوگ ایک انصاری آدمی کے گھر اترے، پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، البتہ مسیلہ کذاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ پیچھے رہ گیا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہی نہ ہوا تھا اور کہا تھا کہ: ”اگر محمد (ﷺ) نے اپنے بعد کاروبار حکومت مجھے سونپنا طے کر دیا تو میں اس کی پیروی کروں گا۔“

اس سے قبل نبی ﷺ یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ کے پاس روئے زمین کے خزانے لاکر رکھ دیئے گئے ہیں اور اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ کے ہاتھ میں آپڑے ہیں۔ آپ کو یہ دونوں بہت گراں اور تکلیف دہ محسوس ہوئے۔ آپ کو وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک دیجئے۔ چنانچہ آپ نے پھونک دیا، تو وہ دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ: آپ کے بعد دو کذاب (پرلے درجے کے جھوٹے) نکلیں گے۔ چنانچہ نبی ﷺ مسیلہ کے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور آپ کے ہمراہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ مسیلہ کے سر پر جاکر کھڑے ہوئے، جو اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا اور اس سے گفتگو کی۔

مسیلہ نے کہا: ”اگر آپ چاہیں تو ہم حکومت آپ کے ہاتھ میں رہنے دیں، لیکن اپنے بعد اس کو ہمارے لئے طے فرمادیں۔“

آپ نے فرمایا ”اگر تم مجھ سے (کھجور کا) یہ ٹکڑا چاہو گے تو یہ بھی تمہیں نہ دوں گا اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کئے ہوئے فیصلے سے آگے نہیں جاسکتے۔ اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ کر رکھ دے گا۔ واللہ! میں تمہیں وہی شخص سمجھتا ہوں، جس کے بارے میں مجھے (خواب میں) پوری تفصیل سے دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں

جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔ پھر آپ واپس پلٹ آئے۔“ ①

وفد واپس گیا تو مسیلہ کچھ دن ٹھہرا رہا۔ پھر دعویٰ کیا کہ اسے نبی ﷺ کے ساتھ ”مار نبوت“ میں شریک کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ سجات (مقتفی کلام) گھڑنے لگا اور اپنی قوم کے لئے شراب اور زنا حلال کر دیا۔ قوم بھی فتنے میں پڑ گئی اور اس کا معاملہ سنگین ہو گیا اور ابھی یہ صورت حال برپا ہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے۔ اس سے اس کی قوم مزید فتنے میں مبتلا ہو گئی، آخر کار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجے۔ ان میں اور مسلمانوں میں سخت لڑائیاں ہوئیں۔ مسیلہ اور اس کا بیشتر لشکر مارا گیا اور اس کا قاتل وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ تھا، جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ (دوسرا کذاب جو نبی ﷺ کو دکھلایا گیا اسود عنسی تھا۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔)

شہابان حمیر کے قاصد کی آمد | تبوک سے نبی ﷺ کی واپسی کے بعد مالک بن مرہ رہاوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس شہابان حمیر حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان، سربراہان ذی رعیین و معافروہمدان کے خطوط تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اسی اطلاع کے ساتھ اس کو بھیجا تھا۔ نبی ﷺ نے انھیں جوابی خط لکھا، جس میں ان کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں اور معاہدین کو ذمہ عطا کیا۔

پھر ان کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو کچھ صحابہ کے ہمراہ بھیجا۔ یہ عدن کے اطراف میں ”سکون و سکاسک“ کے درمیان بالائی یمن کے قاضی، جنگوں کے حاکم اور صدقہ و جزیہ کی وصولی پر مامور تھے اور پانچوں نمازیں پڑھاتے تھے۔

زیریں یمن۔ زبید، مارب، زمع اور ساحل کیلئے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ: ”تم دونوں آسانی کرنا، سختی نہ کرنا۔ خوش خبری دینا، نفرت نہ دلانا اور مل کر رہنا، اختلاف نہ کرنا۔“

حضرت معاذ بنی رضی اللہ عنہ کی وفات تک یمن ہی میں رہے، البتہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔

ہمدان کا وفد | ہمدان یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس کا وفد ۹ ہجری میں تبوک سے بنی رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ اس میں مالک بن نمط رضی اللہ عنہ تھا جو بہترین شاعر تھا، اس نے کہا:

حَلَفْتُ رَبِّ الرِّاقِصَاتِ إِلَى مَنِي
بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ فِينَا مُصَدِّقٌ
صَوَادِرُ بِالرُّكْبَانِ مِنْ هَضْبٍ قَوَدِدِ
رَسُولٌ أَتَى مِنْ عِنْدِ ذِي الْعَرْشِ، مُهْتَدِ
فَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا
أَشَدَّ عَلَى أَعْدَائِهِ مِنْ مُحَمَّدِ

”میں نے منیٰ کا چکر لگانے والیوں اور ”قرود“ کی بلندی سے قافلوں کے ساتھ چلنے والیوں کے رب کی قسم کھائی کہ اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ ہم میں سچے مانے گئے ہیں۔ یہ وہ ہدایت یافتہ رسول ہیں جو عرش والے کے پاس سے آئے ہیں۔ کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر کوئی ایسا انسان سوار نہیں کیا، جو اپنے دشمن پر محمد رضی اللہ عنہ سے زیادہ کڑا ہو۔“

رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور جو کچھ انہوں نے مانگا تھا، وہ انھیں دیا اور جو لوگ اسلام لائے تھے، ان پر مالک بن نمط رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر باقی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے چھ مہینے گزار دیئے مگر وہ مسلمان نہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ان لوگوں کو رسول اللہ رضی اللہ عنہ کا ایک خط پڑھ کر سنایا اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کی بشارت لکھی تو آپ سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا ”ہمدان پر سلام! ہمدان پر سلام۔“

بنو عبد المدان کا وفد | اس کے بعد رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الآخر ۱۰ ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سر زمین یمن کے علاقہ نجران میں بنو عبد المدان کے پاس روانہ کیا کہ انھیں تین دن تک اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ نہ مانیں تو

لڑائی کریں۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سواروں کو ہر طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیج دیا، جو کہتے تھے کہ:

”لوگو! اسلام لاؤ، سالم رہو گے۔“

لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان ایسے لوگوں کو مقرر کیا، جو انھیں اسلام کی تعلیم دیں اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔ آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا کہ ان کا وفد لے کر آئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

جب وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا ”کہ جاہلیت میں جو تم سے لڑتا تھا اس پر تم لوگ کس وجہ سے غالب آتے تھے؟“

انہوں نے کہا ”ہم یکجا ہوتے تھے، متفرق نہ ہوتے تھے اور کسی پر ظلم کا آغاز نہ کرتے تھے۔“

آپ نے فرمایا ”تم لوگوں نے سچ کہا۔“

اور آپ نے قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ لوگ شوال کے آخر یا ذی قعدہ کے شروع میں اپنی قوم کے پاس واپس گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے پاس عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انھیں دین سمجھائیں، سنت اور اسلام کی چیدہ چیدہ باتیں سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ آپ نے اس کے متعلق انھیں ایک تحریر بھی لکھ کر دی، جو بہت مشہور ہے۔

بنو مذحج کا اسلام | یہ بھی ایک یمنی قبیلہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو رمضان ۱۰ ہجری میں اسلام کی دعوت دینے

کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ جب تک وہ لڑائی نہ کریں، لڑائی نہ کرنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان کی جمعیت کا سامنا ہوا تو انہیں اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر چلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ اور ان سے لڑکر انھیں شکست دی، لیکن ان کے تعاقب سے کچھ دیر رکے رہے، پھر ان سے جا ملے اور انہیں پھر اسلام کی دعوت دی، اب کی بار وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

ان کے سرداروں نے بیعت کی اور کہا ”کہ ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے ہیں ہم ان کے ذمہ دار ہیں اور یہ ہمارے صدقات ہیں ان میں سے آپ اللہ کا حق لے لیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، پھر پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حجۃ الوداع میں مکہ کے اندر آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔

ازدشنوعہ کا وفد | یہ بھی یمن کے اطراف کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس کا وفد صد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ازدی کی قیادت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے حضرت صد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور حکم دیا کہ جو اسلام لائے ہیں، ان کو ساتھ لے کر اس پاس کے اہل شرک سے لڑائی کریں۔

جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ کی آمد اور ”ذوالخلصہ“ کا انہدام | نبی ﷺ کے پاس حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔ یہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے قبیلہ ”بجليہ“ اور ”خثعم“ کا ایک بت اور ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جسے ”ذوالخلصہ“ کہتے ہیں۔ وہ اس سے خانہ کعبہ کی ہمسری کرتے تھے۔ چنانچہ وہ کعبہ کو ”کعبہ شامیہ“ کہتے تھے اور اپنے بت خانہ کو ”کعبہ یمانیہ“ کہتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”کیا تم مجھے ”ذوالخلصہ“ سے راحت نہ دو گے؟“

انہوں نے شکوہ کیا کہ ”وہ گھوڑے پر برقرار نہیں رہ پاتے۔“ آپ نے دست مبارک سے ان کے سینے پر ضرب لگائی اور فرمایا ”اے اللہ! انہیں ثابت رکھ اور انہیں ہادی اور مہدی بنا۔“

چنانچہ اس کے بعد وہ گھوڑے سے کبھی نہیں گرے۔ پھر وہ اپنی قوم احمس (جو بجليہ کی ایک شاخ ہے) کے ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ ”ذوالخلصہ“ گئے اور اسے ویران کر دیا اور جلا کر خارش زدہ اونٹ کی طرح چھوڑ دیا اور ابو ارقطہ کو اس کی بشارت دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے ”احمس“ کے گھوڑوں اور لوگوں کے لئے

پانچ بار برکت کی دعا کی۔ ﴿

اسود عنی کا ظہور اور قتل | یمن میں امن اور اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی اور اس کے تمام اطراف میں رسول اللہ ﷺ کے عمال موجود تھے

کہ اچانک ”کف حنان“ نامی شہر میں سات سو جنگجوؤں کے ساتھ اسود عنی ظاہر ہوا۔ وہ اپنے لئے نبوت اور حکومت کا دعوے دار تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس کا معاملہ مزید سنگین ہو گیا۔ اس کا فتنہ سخت اور اس کی حکومت طاقتور ہو گئی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے عمال ”اشعریین“ کے علاقے میں سمٹ آئے اور مسلمانوں نے اس کے ساتھ ”مصلحت“ سے کام لیا۔ یہ سلسلہ تین یا چار مہینے جاری رہا۔ پھر فیروز دہلی اور اس کے فارسی ساتھیوں نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، کوئی چال چلی اور فیروز نے اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹا اور قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھاگ نکلے اور اسلام اور اہل اسلام غالب آگئے، رسول اللہ ﷺ کے عمال اپنے اپنے کاموں پر واپس آگئے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔

اسود عنی کے قتل کا واقعہ نبی ﷺ کی وفات سے صرف ایک دن اور ایک رات پہلے پیش آیا تھا۔ اس کے متعلق آپ کے پاس وحی آئی اور آپ نے صحابہ کو اس کی اطلاع دی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خط بھی آگیا۔ ﴿

صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۲۰، ۳۰۲۱، ۳۸۲۳، ۳۸۵۵، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۴۳۔

﴿فتح الباری ۸/۹۳۔ ان وفود کی تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت ابن ہشام ۲/۵۰۱، ۵۰۳، ۵۱۰، ۵۱۳، ۵۳۷، ۵۴۲، ۵۶۰، ۵۶۱۔ زاد المعاد ۳/۲۶، ۶۰۔﴾



www.kitabosunnat.com

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ ہجری

جب جزیرہ عرب میں دعوت کی تبلیغ مکمل ہو گئی اور اللہ نے اہل ایمان کی ایک ایسی جماعت پیدا فرمادی جو دعوت کی حفاظت کی ضامن اور اسے زمین کے کونے کونے تک پہنچانے کی کفیل تھی، تو اللہ نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کو انتقال سے پہلے ان کی جہد پیہم کا ثمرہ بھی دکھلا دے۔ چنانچہ آپ کو ذی الحجہ ۱۰ ہجری میں بیت اللہ کے حج سے مشرف فرمایا۔

آپ نے حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا، چنانچہ مدینہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ۱۰ ہفتہ کے دن جب کہ ذی القعدہ گزرنے میں پانچ دن باقی تھے یعنی ۲۶ ذی القعدہ ۱۰ کو آپ نے بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تمبند پنا، چادر اوڑھی ۱۰ اور ظہر کی نماز کے بعد مدینہ سے چل پڑے اور عصر پڑھنے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر دو رکعت عصر پڑھی۔ پھر وہیں رات گزاری۔ ۱۰ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا:

”آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا ”اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کموج میں عمرہ ہے۔“ ۱۰

یہ درحقیقت حج میں عمرے کی اباحت تھی، جسے اہل جاہلیت انتہائی برا سمجھتے تھے۔ ۱۰

۱۰ صحیح مسلم، ۱/۳۹۳۔

۲۰ تحقیق کے لیے دیکھئے: فتح الباری، ۸/۱۰۴۔

۳۰ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۳۵۔

۴۰ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸۔

۵۰ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۳۳، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸۔

۶۰ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۶۳۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر سے پہلے غسل کیا، سر اور بدن میں خوشبو لگائی، جس میں مشک بھی تھا، ﴿پھر تہبند پہنا، چادر اوڑھی، پھر دو رکعت ظہر کی نماز پڑھی اور مصلیٰ ہی پر حج اور عمرے کا احرام باندھا اور دونوں میں ”قرآن“ کیا۔ فرمایا:

«اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ»

”اے اللہ! عمرے اور حج کے لئے حاضر ہوں۔“

اس کے بعد لبیک پکارا جس کے کلمات یہ تھے:

«لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ»

”ہم بار بار حاضر ہیں۔ اے اللہ! ہم بار بار حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم بار بار حاضر ہیں۔ یقیناً تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہت بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔“ ﴿۵﴾

اور کبھی کبھی فرماتے:

لَبَّيْكَ إِلَهَ الْحَقِّ

”معبود برحق! ہم بار بار حاضر ہیں۔“

پھر مصلیٰ سے نکل کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور پھر لبیک پکارا ﴿۶﴾ اور جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں چل پڑی تو آپ نے پھر لبیک پکارا۔ ﴿۷﴾ نماز کے بعد ذوالخليفة ہی میں آپ نے ہدی (قربانی کے جانوروں) کے کوہان چیرے اور انھیں قلاذے پہنائے۔ ﴿۸﴾

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ہفتہ بھر بعد، مکہ کے قریب پہنچے تو

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۵۹۳۰۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۴۹۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۴۶، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴۔

﴿۴﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۴۵، ۱۵۵۱۔

﴿۵﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۶۹۳، ۱۶۹۵۔

ذی ٹھوٹی میں رات گزاری اور وہیں فجر پڑھ کر غسل فرمایا۔ پھر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔^① یہ اتوار ۴ ذی الحجہ کی صبح تھی۔^② آپ نے نیت اللہ کا طواف کیا اور رخصتا مہرہ کی سعی کی۔

پھر بالائی مکہ میں حجوں کے پاس قیام فرمایا اور دوبارہ پلٹ کر طواف نہیں کیا، البتہ احرام برقرار رکھا، کیونکہ آپ ﷺ ”قارن“ تھے، یعنی حج اور عمرے کا احرام اکٹھا باندھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہدی (قربانی کا جانور) ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ جو کوئی بھی اپنے ساتھ ”ہدی“ لایا تھا آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنا احرام برقرار رکھے، البتہ جو لوگ ہدی نہیں لائے تھے، انھیں حکم دیا کہ طواف وسعی کے بعد سر منڈالیں اور پورے طور پر حلال ہو جائیں اور اپنے اس عمل کو عمرہ قرار دے لیں، خواہ انہوں نے حج کی نیت سے احرام باندھا ہو یا عمرے کی نیت سے یا دونوں کی نیت سے^③ اور آپ نے فرمایا ”اگر مجھے پہلے وہ بات معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں ہدی نہ لاتا اور اسے عمرہ قرار دے دیتا اور حلال ہو جاتا۔“ چنانچہ جن لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی وہ حلال ہو گئے۔^④

پھر آپ ﷺ ۸ ذی الحجہ ترویہ کے دن منی تشریف لے گئے، جو اوگ حلال ہو چکے تھے وہ بھی حج کا احرام باندھ کر منی گئے۔^⑤ وہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں اور چار رکعت والی نمازیں قصر کر کے دو دو رکعت پڑھیں۔^⑥ پھر سورج طلوع ہونے کے بعد منی سے چل پڑے اور عرفات تشریف لائے۔ وہاں ”وادیِ نمرہ“ میں آپ کے لئے قبہ لگا ہوا تھا۔ آپ اسی میں استراحت فرما ہوئے۔ سورج ڈھلا تو قضاۃ اونٹنی پر سوار ہو کر ”وادیِ عرنہ“ میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے ان

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۷۳، ۱۵۷۴۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۳۵۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۳۵، ۱۲۲۵، ۱۷۳۱۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۶۸، ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۲۵۰۶، ۲۳۳۰، ۷۳۶۷۔

⑤ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۵۱، نیز ترجمہ باب: ۲۸، کتاب الحج، وغیرہ۔

⑥ صحیح بخاری، حدیث: ۱۷۵۳، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷۔

کے اندر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنایا کی شہادت کے کلمات کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی۔ پھر جو باتیں کہیں ان میں آپ نے فرمایا:

”لوگو! میری بات سنو! مجھے نہیں معلوم، غالباً میں تم سے اپنے اس سال کے بعد اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔^① تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے، جس طرح آج کے دن کی، موجودہ مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔۔۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔

ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعہ ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی شخص کو نہ آنے دیں، جو تمہیں گوارا نہیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو، لیکن سخت مار نہ مارنا۔ اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف طریقے سے کھانا اور پہناؤ۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ صحابہ نے کہا ”ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔

یہ سن کر آپ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا، اے اللہ! گواہ رہ۔ اے اللہ! گواہ رہ۔ اے اللہ! گواہ رہ۔“^②

اس خطبے میں آپ نے مزید کئی امور بیان فرمائے اور جب فارغ ہوئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا

① سیرت ابن ہشام ۲/۶۰۳۔

② صحیح مسلم، باب جۃ النبی ﷺ ۱/۳۹۷، نیز ابن جریر، ابن عساکر۔

یہ ارشاد نازل ہوا۔

﴿أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة/۵/۳)

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔“

چنانچہ یہ نعمت اور سعادت کا دن تھا۔

خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر اقامت کہی اور رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر اقامت کہی اور آپ نے دو رکعت عصر کی نماز پڑھائی۔ دونوں کو ظہر کے وقت میں جمع تقدیم کے طور پر اکٹھا کیا اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر ”جائے وقوف“ پر تشریف لائے۔ اونٹنی کا شکم چٹانوں کی جانب کیا اور قبلہ رخ مسلسل وقوف فرمایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی چلی گئی۔ پھر روانہ ہو کر ”مزدلفہ“ تشریف لائے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھی۔ پھر آپ لیٹ گئے اور طلوع فجر تک لیٹے رہے۔ پھر صبح تڑکے فجر کی نماز پڑھی اور ”مَشْرِعُ حَرَام“ آگئے اور وہاں قبلہ رخ ہو کر دعا، تکبیر و تہلیل اور توحید کے کلمات کہتے رہے، یہاں تک کہ خوب اجالا ہو گیا۔

اس کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے منی کے لئے روانہ ہو گئے اور جمرہ کبرا پر آ کر اسے سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اس جمرہ کو کنکری مارنے تک آپ لبیک پکارتے رہے اور کنکری مارنے کے ساتھ ہی تکبیر ختم کر دیا۔ نیز اس جمرہ کے پاس ٹھہر کر آپ یہ بھی فرماتے رہے کہ:

”مجھ سے اپنے اعمال جج سیکھ لو، غالباً میں اپنے اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں گا۔“

پھر آپ منی میں اپنے ڈیرے پر تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سو میں سے تریبھہ اونٹ نحر کئے۔ باقی یعنی سینتیس اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے، پھر آپ کے

حکم سے ہر اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیا گیا۔ پھر آپ نے اور لوگوں نے اس کا گوشت تناول کیا اور شور بایا۔

قربانی سے فارغ ہو کر حجام کو بلایا اور سر کا داہنا حصہ دیا۔ اس نے مونڈ کر ایک ایک دو بال لوگوں میں تقسیم کر دیئے پھر بایاں حصہ مونڈ کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

پھر آپ نے اپنے کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے اور ”طواف افاضہ“ کیا، لیکن صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر بنو عبدالمطلب کے پاس آئے۔ وہ لوگ زمزم پیارے تھے۔ آپ نے فرمایا:

”بنو عبدالمطلب! تم لوگ پانی کھینچو، اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے کے اس کام میں تمہیں مغلوب کر دیں گے، تو میں بھی تم لوگوں کے ساتھ کھینچتا۔“

چنانچہ انہوں نے آپ کو ایک ڈول پانی دیا اور آپ نے اسے پیا۔^①

اس کے بعد آپ منیٰ واپس آگئے اور وہاں ایام تشریق یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ تک ٹھہر کر تینوں جہرات کو روزانہ سورج ڈھلنے کے بعد کنکری مارتے رہے۔ جمرہ صغریٰ سے شروع کرتے، اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر جمرہ وسطیٰ اور اس کے بعد جمرہ کبریٰ کے ساتھ یہی کرتے۔

نبی ﷺ نے یوم النحر (دسویں تاریخ) کو بھی ایک خطبہ دیا۔ پھر ایام تشریق کے درمیانے دن -- ۱۲ ذی الحجہ -- کو بھی ایک خطبہ دیا، جس میں خطبہ عرفہ کی باتوں کی تاکید فرمائی اور مزید نصیحتیں بھی کیں۔ ایام تشریق کے درمیانے دن خطبہ سے پہلے سورہ نصر نازل ہوئی۔

۱۳ ذی الحجہ کو -- جو ایام تشریق کا تیسرا اور حج سے واپسی کا دوسرا اور آخری دن ہے اور یہ منگل کا دن تھا -- نبی ﷺ نے جہرات کو کنکری مار کر منیٰ سے کوچ فرمایا اور ”ابطح“ میں اتر کر وہیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور وہیں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبد الرحمان بن ابی بکر کے ساتھ بھیجا کہ انہیں نجیم سے عمرہ کرا لائیں۔ چنانچہ انہوں نے احرام باندھا، عمرہ کیا، پھر سحر کے وقت ”ابطح“ میں آگئیں۔ ادھر

① صحیح مسلم، باب جۃ النبی ﷺ۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، ابواب ۸۹، ۹۰، ۹۱۔

نبی ﷺ نے ایک نیند لے لی تھی۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگئیں تو کوچ کا اعلان کیا اور سوار ہو کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ طواف ووداع کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ پھر زیریں مکہ سے نکل کر مدینہ کا رخ کیا۔ جب مدینہ قریب آگیا اور اس کے آثار دکھائی دینے لگے تو تین بار ”اللہ اکبر“ کہا پھر فرمایا:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آتِيُونَ تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم پلٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت گزار، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمنا ساری جماعتوں کو شکست دی۔“

”سریہ“ اسامہ بن زید (ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری) رسول اللہ ﷺ نے واپس آ کر مدینہ میں قیام فرمایا اور ۲۳ سال

پہلے آپ نے جو دعوت شروع کی تھی، اس کی کامیابی اور اللہ کے دین میں فوج در فوج لوگوں کے داخلے کا جو منظر آپ کے رب نے آپ کو دکھایا، اس پر اس کی حمد و تسبیح کرتے رہے۔ اس دوران بعض وفود کا استقبال بھی کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سات سو فوجیوں کے ساتھ تیار کیا اور حکم دیا کہ علاقہ بلقاء اور ”داروم“ کی فلسطینی سرزمین سواروں کے ذریعہ روند آؤ۔ یہ لشکر روانہ ہو کر مدینہ سے تین میل دور مقام ”جرف“ میں خیمہ زن ہوا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویش ناک خبروں کے سبب وہیں رک کر نتیجہ کا انتظار کرنے لگا اور اللہ کا فیصلہ یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور یہ لشکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی پہلی فوجی مہم قرار پائی۔

① حجۃ الوداع کی تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الحج، صحیح مسلم، کتاب الحج وغیرہ۔

② صحیح بخاری، مغازی، باب بعث النبی ﷺ اسامہ، سیرت ابن ہشام، ۲/۶۰۶، ۲۵۰۔

رفیق اعلیٰ کی جانب

الوداعی آثار | جب رسول اللہ ﷺ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی اور امت کی خیر خواہی کا کام مکمل کر لیا تو آپ کے اقوال و افعال میں دنیا سے رحلت کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے۔

آپ نے دسویں سال رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا۔ آپ نے اپنی صاحب زادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آچکا ہے۔“ ①

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن رخصت کیا تو انہیں وصیت کرنے کے بعد فرمایا: ”اے معاذ! غالباً میرے اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو گے اور میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزر دو گے۔“

یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں رونے لگے۔

آپ نے حجۃ الوداع میں کئی بار کہا:

”غالباً میں تم لوگوں سے اپنے اس سال کے بعد نہ مل سکوں گا۔ غالباً میں اپنے اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں گا۔“

اسی طرح ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ اور ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾ کا نزول اس بات کا پیغام تھا کہ آپ دنیا میں اپنی مہم سے فارغ ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا، کیونکہ آپ نے اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کی طرف منتقل ہونے کے لئے لوگوں کو الوداع کہا۔

اول اہل صفر ۱۱ ہجری میں آپ ”احد“ تشریف لے گئے اور شہداء کیلئے اس طرح دعا کی

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۰۴۴، ۴۹۹۸۔

گویا زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہے ہیں، پھر واپس آکر منبر پر فروکش ہوئے اور فرمایا:

”میں تمہارا پیش رو ہوں، اور تم پر گواہ ہوں۔ میں واللہ! اس وقت اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین یا زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ اس کا اندیشہ ہے کہ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ میں لگ جاؤ گے۔“ ①

ماہ صفر کے آخر میں آپ رات کے وقت ”بقیع غرقہ“ تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا:

”ہم بھی تم سے آن ملنے والے ہیں۔“ ②

مرض کا آغاز | ماہ صفر کے آخری سوموار کو رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”کہ آپ بقیع سے واپس تشریف لائے تو میں اپنے سر میں درد محسوس کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا سر۔“ ③

آپ نے فرمایا: ”بلکہ میں واللہ! اے عائشہ! ہائے میرا سر۔“

یہ آپ ﷺ کی بیماری کی ابتدا تھی۔ آپ اس کے باوجود باری باری سب عورتوں کے پاس دن گزارتے رہے، یہاں تک کہ مرض سخت ہو گیا۔ اس وقت آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور پوچھ رہے تھے کہ میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟ مقصود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ آپ حضرت فضل بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے درمیان ٹیک لگا کر دونوں پاؤں زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے۔ ④

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۴۴، ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۴۰۸۵، ۶۴۲۶، ۶۵۹۰۔

② صحیح مسلم، الجنازہ۔

③ صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۴۲، ۵۶۶۶، ۷۲۱۷۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۸۹، ۳۷۸۲، ۴۴۵۰، ۵۲۱۷ وغیرہ۔

عمد اور وصیت | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”جب نبی ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور بیماری نے زور پکڑا تو آپ نے فرمایا ”مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو“ جن کا بندھن نہ کھولا گیا ہو، تاکہ میں لوگوں کو وصیت کروں۔“
چنانچہ ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لگن میں بٹھا کر ان مشکیزوں سے پانی ڈالا، حتیٰ کہ آپ اشارہ فرمانے لگے کہ تم لوگوں نے کام پورا کر دیا۔ پھر آپ لوگوں کی جانب تشریف لے گئے، انہیں نماز پڑھائی اور خطاب فرمایا۔ ﴿۱﴾

اس خطاب میں آپ نے منجملہ اور باتوں کے فرمایا:
”تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے انبیاء اور برزگوں کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے، تو تم لوگ قبروں کو مساجد نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔“ ﴿۲﴾
اور فرمایا ”یسود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔“ ﴿۳﴾

مزید فرمایا کہ ”تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔“ ﴿۴﴾
پھر آپ ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص (زیادتی کے بدلے) کے لئے پیش کیا۔ انصار کے متعلق خیر کی وصیت کی، پھر فرمایا ”ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت میں سے جو چاہے لے لے۔ یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے۔ تو اس بندے نے اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کیا۔“

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
”یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا ”ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قریان!“
اس پر ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا ”اس بڑھے کو دیکھو، رسول اللہ ﷺ تو ایک

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۹۸، ۴۴۴۲، ۵۷۱۴۔

﴿۲﴾ صحیح مسلم، باب النبی عن بناء المساجد علی القبور، حدیث: ۲۳ (۵۳۲)، ۳۷۷/۱، ۳۷۸۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴۔

﴿۴﴾ ۱۰۰ امام مالک، ص: ۶۵۔

بندے کے بارے میں یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے اسے اختیار دیا کہ دنیا کی چمک و دمک اور زیب و زینت میں سے جو چاہے اسے اللہ دے دے یا وہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے اور یہ بڑھا کمہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قربان۔“ (لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔^①

یہ بدھ کے روز کی بات ہے۔ جمعرات کو آپ کی بیماری نے اور شدت اختیار کر لی۔ آپ نے فرمایا:

”لاؤ! میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں، جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”آپ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ اللہ کی یہ کتاب تمہارے لئے کافی ہے۔“

اس پر لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور جب شور اور اختلاف زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

”میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔“

اسی دن آپ نے وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے اور وفود کو اسی طرح نوازا جائے، جیسے آپ نوازتے تھے اور نماز اور غلاموں اور لونڈیوں کے متعلق بھی تاکید فرمائی^② اور فرمایا کہ:

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔“

نماز کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانشینی | نبی ﷺ مرض کی شدت کے باوجود نماز خود پڑھایا کرتے تھے، لیکن اس دن -- جمعرات کو -- جب عشاء کا وقت ہوا تو آپ نے لگن میں غسل فرمایا، تاکہ مرض میں تخفیف ہو جائے۔ پھر

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۶۲، ۳۶۵۴، ۳۹۰۵۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۱۱۴، ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹، ۷۳۶۶۔

اٹھنے لگے تو غشی طاری ہو گئی۔ پھر افاتہ ہوا تو دوبارہ غسل فرمایا، لیکن پھر اٹھنے لگے تو پھر غشی طاری ہو گئی۔ پھر تیسری بار غسل فرمایا، لیکن پھر اٹھنے لگے تو پھر غشی طاری ہو گئی۔ آخر آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ اس وقت سے بقیہ ایام میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ ① آپ کی حیات مبارکہ میں ان کی پڑھائی گئی نمازوں کی کل تعداد سترہ ہے۔

ہفتہ یا اتوار کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ افاتہ محسوس کیا۔ چنانچہ دو آدمیوں کے درمیان ظہر کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کو ان کے بائیں بٹھا دیا گیا۔ چنانچہ اب ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے کہ وہی لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ ②

جو کچھ تھا سب صدقہ فرما دیا | اتوار کے دن نبی ﷺ نے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ آپ کے پاس سات دینار تھے، انھیں صدقہ کر دیا۔ ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دیا۔ رات آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چراغ ایک عورت کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ اپنی کچی سے ہمارے چراغ میں گھی پکا دو۔ ③ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً ۷۵ کلو) جو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ ④

حیات مبارکہ کا آخری دن | سوموار کی صبح ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور لوگوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے اور سمجھا کہ آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ (بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہا کہ نماز ہی کے اندر فتنے میں پڑ جائیں

① صحیح بخاری، حدیث: ۶۸۷۔

② ایضاً، ایضاً۔

③ طبقات ابن سعد ۲/۲۳۷-۲۳۹۔

④ صحیح بخاری، حدیث: ۲۰۶۸، ۲۰۹۲، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ۴۱۶۷۔

(یعنی آپ کی مزاج پرسی کے لئے نماز توڑ دیں) ، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ ”اپنی نماز پوری کر لو۔“ پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا۔ ﴿۱﴾

اسی دن یا اسی ہفتے رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کچھ سرگوشی کی۔ وہ رونے لگیں۔ پھر کچھ سرگوشی کی تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو چھپا لے گئیں ، لیکن جب نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو بتلایا کہ آپ نے پہلی دفعہ یہ فرمایا تھا کہ ”آپ اپنے اسی مرض سے وفات پا جائیں گے۔“ اس لئے وہ رونیں اور دوسری بار یہ فرمایا تھا کہ ”آپ کے اہل و عیال میں سب سے پہلے وہی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) آپ سے آن ملیں گی“ اس لئے وہ ہنسیں۔“ اور آپ نے انھیں یہ بشارت بھی دی کہ آپ ساری خواتین عالم کی سیدہ (سردار) ہیں۔ ﴿۲﴾

ادھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے کرب کی شدت دیکھی تو بے ساختہ پکار اٹھیں:

وَ اكْزَبَ اَنْبَاهُ ”ہائے ابا جان کی تکلیف!“ ﴿۳﴾

آپ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر چوما اور ازواج مطہرات کو بلا کر وعظ و نصیحت کی۔

ادھر لمحہ بہ لمحہ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی اور اس زہر کا اثر بھی ظاہر ہونا شروع ہو گیا، جو آپ کو خیر میں کھلایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ اس کے الم کی شدت محسوس کرنے لگے۔ ﴿۴﴾ آپ نے چہرے پر ایک چادر ڈال رکھی تھی ، جب سانس پھولنے لگتا تو چہرے سے ہٹا دیتے۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا:

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۶۸۰، ۶۸۱، ۷۵۳، ۱۲۰۵، ۴۴۳۸۔

﴿۲﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴۔

۶۲۸۶، ۶۲۸۵۔

﴿۳﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۶۲۔

﴿۴﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۲۸۔

”یسود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔“
مقصود ان کے جیسے کام سے روکنا تھا۔ ﴿

”سرزمین عرب میں دو دین نہ باقی رہنے دیئے جائیں۔“

یہ آخری ارشاد اور وصیت تھی جو آپ نے لوگوں کو فرمائی۔ اس کے بعد کئی بار فرمایا:

«الصلوة الصلاة وما ملكت أيمانكم» ”نماز، نماز اور تمہارے زیر دست“ یعنی لونڈی، غلام۔“

نزع رواں اور وفات | پھر نزع کی حالت شروع ہو گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے سینے اور گلے کے درمیان سہارا دے کر ٹیک لیا۔ اسی

دوران ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر آئے۔ ان کے پاس کھجور کی تازہ شاخ کی مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ اسے چاہتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا تو آپ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! چنانچہ انہوں نے مسواک لے کر چبائی اور نرم کی، پھر آپ نے اسے لے کر نہایت اچھی طرح مسواک کی۔ آپ کے سامنے کٹورے میں پانی تھا۔ آپ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِّلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ»

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت کے لئے سختیاں ہیں۔“ ﴿

پھر آپ نے دونوں ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو آپ فرما رہے تھے:

”ان انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جنہیں تو نے انعام سے نوازا۔

اے اللہ! مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ”رفیق اعلیٰ“ میں پہنچا دے، اے اللہ! رفیق اعلیٰ۔“

① صحیح بخاری، ۴۳۵، ۴۳۶، ۱۳۳۰، ۱۳۹۰، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۵۸۱۴، ۵۸۱۵

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۴۹ اور ۸۹۰ اور اس کے اطراف۔

آخری فقرہ تین بار دہرایا اور روح پرواز کر گئی، ہاتھ جھک گیا اور آپ ”رفیق اعلیٰ“ سے جا ملے۔^① یہ سوموار، ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال پوری ہو چکی تھی۔

﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (البقرة ۲/۱۵۶)

صحابہ کی حیرت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا موقف | اس حادثہٴ دل فگار کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فوراً پھیل گئی اور ان پر دنیا تاریک ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے۔ چنانچہ کوئی دن اس سے تاب ناک اور بہتر نہ تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے اور کوئی دن اس سے زیادہ تاریک اور قبیح نہ تھا، جس میں آپ نے وفات پائی۔^② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رو کر اس طرح آہیں بھر رہے تھے، جیسے حاجیوں کا شور برپا ہو۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر مسجد میں فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو فنا نہ کر لے اور اس شخص کو کاٹنے اور قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے جو یہ کہے کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے گرد مسجد میں حیرت اور غم کی تصویر بنے موجود تھے۔^③

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صبح کو آپ ﷺ کے مرض میں کمی دیکھی تو ”سنخ“ میں واقع اپنے مکان پر چلے گئے۔ انھیں آپ کی وفات کی خبر ہوئی تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اتر کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے کوئی بات نہ کی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد فرمایا۔ آپ کا جسد مبارک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ انہوں نے چہرہ مبارک کھولا، اسے چوما اور روئے۔ پھر فرمایا: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ جو موت

① صحیح بخاری، حدیث: ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۴۰، ۴۴۸۱، ۴۳۴۸، ۶۳۴۸، ۶۵۰۹۔

② جامع ترمذی، ۵/۵۸۸، ۵۸۹۔

③ سیرت ابن ہشام، ۲/۶۵۵۔

آپ پر لکھ دی گئی تھی، وہ آپ کو آچکی۔“

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور کہا ”عمر بیٹھ جاؤ۔“

مگر انہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ان کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر کے پاس آگئے اور اس کے بازو میں کھڑے ہو گئے۔ صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر یہیں آگئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإَيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران ۳/۱۴۴)

”اما بعد! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا، تو (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے، اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔“ محمد نہیں ہیں مگر رسول۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر ان کی موت واقع ہو جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جائے تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عن قریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ:

”واللہ! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں نے (پہلے) جانا ہی نہ تھا کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے، یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سارے لوگوں نے ان سے یہ آیت اخذ کی اور تب میں جس کسی انسان کو سنتا تو وہ اس کی تلاوت کر رہا ہوتا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”واللہ! میں نے جوں ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو جان گیا کہ یہ برحق ہے۔ پس میں ٹوٹ کر رہ گیا، حتیٰ کہ میرے

پاؤں مجھے اٹھا ہی نہیں رہے تھے اور میں زمین کی طرف لڑھک گیا اور میں جان گیا کہ واقعی نبی ﷺ کی وفات ہو چکی ہے۔“ ﴿۱﴾

خلافت کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب | رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ ایک امیر منتخب کیا جائے، جو

عوام اور ملک کے معاملات چلانے کے لئے آپ کا جانشین ہو۔ اس سلسلے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے خاص قریبی ہیں، چنانچہ وہ اور حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ کے کچھ لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع ہوئے۔ جب کہ انصار نے اپنے میں سے ایک امیر منتخب کرنے کے لئے ”سقیفہ بنی ساعدہ“ میں اجتماع کیا، باقی مہاجرین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے ہو گئے۔

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ”سقیفہ بنی ساعدہ“ تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ اور دوسرے مہاجرین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہاں مہاجرین و انصار میں بحث و گفتگو ہوئی۔ انصار نے اپنی فضیلت اور استحقاق کا ذکر کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”آپ لوگوں نے جس خیر کا ذکر کیا ہے آپ لوگ واقعی اس کے اہل ہیں، لیکن عرب اس کا روبرو (حکومت) کو قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی اور کے لئے نہیں جانتے۔ یعنی وہ قریش کے سوا کسی اور کی حکمرانی تسلیم نہیں کر سکتے۔ وہ عرب میں نسب اور گھرانے دونوں لحاظ سے افضل ہیں۔“ پھر انہوں نے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا:

”میں آپ لوگوں کے لئے ان دونوں میں سے کسی بھی ایک کو پسند کرتا ہوں۔“ اس پر انصار کے ایک آدمی نے کہا، ”ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے“ اس پر بڑا شور ہوا۔ آوازیں بلند ہوئیں اور اختلاف کا خطرہ ہو چلا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا ”ہاتھ پھیلائیے۔“

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلا یا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی۔ ﴿۱﴾

تجہیز و تکفین اور تدفین | منگل کے روز رسول اللہ ﷺ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ غسل دینے والے حضرات یہ تھے:

”حضرت عباس، حضرت علی، حضرت عباس کے دو صاحب زادگان فضل اور قثم، اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اوس بن خولہ رضی اللہ عنہم۔“

حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحب زادے آپ کی کروٹ بدل رہے تھے، حضرت اسامہ اور شقران پانی بہا رہے تھے، حضرت علی غسل دے رہے تھے اور حضرت اوس نے آپ کو سینے سے ٹیک رکھا تھا۔ ﴿۲﴾

آپ کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین بار غسل دیا گیا۔ پانی ”غرس“ نامی قباء میں واقع حضرت سعد بن خبشمہ رضی اللہ عنہ کے کنویں کا تھا۔ آپ ﷺ پینے کے لئے بھی اس کنویں کا پانی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ﴿۳﴾

پھر آپ کو تین سفید سوتی یمنی چادروں میں کفنایا گیا۔ ان میں کرتا اور گپڑی نہ تھی۔ بس آپ کو چادروں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ ﴿۴﴾

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسی جگہ آپ کی قبر کھودی، جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔ قبر لحد والی کھودی۔ پھر آپ کی چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی۔ دس دس صحابہ کرام اندر داخل ہوتے اور فرداً فرداً نماز پڑھتے۔ کوئی امام نہ ہوتا۔ سب سے پہلے آپ کے خانوادے نے

﴿۱﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۲۸۳۰۔

﴿۲﴾ دیکھئے ابن ماجہ، ۵۲۱/۱۔

﴿۳﴾ طبقات ابن سعد، یہاں تفصیل بھی موجود ہے۔ ۲۸۱/۲، ۲۷۷/۲۔

﴿۴﴾ صحیح بخاری، حدیث: ۱۲۶۳، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۳۸۷۔ صحیح مسلم، ’الجنائز‘، باب کفن المیت،

حدیث: ۴۵۔

نماز پڑھی، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر بچوں نے، پھر عورتوں نے، یا پہلے عورتوں نے، پھر بچوں نے۔ ﴿١﴾

نماز جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن اور بدھ کی بیشتر رات گزر گئی۔ اس کے بعد رات کے اواخر میں آپ کا جسد پاک سپرد خاک کیا گیا۔ ﴿٢﴾ ﷺ۔

﴿١﴾ موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی دفن المیت، ۲۳۱/۱۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۸۸، ۲۹۲۔

﴿٢﴾ مسند احمد، ۶۲/۶، ۲۷۴۔

WWW.KITABOSUNNAT.COM



خانہ نبوت

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن | مختلف اوقات میں نبی ﷺ کی کل گیارہ یا بارہ بیویاں ہوئی ہیں۔ ان میں سے ۹ بیویاں زندگی کے اخیر میں آپ کے ساتھ موجود تھیں اور دو یا تین بیویاں آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں تھیں۔ نیچے ان سب کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱) ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا | یہ گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے جس وقت ان سے شادی کی تھی، ان کی عمر چالیس برس اور آپ کی عمر پچیس برس تھی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کی تمام اولاد انہی کے بطن سے تھی اور آپ نے ان کے جیتے جی دوسری شادی نہیں کی۔ رمضان سنہ ۱۰ نبوت میں ۶۵ سال کی عمر میں ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور انہیں حجون میں دفن کیا گیا۔

۲) ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا | یہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اسلام قبول کیا اور حبشہ ہجرت کی۔ پھر مکہ واپس آئے اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد شوال سنہ ۱۰ نبوت میں -- یعنی حضرت خدیجہ کی وفات کے کوئی ایک مہینہ بعد -- نبی ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ ان کی وفات مدینہ میں شوال ۵۴ ہجری میں ہوئی۔

۳) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا | نبی ﷺ نے ان سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ایک سال بعد شوال سنہ ۱۱ نبوت میں شادی کی۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ پھر ہجرت

کے سات مہینے بعد شوال ۱ ہجری میں آپ کو رخصت کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ یہ امت کی سب سے زیادہ فقیہ عورت ہیں اور عورتوں پر ان کی فضیلت ایسی ہی ہے، جیسے تمام کھانوں پر شریذ (کھانے) کی فضیلت۔ ۱۷ رمضان ۵۷ ہجری کو ان کی وفات ہوئی اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

﴿۴﴾ ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا | یہ حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے

عقد میں تھیں۔ انھیں غزوہ بدر میں ایک زخم آیا تھا جو بعد میں پھوٹ پڑا اور اس کی وجہ سے وہ بدر اور احد کے درمیانی عرصہ میں انتقال کر گئے۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تو نبی ﷺ نے شعبان ۳ ہجری میں ان سے شادی کر لی۔ انہوں نے بعمر ساٹھ سال مدینہ میں بمطابق شعبان ۴۵ ہجری وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

﴿۵﴾ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا | یہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں

تھیں، جو بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد رمضان ۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی اور کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے تحت تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ۴ ہجری میں ان سے شادی کی۔ انہیں جاہلیت میں ”ام المساکین“ کہا جاتا تھا، کیونکہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ ﷺ سے شادی کے آٹھ مہینے بعد یا تقریباً تین مہینے بعد ربیع الثانی ۴ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

﴿۶﴾ ام المؤمنین ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا | یہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور ان سے ان کی کئی اولاد

تھی۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جمادی الاخریٰ ۴ ہجری میں وفات پا گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے شوال ۴ ہجری میں چند روز باقی تھے کہ ان سے شادی کر لی۔ یہ فقیہ ترین اور عقل مند ترین عورتوں

میں سے تھیں۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۵۹ ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ ۶۲ ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

۷ ام المؤمنین زینب بنت جحش بن رابؓ | یہ نبی ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی

تھیں۔ ان کی شادی حضرت زید بن حارثہؓ سے کی گئی، لیکن دونوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی، حتیٰ کہ حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی، چونکہ نبی ﷺ نے ان کو اپنا متبنیٰ (لے پالک) بنا رکھا تھا اور اس کی وجہ سے انہیں زید بن محمد (ﷺ) کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور اہل جاہلیت میں رواج تھا کہ وہ متبنیٰ بیٹے کی بیوی کو متبنیٰ بنانے والے باپ پر اسی طرح حرام سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹے کی بیوی ہو، اس لئے جب حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کی عدت گزر چکی تو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے نبی ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کر دی، اور متبنیٰ بنانے کے عمل کو لغو قرار دے دیا۔ یہ ذی قعدہ ۵ ہجری کا واقعہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ ۴ ہجری میں کسی وقت یہ بات پیش آئی۔ حضرت زینبؓ بڑی عبادت گزار اور زبردست صدقہ کرنے والی خاتون تھیں۔ ۵۳ سال کی عمر میں ۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد امات المؤمنین میں سے سب سے پہلے انہی نے وفات پائی۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

۸ ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث (رئیس بنی المصطلق)ؓ | یہ شعبان ۶ ہجری میں

غزوہ بنو المصطلق کے دوران قید کی گئیں اور حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے طے کیا کہ ایک مخصوص رقم ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ نبی ﷺ نے ان کی طرف سے مقررہ رقم ادا کر کے آزاد کر دیا اور شادی کر لی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد کر دیئے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہیں، چنانچہ یہ اپنی قوم کے لئے بڑی بابرکت خاتون ثابت ہوئیں۔ ۶۵ سال کی عمر میں ربیع الاول میں ۵۶ ہجری اور کہا جاتا ہے کہ ۵۵ ہجری میں وفات پائی۔

﴿۹﴾ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا یہ عبید اللہ بن جحش کے عقد میں

تھیں اور جب اس سے حبیبہ پیدا ہوئیں تو ان کی نسبت سے ان کی کنیت ام حبیبہ پڑ گئی۔ انہوں نے عبید اللہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ لیکن وہ نصرانی ہو کر حالت ارتداد ہی میں وفات پا گیا، مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نامہ مبارک دے کر نجاشی کے پاس روانہ کیا تو اسے حکم دیا کہ ام حبیبہ کی شادی نبی ﷺ سے کر دے، چنانچہ نجاشی نے آپ سے ان کی شادی کر دی اور اپنے پاس سے چار سو دینار (بطور) مردے کر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ انھیں روانہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے واپس آ کر صفر یا ربیع الاول ۷ ہجری میں انہیں رخصت کرایا۔ ۴۲ یا ۴۴ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

﴿۱۰﴾ ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حبیبی بن اخطب رضی اللہ عنہا یہ بنو نضیر کے سردار کی صاحب زادی اور

بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ خیبر میں قید ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمایا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گئیں۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ یہ فتح خیبر ۷ ہجری کے وقت کی بات ہے۔ مدینہ واپس ہوتے ہوئے خیبر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ”وادی صباء“ پہنچ کر انہیں رخصت کرایا۔ ۵۰ ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ ۵۲ ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ ۳۶ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

﴿۱۱﴾ ام المؤمنین میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث

ہلالیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے ذی القعدہ ۷ ہجری میں عمرہ قضا سے حلال ہونے کے بعد شادی کی اور مکہ سے نو میل کے فاصلے پر مقام ”سرف“ میں انہیں رخصت کرایا۔ ان کی وفات بھی مقام ”سرف“ ہی میں ۶۱ ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ ۶۳

ہجری میں اور کہا جاتا ہے ۳۸ ہجری میں ہوئی اور وہیں دفن بھی ہوئیں۔ ان کی قبر اب بھی وہاں معروف ہے۔

یہ گیارہ عورتیں ہیں، جو بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اور امہات المؤمنین ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عورت ریحانہ بنت زید کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آپ کی بیوی تھیں یا لونڈی تھیں۔ یہ بنو نضیر سے تھیں اور بنو قریظہ کے ایک شخص کے عقد میں تھیں۔ غزوہ بنو قریظہ میں قید ہوئیں اور نبی ﷺ نے انھیں اپنے لئے منتخب فرمایا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ آپ نے انھیں آزاد کر کے محرم ۶ ہجری میں شادی کر لی اور وہ ام المؤمنین قرار پائیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے انہیں آزاد نہیں کیا بلکہ بحیثیت لونڈی رکھا۔ نبی ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو ان کا انتقال ہو گیا اور آپ نے انھیں ”بقیع“ میں دفن فرمایا۔ ان عورتوں کے علاوہ آپ کی ایک لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جنھیں مقوقس نے ان تحائف کے ضمن میں بھیجا تھا جو آپ کے خط کے جواب میں روانہ کئے تھے۔ یہ بادشاہوں کی اولاد سے تھیں۔ انھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے خاص فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ۱۶ ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ محرم ۱۵ ہجری میں انہوں نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ ذیل میں ان کا مختصر ذکر دیا جا رہا ہے:

۱ قاسم رضی اللہ عنہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ انہی کی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ انہوں نے اتنی عمر پائی کہ چلنے لگے تھے۔ پھر تقریباً دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

۲ زینب رضی اللہ عنہا یہ نبی ﷺ کی سب سے بڑی صاحب زادی تھیں۔ اللہ کی راہ میں مصائب سے دو چار ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ میری سب سے بڑی افضل بیٹی ہے۔“

قاسم کے بعد پیدا ہوئیں۔ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی، جو ان کی خالہ ہالہ بنت خویلد کے صاحب زادے تھے۔ زینب رضی اللہ عنہا سے ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ انھیں کو نبی ﷺ نماز میں گود میں لیا کرتے تھے۔ ۸ ہجری کے اوائل میں مدینہ کے اندر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

۳۴ رقیہ رضی اللہ عنہا ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور ان کے بطن سے ایک صاحب زادے عبد اللہ پیدا ہوئے۔ وہ چھ سال کے تھے کہ مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی، جس کے اثر سے بالآخر وہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ بدر میں تھے کہ حضرت رقیہ وفات پا گئیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ پہنچے تو انھیں دفن کیا جا چکا تھا۔

۳۵ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بدر سے واپس آکر رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ انہوں نے شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

۵۱ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحب زادی تھیں۔ یہ اہل جنت کی عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بدر کے بعد ان سے شادی کی۔ ان کے بطن سے دو صاحب زادے، حضرت حسن اور حضرت حسین اور دو صاحب زادیاں۔ حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ یہ وہی ام کلثوم ہیں جن سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور ان سے حضرت زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی عون بن جعفر نے ان سے شادی کی۔ پھر عون کی وفات ہو گئی تو ان کے بھائی محمد نے شادی کر لی۔ پھر محمد بھی وفات پا گئے تو دوسرے بھائی عبد اللہ نے ان سے شادی کر لی۔ پھر عبد اللہ کے عقد میں رہتے ہوئے خود ام کلثوم نے وفات پائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبی ﷺ کے چھ مہینہ بعد ہوئی۔ (یہ پانچوں اولادیں نبی ﷺ کے شرف نبوت سے مشرف ہونے سے پہلے پیدا ہوئیں)

ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی بچپن ہی میں وفات پائی۔ یہ حضرت خدیجہؓ سے نبی ﷺ کے آخری صاحب زادے تھے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ یہ جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانیہ ہجری میں آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے بطن سے مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۲۹ شوال ۱۰ ہجری کو، جس دن مدینہ میں سورج گھن لگا تھا، وفات پائی۔ اس وقت وہ ۱۶ یا ۱۸ مہینے کے بچے تھے اور ابھی دودھ پیتے تھے۔ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا اور نبی ﷺ نے فرمایا:

”انہیں کے لئے ایک دایہ جنت میں ان کی رضاعت پوری کر رہی ہے۔“



صفات و اخلاق

رسول اللہ ﷺ جمال خلقت اور کمال اخلاق میں سب سے نمایاں تھے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ یہاں ان کے معانی و مطالب کا مغز اور خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

چہرہ مبارک اور اس کے متعلقات | رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک گورا، پرکشش، گول، روشن رنگ، سرخی آمیز تھا، چودھویں

کے چاند کی طرح جگمگاتا ہوا۔ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک اس طرح دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ دھاریاں اس طرح چمکتیں جیسے روشن بادل چمکتا ہے، گویا سورج اس میں دوڑ رہا ہے، بلکہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو گویا طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھتے۔ چہرہ پر پسینہ یوں محسوس ہوتا گویا موتی ہے اور پسینے کی خوشبو مشک خالص سے بھی بڑھ کر ہوتی اور جب آپ غصہ ہوتے تو چہرہ یوں سرخ ہو جاتا کہ گویا دونوں رخسار میں انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ دونوں رخسار ہلکے، پیشانی کشادہ، ابرو کماندار باریک اور کامل تھے، باہم ملے نہ تھے اور کہا جاتا ہے کہ ملے تھے۔ آنکھیں کشادہ تھیں، ان کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی، پتلی سخت سیاہ تھی، پلکوں کے بال لمبے اور گھنے تھے، تم دیکھتے تو کہتے کہ آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے، حالانکہ آپ سرمہ لگائے نہیں ہوتے۔

ناک کا بانسہ بلند اور نرم دار تھا۔ اس پر نور سا بلند ہوتا محسوس ہوتا۔ دونوں کان مکمل تھے۔ منہ خوبصورت اور بڑا تھا۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا فاصلہ تھا، بقیہ دانت بھی الگ الگ تھے، دانتوں میں چمک تھی۔ جب آپ مسکراتے تو ایسا لگتا گویا اولے ہیں اور جب آپ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسا نکلتا دکھائی دیتا۔ غرض آپ کے دانت سب سے خوبصورت تھے۔

ڈاڑھی خوبصورت، گھنی، کپٹی سے کپٹی تک بھرپور، سینے کو بھرے ہوئے اور سخت کالی

تھی۔ صرف دونوں کپٹیوں اور ڈاڑھی بچہ میں چند گئے چنے بال سفید تھے۔

سر، گردن اور بال کھوپڑی بھاری، سر بڑا اور گردن لمبی تھی، گویا چاندی کا لوٹا یا گڑوے کی گردن ہے۔ بال دونوں کانوں کے نصف یا لو تک ہوا کرتے اور کبھی کبھی اس سے بھی نیچے اور کبھی کبھی دونوں کندھوں کو چھوتے۔ چند بال پیشانی کے بھی سفید تھے، مگر اتنے کم کہ سر اور داڑھی ملا کر بھی کل بیس بال سفید نہ تھے۔ سر کے بال ذرا ذرا سے گھونگریا لے تھے۔ آپ نانغے سے سر اور داڑھی میں کنگھی فرماتے اور سر کے درمیان سے مانگ نکالتے۔

اعضاء و اطراف ہڈیوں کے سرے مثلاً کہنیاں، کندھے اور گھٹنے بڑے بڑے تھے۔ کلائیوں بڑی بڑی اور ان کے جوڑ لے لے تھے۔ ہتھیلیاں اور قدم کشادہ تھے، تلوا گہرا نہ تھا۔ دونوں ہاتھ حریر و دیباچ سے زیادہ نرم، برف سے زیادہ ٹھنڈے اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے۔ کئی سے اوپر اور نیچے دونوں بازو اور اطراف بھاری بھر کم تھے، ایڑیاں اور پنڈلیاں ہلکی تھیں، دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی، اطراف لمبے، سینہ کشادہ اور بالوں سے خالی تھا، صرف لمبے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ اس کے علاوہ شکم اور سینے پر بال نہ تھے، کندھے اور اس سے متصل بازو پر البتہ بال تھے، سینہ اور شکم برابر تھے، بغل کا رنگ نیلا تھا۔ اور پیٹھ ایسی تھی گویا ڈھلی ہوئی چاندنی۔

قد و قامت اور جسم آپ کا قد خوبصورت، قامت معتدل اور پیکر سیدھا تھا، نہ آپ نالے کھوٹے تھے، نہ لمبے تڑنگے، لیکن طول سے قریب تر تھے۔ چنانچہ کوئی شخص جو لمبائی کی طرف منسوب ہو تا وہ آپ کے ساتھ چلتا تو آپ ﷺ اس سے لمبے ہوتے۔ جسامت معتدل تھی اور بدن گٹھا ہوا، نہ زیادہ موٹے تھے، نہ دبلے پتلے، بلکہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے، جو تینوں میں سے سب سے زیادہ تازہ خوش منظر تھی، آپ کا قد سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔

خوشبو آپ ﷺ کا جسم، پسینہ اور اعضاء تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبو دار تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”کہ میں نے کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بہتر رہی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”آپ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپ کی خوشبو کی وجہ سے ضرور جان جاتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔“

اور آپ کسی آدمی سے مصافحہ فرماتے تو وہ دن بھر اس کی خوشبو محسوس کرتا۔ اور آپ کسی بچے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو اس کی خوشبو کی وجہ سے وہ بچوں کے درمیان سے پہچان لیا جاتا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کا پسینہ ایک شیشی میں محفوظ کر رکھا تھا۔ اسے خوشبو میں ڈالتی تھیں، کیونکہ وہ سب سے عمدہ خوشبو تھی۔

رفار آپ ﷺ بہت تیز رفتار تھے۔ بازار میں چلنے والے شخص کی رفتار سے چلتے تھے۔ دراندہ اور ست نہ تھے۔ کوئی آپ کا ساتھ نہ پکڑ پاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر تیز رفتار نہیں دیکھا، گویا زمین آپ کے لئے پلیٹ دی جاتی تھی۔ ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے اور آپ بے پروائی سے چلتے رہتے۔“ آپ جب قدم رکھتے تو پورا قدم رکھتے۔ تلوے میں گہرائی نہ تھی اور جب مڑتے تو پورے مڑتے، سامنے ہوتے تو مکمل اور پیچھے مڑتے تو مکمل، چلتے تو جھٹکے سے اٹھتے اور یوں چلتے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ پھر جھٹکے سے پاؤں اٹھاتے اور نرمی سے چلتے۔

آواز اور گفتگو آپ کی آواز میں ہلکا سا بھاری پن تھا اور آپ شیریں گفتار اور باوقار تھے۔ خاموش رہتے تو باوقار اور گفتگو کرتے تو پرکشش۔ بول ایسے کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ بات کو شروع کرتے تو اس کا پورا احاطہ کر کے ختم فرماتے۔ گفتگو دو ٹوک ہوتی، نہ مختصر نہ فضول۔ ہر حرف واضح ہوتا۔ آپ فصیح و بلیغ اور رواں طبیعت تھے۔ نکھرے ہوئے کلمات بولتے۔ کوئی شخص خواہ کیسا ہی فصیح و بلیغ ہوتا آپ کی ہمسری نہ کر سکتا۔ آپ کو حکمت اور دو ٹوک خطاب کے ساتھ جامع کلمات عطا

کئے گئے تھے۔

اخلاق کی ایک جھلک | آپ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشارت ہوتی۔ سہل خو اور نرم پہلو تھے، جفا جو اور سخت خونہ تھے۔ بازاروں میں اونچی آواز نہ لگاتے۔ سب سے زیادہ تبسم فرماتے۔ غصے سے سب سے زیادہ دور اور رضا میں سب سے آگے۔ دو کاموں میں جو زیادہ آسان ہوتا اسی کو اپناتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو، اگر گناہ کا کام ہوتا تو پھر سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اپنے لئے کبھی انتقام نہ لیا، البتہ اللہ کی حرمت پامال کی جاتی تو اس کے لئے انتقام لیتے۔

آپ سب سے سخی، سب سے کریم، سب سے بہادر، سب سے شہ زور، اذیت پر سب سے بڑھ کر صبر کرنے والے، سب سے زیادہ باوقار اور سب سے بڑھ کر حیا دار تھے۔ کوئی چیز ناپسند فرماتے تو چہرہ پر اس کے آثار دیکھے جاتے۔ اپنی نظر کسی کے چہرے پر نہ جماتے اور نہ ناپسندیدگی کے ساتھ کسی کا سامنا کرتے۔

سب سے زیادہ عادل، پاک نفس و پاک دامن، سچائی کے علم بردار اور بڑے امانت دار تھے۔ نبوت سے پہلے ہی امین کے لقب سے مشہور تھے۔ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے۔ سب سے بڑھ کر عہد کے پاس دار، صلہ رحم، سب سے عظیم شفقت و رحمت والے، سب سے عمدہ معاشرت و ادب والے، سب سے زیادہ کشادہ اخلاق، فحش اور لعنت ملامت سے سب سے زیادہ دور، جنازوں میں تشریف لے جاتے، فقراء و مساکین کے ساتھ بیٹھتے، غلام کی دعوت قبول کرتے، کھانے اور لباس میں ان پر برتری نہ اختیار فرماتے۔ جو آپ کی خدمت کرتا آپ خود اس کی خدمت فرماتے۔ اپنے خادم کو عتاب نہ کرتے، یہاں تک کہ کبھی اسے اف تک نہ کہا۔^①

① آپ ﷺ کے صفات و اخلاق کا یہ خاکہ حسب ذیل مآخذ سے جمع کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، شمائل ترمذی، مسند داری، مستدرک حاکم، شرح السنہ بغوی، مشکوٰۃ المصابیح، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، تہذیب تاریخ دمشق، الشفاء قاضی عیاض، زاد المعاد، خلاصۃ السیر، البدایہ والنہایہ وغیرہ۔

غرض آپ ﷺ کے اوصاف کو احاطہ بیان میں لانا ممکن نہیں، لہذا اسی مختصر بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر سی پونجی کو قبول فرمائے اور ہمیں سید المرسلین اور امام الانبیاء و المتقین، خیر خلائق محمد ﷺ کی پیروی کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو نبی ﷺ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر درود و سلام بھیج اور ہمیں قیامت کے روز آپ کے پرچم کے نیچے جگہ نصیب فرما۔ آمین! یا رب العالمین!

دوشنبہ ۱۱ شوال سنہ ۱۴۱۵ ہجری

RMPInternational.TK

